(قسط نمبر ۱)
ہمزاد
شمیم نوید
www.urdurasala.com

ہمزاد

میں ایک ایک دن گن رہا تھا اب میرے مرنے میں صرف آٹھ دن باقی ہیں مجھے اس پر اتنا ہی یقین ہے جتنا اس بات پر کہ اس وقت دن ہے۔ تمہیں میری سرگزشت کی صداقت پر یقین نہیں آئے گا اور تمہیں کیا کوئی بھی اس پر اس وقت تک یقین نہیں کرے گا جب تک میں مر نہ جاؤں۔ اس لئے کہ میری موت ہی اس کی صداقت کی دلیل ہے آج سے ٹھیک آٹھ دن بعد میں مر جاؤں گا۔

اپنے مرنے سے پہلے میری آخری خواہش یہ تھی کہ میں اپنی روح کا بوجھ اتار دوں یہ جانتے ہوئے بھی کہ میری موت پر کسی کو دکھ نہیں ہوگا، کسی آنکھ سے آنسو نہیں ٹپکے گا کوئی میرے لئے نہیں روئے گا

یہاں تک کہ جو میری سرگزشت سنے گا وہ بھی مجھ سے نفرت کرنے کے سوا کچھ نہ کر سکے گا۔ لیکن یہ نفرتیں میرا مقدر ہیں مجھے یہ نفرتیں بھی عزیز ہیں اگر کوئی مجھ سے محبت کرنے والا نہیں ہوگا تو نفرت بھی کرنے والا کوئی نہیں ہوگا۔ میں اس عذاب میں نہیں مرنا چاہتا تھا کہ مجھ سے نفرت بھی نہیں کی گئی، سو میں تمہیں بھی اپنی سرگزشت اس لئے نہیں سنا رہا ہوں کہ تم مجھ سے ہمدردی کرو مجھ پر رحم کھاؤ، میں جانتا ہوں کہ تم چاہو بھی تو ایسا نہیں کر سکتے، میں تمہارا شکر گزار ہوں اگر تم مجھے اس آخری وقت میں کچھ نفرت ہی دے سکو۔

میں تمہیں پہلے یہ بتا دوں کہ میرے بھیانک اور جھریوں پڑے ہوئے چہرے اور بقیہ جسم میں تضاد کیوں ہے؟..... یہ دراصل عمروں کا فرق ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ میرے چہرے کی عمر اس وقت تقریباً 130 سال ہے جب کہ میرے بقیہ جسم کی عمر صرف 45 سال

ہے میرے سارے وجود میں صرف چہرہ میرا اپنا ہے۔ بقیہ جسم آج سے تقریباً دس سال پہلے میں نے حاصل کیا تھا،.....اس وقت میں اس بات سے بے خبر تھا کہ یہ جسم چند سال بعد ہی کینسر جیسے مہلک مرض میں مبتلا ہو جائے گا، میں بقیہ جسم کی جگہ بھی کوئی اور صحت مند جسم حاصل کر سکتا تھا اور اب بھی کر سکتا ہوں مگر اس دس سال کے عرصے میں مجھے اس جسم سے محبت سی ہو گئی ہے دوسری بڑی وجہ یہ ہے کہ میری عمر اب ختم ہونے والی ہے اگر میں اپنا بقیہ جسم بدل بھی لوں تو کیا حاصل.....؟ لیکن یہ سب جاننے کے لئے تمہیں میرے ماضی میں سفر کرنا پڑے گا۔.....میرا ماضی جو کوئی نہیں جانتا لوگ صرف اتنا جانتے ہیں کہ میرا نام شیخ کرامت ہے اور میں چالگام کا ایک رئیس ترین شخص ہوں اور سوائے اتفاق میرے معدے میں کینسر ہو گیا ہے جس کا علاج ڈاکٹر انوار الحق کر رہے ہیں میرے

ماضی سے سب لاعلم ہیں انہیں علم ہے تو یہ کہ میں اب سے پانچ سال پہلے ڈھاکہ سے یہاں منتقل ہو گیا۔ ہوں اور میرا تعلق ہندوستان کے کسی شہر سے ہے اس پانچ سال کے عرصے سے میرے بارے میں لاتعداد افواہیں بھی مشہور ہو گئی میں جن کی تردید یا تائید کرنا میں نے کبھی ضروری نہیں سمجھا.....میں تمہیں اپنی سرگزشت شروع سے سناؤں گا.....مجھے امید ہے کہ اپنی زندگی کے بقیہ آٹھ دن میں میں تمہیں اپنی سرگزشت سنا دوں گا.....تو سنو!.....

میں نے جب ہوش سنبھالا تو مجھے معلوم ہوا کہ میں والدین کے مہربان سائے سے محروم ہو چکا ہوں اور میرے قریبی رشتے داروں میں صرف میرے نانا اور نانی زندہ ہیں جو میری پرورش کر رہے ہیں یوپی کا شہر بدایوں جہاں میں پیدا ہوا علم و فضل دینی علوم اور اولیاء اللہ کے لئے مشہور تھا میں نے بھی اسی ماحول میں آنکھ کھولی مجھے بچپن ہی سے

ہمزاد

دینی تعلیم دی گئی بچپن ہی سے میں نمازوں کا سخت پابند رہا تھا۔
میں نے عربی، فارسی، میں خاصہ کمال حاصل کرلیا میرے نانا کا تعلق
درس وتدریس سے تھا انہوں نے مجھے بھی اس پیشے کے لئے تیار کیا۔
وہ مجھے اپنی زندگی ہی میں اس قابل بنا گیا کہ میں عربی اور فارسی کا
درس دینے لگا تھا۔ جب میری عمر بیس سال کے قریب ہوئی تو
.....میرے بوڑھے نانا اور نانی بھی میرا ساتھ چھوڑ چکے تھے،
میں اب تنہا اس بڑی حویلی میں رہتا تھا جس میں نانا اور نانی کے ساتھ
رہنے کے باوجود مجھے خوف آتا تھا.....وہ حویلی بہت بڑی تھی
جس کا ایک بڑا حصہ وقت کے سرد وگرم جھیل کر منہدم ہو چکا تھا۔
.....بقیہ حصے میں میری رہائش تھی میں نے کبھی اس بقیہ شکستہ
حصے میں جانے کی ہمت نہیں کی اس حصے میں سے مجھے ایک عجیب سا
خوف محسوس ہوتا تھا۔

نانا کے انتقال کے بعد میری گزر بسر کا دارومدار صرف درس وتدریس پر تھا لیکن یہ آمدنی انتہائی قلیل تھی جس میں بمشکل میری گزر بسر ہوتی تھی بلکہ اکثر مجھے بھوکا بھی سونا پڑتا تھا محلے پڑوس کے کچھ بچے مجھ سے پڑھنے آجاتے تھے جن کے والدین نقدی کی صورت میں بھی کبھی کبھار کچھ دے دیتے تھے۔ ہاں یہ تھا کہ محلے کے مختلف گھروں سے میرے لئے کھانا ضرور آجاتا تھا۔ اور کوئی تہوار آنے پر کوئی نہ کوئی میرے لئے ایک آدھ جوڑا سستے کپڑوں کا بنوا دیتا تھا۔

میں جوان تھا، میری رگوں میں تازہ خون گردش کر رہا تھا۔ مجھ میں امنگیں تھیں آرزوئیں تھیں میرے کبھی دل میں خواہش تھی کہ میرا اپنا گھر ہو بیوی بچے ہو معقول آمدنی ہو.....مگر میرے یہ خیالات خواب صرف خواب تھے اور مجھے کوئی ایسی صورت نظر نہیں آتی تھی کہ میں کبھی اس حقیر زندگی سے نجات پاسکوں میں اندر ہی اندر اپنی

موجودہ زندگی سے نفرت کرتا تھا مجھے خود سے حقارت محسوس ہوتی تھی۔ میں ایک نوجوان تھا اور ایسی ذات کی زندگی بسر کر رہا تھا کہ میری گزر بسر دوسروں کے رحم و کرم پر تھی میں دن رات اسی احساس کی گرفت میں قید ہوتا چلا گیا۔.....آخر ایسا کیوں ہے؟ .....کیا یہ سب کچھ بدل نہیں سکتا؟.....میرے ہم عمر دوسرے نوجوان بھی تو ہیں جو قابل عزت اور قابل رشک زندگی گزار رہے ہیں.....میرے بچپن کے بہت سے دوست اسی شہر میں تھے جن میں سے اکثر نے اب مجھ سے ملنا ترک کر دیا تھا اور بہت کم ایسے رہ گئے تھے جو اب بھی مجھ سے ملنے آتے تھے۔ اپنی ہتک محسوس نہیں کرتے تھے مگر وہ بھی مجھ سے اب اس طرح گفتگو کرتے تھے جیسے میں ان کے مقابل میں بہت کم رتبہ رکھتا ہوں۔ میں آدمی ہوں یا میری آدمیت نامکمل ہے مجھے یہ یقین اندر ہی اندر

کھاتا رہا.....

ایک شام میں عصر کی نماز پڑھ کر بیزار بیزار سا بیٹھا ہوا تھا میری نظر سامنے کتابوں کے ایک ڈھیر پر پڑی میں نے وقت گزارنے کے لئے ان میں سے ایک کتاب کھینچ لی۔ اس سے پہلے میں کبھی ان کتابوں پر توجہ نہیں دیتا تھا۔ لیکن جب میں نے اس کی جلد جو بہت بوسیدہ ہو چکی تھی کھول کر دیکھی تو معلوم ہوا کہ یہ کتاب نہیں ایک قلمی نسخہ تھا میں نے اپنے دادا کا نام نانا کی زبان لکھا دیکھا تھا۔ اس قلمی نسخے پر ان کا نام پڑھ کر مجھ میں تجسس پیدا ہونے لگا پڑھنا شروع کیا۔.....وہ نسخہ فارسی زبان میں لکھا گیا تھا اور میں فارسی زبان سے بخوبی واقف تھا،.....تحریر کچھ اس طرح تھی.....

''ہر ذی روح کے دو جسم ہوتے ہیں ایک مرئی دوسرا غیر مرئی ایک کثیف دوسرا لطیف، ایک مادی دوسرا روحانی.....مادی وہ جسم

ہے جسے ہم ظاہری آنکھوں سے دیکھ سکتے ہیں مگر روحانی جسم اگر ہم اسے جسم کہہ سکیں کو روحانی یا اندرونی آنکھوں کے سوانہیں دیکھا جا سکتا اگر چہ روحانی جسم کی پیدائش مادی جسم کے ساتھ ہی ہوتی ہے مگر مادی جسم کے فنا ہو جانے کے بعد بھی روحانی جسم زندہ رہتا ہے۔

.....تصویر لینے والے کیمرے کا شیشہ اگر اتنا لطیف ہو کہ مادی اور روحانی ہر دو اجسام کی تصویریں ایک ساتھ لے سکے تو مشاہدہ کرنے والا چاہے لاکھ باریک بین ہو یہ نہ بتا سکے گا کہ جسم لطیف کی کون سی تصویر ہے اور جسم کثیف کی کون سی اسے یہی معلوم ہو گا کہ ایک شخص کی دو تصویریں ایک ہی وقت میں لی گئی ہیں۔ المختصر جو اپنا ہم شکل ہو گا وہی ہمزاد ہے یا یوں سمجھ لیں کہ جسم لطیف کا دوسرا نام ہمزاد ہے۔.....

میں بڑے شوق و جستجو کے ساتھ یہ قلمی نسخہ پڑھتا رہا اس میں جسم لطیف

کایا ہمزاد کی صفات کے بارے میں بھی تحریر تھا مثلاً پلک جھپکتے ہی ہمزاد دنیا کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک جا کر واپس آ سکتا ہے۔ پہاڑیوں کی بلندیوں اور سمندروں کی گہرائی کی خبر لا سکتا ہے بڑی سے بڑی وزنی شے جسے سینکڑوں آدمی بھی نہیں اٹھا سکتے اکیلا کہیں سے بھی اٹھا کر لا سکتا ہے وہ مشکل سے مشکل مسائل حل کر سکتا ہے جنہیں عمل یا عقل انسانی کی دسترس سے باہر ہو کر کیا جا سکے سخت اور مہلک بیماریوں کے علاج تجویز کر سکتا ہے مستقبل میں جو کچھ ہونے والا ہے اس سے آگاہ کر سکتا ہے۔''

''مدفون خزانوں کے راز بتا سکتا ہے.....گمشدہ لوگوں کا پتہ لگا سکتا ہے.....لوہے اور پتھر کی دیواروں سے گزر سکتا ہے۔ خطرناک سے خطرناک جانوروں کو ٹھکانے لگا سکتا ہے.....دیو ہیکل سے دیو ہیکل شخص یا اشخاص کو زیر کر سکتا ہے۔ اس کے علاوہ لا

تعداد پراسرار قوتوں کا مالک ہے۔

میں وہ قلمی نسخہ حیرت اور دلچسپی سے پڑھتا رہا ایک مرتبہ تو پڑھتے پڑھتے میں اچھل پڑا.....اس میں لکھا تھا کہ جسم لطیف یا ہمزاد کو قبضے میں بھی کیا جا سکتا ہے اور اس کے پاس جو قوتیں ہیں ان سے کام لیا جا سکتا ہے.....لیکن اس کے لئے سخت ترین ریاضت اور مجاہدے کی ضرورت تھی.....اس قلمی نسخے میں وہ تمام عمل درج تھے.....میں اسے پڑھ کر جیسے خوابوں میں کھو گیا .....کیا میرے خدا نے میری سن لی؟ کیا میرے دن بدل جائیں گے؟

اس وقت مغرب کی اذان ہوئی اور میں نے اٹھ کر وضو کیا..... صدق دلی سے اپنے خالق کے حضور جھک گیا جب میں نے دعا کے لئے ہاتھ بلند کئے تو میری آنکھوں میں آنسو تھے میں نے خدا کا شکر ادا

کیا۔نماز پڑھنے کے بعد میں رات گئے تک اس قلمی نسخے کا مطالعہ کرتا رہا۔

اوراس کے دوسرے ہی دن میں نے اپنے لئے ایک عمل کا انتخاب کیا.....مگر عمل کا یہ وقت وہ تھا جب میں بچوں کو پڑھاتا تھا۔ .....بچے آئے تو میں نے ان سے کہہ دیا کہ آج سے میں تمہیں نہ پڑھاسکوں گا اس لئے کہ میں اس وقت.....ایک ضروری کام کرنا چاہتا ہوں.....بچے چلے گئے.....اوراس کے ساتھ ہی میری دووقت کی روٹی بھی لے گئے.....میرے پاس بہت ہی کم پیسے جمع تھے جن سے میں نے یہ انتظام کیا کہ جتنے عرصے میں عمل میں مصروف رہوں میرے کھانے پینے کا انتظام ہوجائے کسی کے سامنے ہاتھ پھیلاتے ہوئے مجھے شرم آتی تھی۔ حالانکہ میں چاہتا تو اپنے کسی دوست یا شناسا سے کچھ رقم ادھار لے

سکتا تھا.....مگر ادھار لے کر ادائیگی کہاں سے کرتا۔ پھر اپنے اندر اتنی ہمت کہاں سے لاتا کہ دست سوال پھیلا سکتا۔

عمل کے لئے ضروری تھا کہ میں کم سے کم لوگوں سے ملوں سو میں نے عمل شروع کرنے سے پہلے اپنے ملنے جلنے والوں اور دوست احباب کو اس بات سے مطلع کر دیا کہ میں ایک کتاب لکھ رہا ہوں جس کے لئے یکسوئی چاہیے اس لئے وہ مجھ سے اس عرصے میں نہ ملیں انہوں نے میری بات کا خوب جی بھر کے مذاق اڑایا۔ مجھے ان کی وہ ساری باتیں بہت کڑوی محسوس ہوئیں مگر خون کے سے گھونٹ پی کر رہ گیا میں انھیں یہ بات ہرگز نہیں بتانا چاہتا تھا کہ میں کوئی عمل کرنے والا ہوں یہ ہدایت بھی اس قلمی نسخے میں درج تھی کہ سوائے اپنے مرشد کے اس شخص کو جو تمہارے لئے عمل تجویز کرے کسی اور کو اس راز سے آگاہ نہ کرو کہ تم ہمزاد کے لئے عمل کر رہے ہو۔

میں نے یہ تمام تیاریاں کر کے ایک مرتبہ پھر قلمی نسخہ نکالا اور ان ہدایات کو غور سے پڑھنے لگا جو عمل کے دوران ضروری تھیں.....

مثلاً.....حاملہ عورت عمل نہ کرے۔ جس شخص کا کوئی عضو معطل ہو مثلاً ہاتھ پاؤں کٹا ہوا ہو یا بدن میں نمایاں نقص ہو وہ عمل نہ کرے.....جس شخص کو دماغی مرض ہو مثلاً سکتہ یا مرگی وغیرہ وہ عمل نہ کرے جب تک کہ پوری طرح تندرست نہ ہو جائے.....

زخمی حالت میں عمل شروع نہ کرے چاہے خواہ انتہائی معمولی زخم ہو۔ بواسیر کے مریض کو عمل نہ کرنا چاہیے فعل حیوانی کے عادی شخص کو عمل نہ کرنا چاہیے کیونکہ عمل کے دوران مجامعت سے قطعی پرہیز کرنا پڑے گا۔

میں نے خود کو ان تمام شرائط کا پابند پایا اس کے علاوہ عمل کے دوران کے لئے بھی مختلف ہدایات درج تھیں.....عامل درت کے

قریب قطعی نہ جائے لوگوں سے ملنا جلنا بات چیت کرنا کم کر دے۔
گوشت انڈا مچھلی نہ کھائے خوراک زود ہضم ہو، سادہ ہو،
.....ہر روز نہائے اور سر میں مالش کرے رات کا عمل ہو تو دن
میں خوب سویا کرے اونگھنے سے عمل باطل ہو جاتا ہے عمل کے وقت
شک و شبے کو دل میں نہ پیدا کرے اپنی حفاظت کا مکمل انتظام کرے تا
کہ دوران عمل کوئی نہ ٹوکے عمل کرنے کی جگہ پر اپنی ضروریات کی تمام
چیزیں رکھے بہتر یہ ہے کہ بدن پر صرف ایک کپڑا رکھے اور سارے
یہ کام ذریعے عمل کرنا ہو تو صرف چست جانگیہ پہنے ہو کہ سادہ کپڑے
کا ہو۔ غصہ لڑائی جھگڑا کسی سے نہ کرے کتابوں کا مطالعہ کرتا رہے
وغیرہ۔

.....ان سب باتوں کے علاوہ جگہ اور وقت کی پابندی
.....انتہائی ضروری ہے.....

میں نے اپنے لئے عملِ آفتابی کا انتخاب کیا تھا اس عمل کے لئے ضروری تھا کہ سورج طلوع ہونے کے بعد شروع کیا جائے۔

میں نے سب سے پہلے جگہ کا انتخاب کیا یہ جگہ کھلے میں تھی شکستہ حصے اور میرے رہائشی حصے کے درمیان.....میں نے حویلی کا پھاٹک اندر سے بند کیا اور منتخب جگہ پہنچ گیا یہ نو یا دس بجے کا وقت تھا عمل مجھے صرف دو گھنٹے کرنا تھا.....میں نے فیصلہ کیا تھا کہ دس بجے سے بارہ بجے تک عمل کیا کروں گا میں نے اپنے تمام کپڑے اتار دیئے ستر پوشی کے لئے میرے جسم پر صرف ایک لنگوٹ تھا میں سورج کی طرف پشت کر کے کھڑا ہو گیا میرا سایہ میرے سامنے زمین پر صاف نظر آ رہا تھا اور نزدیک و دور کوئی اور سایہ نہیں تھا جب کہ ہدایات میں درج تھا کہ میرے عمل کو کوئی دوسرا سایہ خراب نہ کر دے اب میں نے حسب ہدایت اپنے سائے کی گردن کے مقام پر خوب

توجہ اور شوق سے دیکھنا شروع کیا چند منٹ بغیر پلک جھپکائے سائے کو دیکھنے سے میری نظر کچھ تھکنے لگی تو میں نے سائے سے نظر ہٹا کر اوپر آسمان کو دیکھنے شروع کر دیا، میں عمل کے وہ الفاظ بار بار دہرا رہا تھا جو اس قلمی نسخے میں تحریر تھے میں نے دیکھا کہ آسمان پر وہی سایہ دھندلا دھندلا سا نظر آ رہا تھا جو کچھ دیر پہلے میں زمین پر دیکھ رہا تھا.....خود میرا اپنا سایہ میں نے پلک جھپکائی تو آسمان سے سایہ غائب ہو گیا اور پھر میں نے دوبارہ اپنی ساری توجہ زمین سائے کو دیکھنے میں صرف کر دی میں سب کچھ انھیں ہدایات کے مطابق کر رہا تھا جو میں نے قلمی نسخے میں پڑھی تھیں یہ عمل مجھے پورے چالیس دن تک کرنا تھا۔

مجھے عمل کرتے ہوئے تقریباً 21 دن گزر چکے تھے لیکن اب تک کوئی خلاف معمول بات ظہور پذیر نہیں ہوئی تھیں.....آج

جمعرات کا دن تھا۔ اور میں حسب معمول عمل کرنے میدان میں پہنچ گیا تھا اس دن عمل شروع کرنے کے کچھ دیر بعد ہی مجھے ایسا محسوس ہوا کہ زمین میرے پیروں کے نیچے ہل رہی ہے میں نے کچھ دیر تو اپنی حالت پر قابو رکھا مگر جب مجھے اچانک ایک زور کی گڑگڑاہٹ سنائی دی اور ایسا لگا کہ حویلی کا پختہ حصہ میرے اوپر گرنے والا ہے تو میں گھبرا گیا میں نے عمل چھوڑ کر ایک دم گرتی ہوئی حویلی کی طرف دیکھا تو یہ دیکھ کر حیران رہ گیا کہ حویلی جوں کی توں تھی اب نہ گڑگڑاہٹ تھی نہ زمین ہلتی ہوئی محسوس ہو رہی تھی.....میرے پورے اکیس دن کی محنت اکارت ہو چکی تھی اب مجھے دوبارہ سے عمل شروع کرنا تھا .....اس لئے کہ قلمی نسخے میں لکھا تھا کہ اگر عمل کسی بھی سبب سے دو گھنٹے کے دوران رک جائے تو دوبارہ شروع سے دن گنے جائیں اور شروع سے عمل پڑھا جائے.....ورنہ کوئی نتیجہ نہ

نکلے گا۔

میں سمجھ گیا کہ میں جس قوت کو اپنے قابو میں کرنا چاہتا تھا وہ میری راہ میں روڑے اٹکا رہی ہے تا کہ میں اپنا عمل مکمل نہ کر سکوں اور اسے اپنا غلام نہ بنا سکوں مگر میں نے بھی پختہ ارادہ کر لیا اس قوت کو ضرور حاصل کروں گا.....اب مسئلہ یہ تھا کہ میں اپنے کھانے پینے کا کہاں سے انتظام کروں میں نے بمشکل چالیس دن کا انتظام کیا تھا اور اب بقیہ 19 دن کے لئے تو تھا مگر 21 مزید جو ہیں ان کا کیا ہوگا؟.....یہ سوچ کر میں پریشان ہو گیا.....اور اب تک میں نے جس بات سے گریز کیا تھا آخر کار اس پر آمادہ ہو گیا میں نے اپنے ایک دوست سے کچھ پیسے قرض لے لئے اس وعدے پر کہ چالیس دن بعد واپس کر دوں گا۔ مجھے یقین تھا کہ اگر میں نے اپنا عمل پورا کر لیا تو عیش ہی عیش ہوں گے اور روپے پیسے کی میرے

پاس کمی نہ ہوگی۔

میں نے ایک مرتبہ پھر عمل شروع کیا، اس مرتبہ بھی مجھے عمل کے شروع کرتے ہی عجیب عجیب واقعات سے سابقہ پڑا۔ طرح طرح کا خوف ہوا مگر میں عمل کرتا رہا میں نے کسی طرح 30 دن مکمل کر لئے اب منزل مجھے بہت قریب نظر آنے لگی تھی اس دن اتفاق سے جمعرات تھی، میں نے جیسے ہی عمل شروع کیا ڈراؤنی اور ہیبت ناک شکلیں میری نظروں کے سامنے آنے لگیں اور خوفناک آواز نے مجھے ..... ہلا دیا۔ یہ آواز میں دم بہ دم مجھے اپنے نزدیک آتی ہوئی محسوس ہو رہی تھی۔ لیکن اس کے باوجود میں دل سخت کیے عمل پڑھتا رہا اچانک ایسا محسوس ہوا کہ سخت آندھی اور طوفان آنے والا ہے مجھے اپنا سایہ بھی نظروں سے اوجھل ہوتا محسوس ہوا اور ایسا لگا جیسے میں اس تیز آندھی میں کھڑا نہ رہ سکوں گا اور اس کے ساتھ اڑ جاؤں

گا۔اب میری قوتِ برداشت جواب دے چکی تھی، میں گھبرا کر حویلی کے پختہ حصے کی طرف بھاگا۔ابھی میں حویلی میں داخل بھی نہ ہو پایا تھا کہ میرے حواس لوٹ آئے میں نے دیکھا کہ سورج پہلے کی طرح آب وتاب کے ساتھ چمک رہا ہے نہ آندھی اور نہ ہی طوفان اور نہ بارش کے آثار ہیں میں وہیں سر پکڑ کر رہ گیا، میں وہاں سے اٹھا تو میری آنکھوں کے آگے اندھیرا آ گیا اپنا سب کچھ چھوڑ کر اس پراسرار قوت کو حاصل کرنے میں لگ گیا تھا، اب کیا ہوگا یہ سوال بار بار میرے ذہن میں آ رہا تھا اب خوراک بھی مشکل سے نو دس دن کے لئے رہ گئی تھی پھر یہ کہ وہ قرضہ کہاں سے ادا کروں گا جو میں نے اپنے دوست مجید سے لیا تھا۔یوں بھی خصیص آدمی ہے بڑی مشکل سے تو پیسے دینے پر آمادہ ہوا دوسرے یہ کہ اگر اسے کسی طرح ٹال بھی دیا گیا تو مزید پیسے آئندہ خوراک کے لئے کہاں سے آئیں گے.....

مجید سے اور پیسے کسی شکل میں پھر؟.....پھر یہ کہ کسی اور دوسرے دوست سے پیسے مانگ کر قسمت آزمائی جائے اس وقت میرے کام کون آسکتا تھا۔؟ میں بڑی شدت کے ساتھ اس پر غور کر رہا تھا کہ آخر کار میں نے فیصلہ کیا کہ سہراب خاں سے مدد لی جائے میں اس کے گھر چلا گیا اور جب کسی طرح میں اسے پیسے دینے پر آمادہ کر چکا تو اس نے کہا ٹھیک ہے پیسے لے جاؤ مگر تم ایک نوجوان آدمی ہو کوئی کام دھندا دیکھو، تمہیں اس طرح زندگی گزارتے ہوئے شرم نہیں آتی تمہیں۔ اس کی کڑوی کسیلی باتیں سر جھکائے سنتا رہا اور ابھی یہ سوچ ہی رہا تھا کہ اسے کیا جواب دوں کہ مجید وہاں پہنچ گیا اس نے سہراب خان کا فقرہ شاید سن لیا تھا وہ آتے ہی بولا۔ یار اسے پیسے ویسے مت دینا اس کی عادت ہی بھیک مانگنے کی ہوگئی ہے کچھ دن پہلے مجھ سے پیسے ادھار لے گیا تھا جواب تک واپس نہیں کیے سہراب نے

اب یہ بات سنی تو میری طرف دیکھا اور پوچھا۔ کیوں کرامت!
کیا مجید صحیح کہہ رہا ہے؟.....میں تو کیا جواب دیتا، مجید پھر
بول پڑا۔ یہ کیا جواب دے گا اس نے بے حیائی لا در کھی ہے کہتا ہے۔
کتاب لکھ رہا ہوں ادیب بنے گا، ہونہہ.....مجھے جیسے
سانپ سونگھ گیا تھا وہ کہے جا رہا تھا اچھے خاصے بچے پڑھاتا تھا گزر بسر
ہو رہی تھی مگر بیٹھے بٹھائے ادیب بننے کا شوق فرمانے لگے موصوف۔
پھر جب بغیر محنت پیسے ملیں تو محنت کون کرے.....اس وقت
میرے دل میں خیال آیا کہ عمل وِل پر لعنت بھیج کر دوبارہ بچوں کو
پڑھانا شروع کر دوں.....لیکن فوراً ہی خیال آیا کہ اس
خبیث کے پیسے کہاں سے واپس کروں گا اور کیا میں زندگی بھر ان ہی
دکھوں میں گزار دوں گا.....کیا میرے نصیب میں
خوشحالی نہیں؟.....میرا عمل پورا ہو گیا تو پھر ساری زندگی سکھ ہی

سکھ ہے میں نے اس وقت دل کے فیصلے برداشت کر لینا چاہیے
مصلحت اسی ہیں ہے یہی سوچ کر میں نے پہلی مرتبہ لب کشائی کی
.....مجید نے جو کچھ کہا ہے درست ہے میرے اوپر اس کی رقم
واجب ہے مجھے اس سے انکار نہیں لیکن میں جو کتاب لکھ رہا ہوں اس
میں ابھی تقریباً چالیس دن اور لگیں گے اس کے بعد کتاب فروخت کر
دوں گا اور نہ صرف مجید کے پیسے ادا کر دوں گا بلکہ تم سے جو پیسے لے
رہا ہوں وہ بھی اسی وقت ادا کر دوں گا، یہ میرا وعدہ ہے میں جانتا ہوں
تم لوگ میرے سچے دوست ہو مجھے تم لوگوں پر ناز ہے اس وقت اگر تم
لوگ میری مدد کرو گے تو زندگی بھر تمہارا احسان نہیں بھولوں گا
.....میرا مستقبل بن جائے گا۔ میں کافی دیر تک منت سماجت
کرتا رہا یہاں تک کہ میں نے انھیں رام کر لیا سہراب سے پیسے لے
کر سب سے پہلے میں نے کھانے پینے کا سامان خریدا اور پھر ایک

نئے عزم اور حوصلے کے ساتھ چالیس دن تک کے لئے حویلی کا بڑا پھاٹک لگا دیا۔ میں نے اپنے دل میں اس مرتبہ مضبوط عہد کیا تھا کہ چاہے کچھ بھی ہو جائے میں اپنا عمل ترک نہیں کروں گا چاہے زندگی رہے کہ چلی جائے آخر اس ذلیل وخوار ہونے سے کیا حاصل؟.....

میں نے دوسرے دن سے عمل پھر شروع کر دیا، دس دن سکون سے گزر گئے گیارہویں دین سے مجھے پھر وہی خوفناک صورتیں نظر آنے لگیں کبھی کسی شیر کی دھاڑ سنائی دیتی اور میرے وجود کو ہلا جاتی تو کبھی ہیبت ناک بلائیں چیختی مجھے اپنے اوپر حملہ آور ہوتی ہوئی محسوس ہوتیں مگر میں ان سب سے بے پرواہ اپنے عمل میں مصروف رہا دن گزرتے رہے اب وہ دھندلا سا ہیولا رفتہ رفتہ واضح ہونے لگا تھا، جو مجھے آسمان پر نظر آتا تھا اور جوں جوں دن گزرتے جا رہے تھے ایسا

لگتا تھا کہ اب کچھ دن بعد ہی وہ زمین پر اتر آئے گا، اب مجھے عمل شروع کیے 33 دن گزر چکے تھے اور عمل پورا ہونے میں صرف 7 دن باقی تھے، خدا خدا کر کے یہ کڑے دن بھی میں نے گزار لئے آخری دن پھر مجھے زمین ہلتی ہوئی محسوس ہوئی مگر اب سب حربے پرانے ہو چکے تھے اور میں ان سے ڈرنے والا نہیں تھا.....آخری دن عمل کا وقت پورا ہونے والا تھا میرا دل تیزی کے ساتھ سینے میں دھڑک رہا تھا آخر وقت پورا ہو گیا، اور اسی وقت مجھے ایسا محسوس ہوا کہ کوئی زور زور سے حویلی کا دروازہ پیٹ رہا ہے عمل کا وقت ختم ہو ہی چکا تھا میں تیزی سے حویلی کے پھاٹک کی طرف دوڑا۔ پھاٹک کھولتے ہی مجھے ایک شخص نظر آیا یہ کوئی مسافر معلوم ہوتا تھا اس کے سر پر سامان رکھا تھا اور چہرہ چادر سے کسی قدر چھپا ہوا تھا۔

.....میں نے اس سے پوچھا کیا بات ہے کس سے ملنا

ہے۔؟؟.....

''وہ بولا۔ مجھے اسٹیشن جانا ہے راستہ بتا دو۔''

میں نے اسے ہاتھ کے اشارے سے راستہ بتاتے ہوئے کہا اس سیدھی سڑک پر چلے جاؤ کچھ دور جا کر دائیں ہاتھ مڑ کر تمہیں اسٹیشن کی عمارت نظر آنے لگے گی یہ کہہ کر میں پھاٹک بند کرنے ہی والا تھا کہ وہ بولا۔ کیا میں چلا جاؤں؟''

''میں نے کہا ہاں جاؤ''

وہ پھر بولا۔.....کیا میں واقعی جاؤں تم مجھے روکو گے نہیں۔؟''

''میں نے جھنجھلا کر کہا میں تمہیں کیوں روکتا بڑی خوشی سے جاؤ۔..

اس نے پھر کہا۔ سوچ لو۔ میں پھر نہیں آؤں گا پھر مجھے مت بلانا،

پھر کہتا ہوں تمہیں مجھ سے کوئی کام تو نہیں ہے کیا میں تمہیں چھوڑ کر چلا جاؤں۔.....

اب مجھے غصہ آ گیا، عجیب آدمی ہو.....کہہ دیا مجھے تم سے کوئی کام نہیں میں تمہیں نہیں روکوں گا، نہ واپس بلاؤں گا.....

اچھا تو پھر میں چلتا ہوں۔ یہ کہہ کر مسافر نے اپنے چہرے سے چادر ہٹا دی میں اس کی صرف ایک جھلک دیکھ سکا.....لیکن اس سے پہلے کہ میں اس سے رکنے کے لئے کہتا وہ میرے دیکھتے ہی دیکھتے میری آنکھوں کے سامنے سے غائب ہو گیا۔.....

.....میں چیخا.....ہمزاد.....میرا ہمزاد۔

.....مگر وہ جا چکا تھا اور اب دور دور تک سناٹا تھا، میں نے دیکھا کہ وہ ہو بہو میری شکل کا تھا، ناک نقشہ چہرہ مہرہ سب کچھ وہی جیسے میں خود کو آئینے میں دیکھوں، میں نے سوچا اور مجھے چکر سا آ گیا وہ مجھے اس بار بھی جل دے گیا وہ خود میری اجازت سے چلا گیا.....

میں نے آخر یہ کیا کیا.....میں وہ ہدایات کیوں بھول گیا جو

قلمی نسخے میں درج تھیں کہ ہمزاد یا جسم لطیف قابو میں آنے کے بعد بھی طرح طرح سے یہ کوشش کرتا ہے کہ عامل خود اسے آزاد کرنے پر آمادہ ہو جائے وہ ہر طرح عامل کو دھوکا دینے کی کوشش کرتا ہے مگر جب ایک مرتبہ عامل اسے اپنے قبضے میں کر لیتا ہے اور اس کے ساتھ ہمزاد عہد و پیمان کر لیتا ہے شرائط ہو جاتی ہیں تو ہمزاد عامل کا ہر حکم بجا لانے پر مجبور ہو جاتا ہے..... مجھے میرا ہمزاد جل دینے میں کامیاب ہو گیا اس طرح ساری محنت اور ریاض بیکار ہو گیا تھا آخری وقت میں یہ شکست مجھے بڑی مہنگی پڑی تھی..... مگر اب میری زندگی کا مقصد ہی اسے حاصل کرنا تھا، کسی بھی قیمت پر میں اسے حاصل کروں گا۔..... میں نے اپنے دل میں فیصلہ کر لیا ..... مگر کس طرح اب کس طرح؟..... پھر چالیس دن میں۔ لیکن ان چالیس دنوں میں کھاؤں گا کیا..... میں

پورے دن یہی سوچتا رہا۔.....اور آخر کار میرے ذہن میں ایک ترکیب آ ہی گئی.....

میں دوسرے دن صبح ہی ٹھیکیدار عبدالستار سے ملا اور انھیں بڑی مشکل سے اس بات پر آمادہ کیا کہ وہ حویلی کے شکستہ حصے کا ملبہ اٹھوالیں بہت کم پیسوں پر وہ رضامند ہوئے لیکن پھر بھی وہ اتنے پیسے بہر حال تھے کہ میں اپنے دونوں دوستوں کا قرضہ اتار سکوں اور اپنے لئے بھی کم از کم دو ماہ کے کھانے پینے کا انتظام کر سکوں، ویسے بھی مجھ اکیلے کے لئے کسی بہت بڑے کرچ کی ضرورت نہیں تھی اور آج کل تو میں نے گوشت وغیرہ بھی کھانا ترک کر دیا تھا، بہت سادہ اور کم خوراک سے میں خود کو کسی طرح زندہ رہنے کے قابل بنائے ہوئے تھا، ہر چند کی اس سے میری صحت پر کوئی اچھا اثر نہیں پڑا تھا، میرے رخساروں کی ہڈیاں ابھر آئی تھیں، اور آنکھیں حلقے میں دھنس گئی تھی، میں آئینہ دیکھتا

تو دیکھتا رہ جاتا کیا یہ میں ہوں؟ ایسا تو کبھی نہیں تھا میں سوچتا .....مگر حالات نے مجھے اس حد تک پہنچا دیا تھا۔

کام شروع ہو گیا ملبہ اٹھایا جانے لگا ظاہر ہے سینکڑوں من ملبہ تھا ایک دن کا تو کام نہیں تھا.....میرے دوست میرے اس عمل پر طرح طرح کی قیاس آرائیاں کر رہے تھے مگر میں ان سب سے الگ آجکل کسی ایسے عمل کی تلاش میں تھا جیسے میں رات کے وقت مکمل کروں، میں اس ضخیم قلمی نسخے کا بڑی توجہ سے مطالعہ کر رہا تھا اس کا سبب یہ تھا کہ مزدور صبح ہی سے آ کر کام شروع کر دیتے تھے اور مجھے عمل کرنے کے لئے جس تنہائی کی ضرورت تھی وہ مفقصود تھی، آخر میں نے اس قلمی نسخے میں اپنا مطالعہ عمل شروع کر ہی لیا۔ اس عمل کا نام عملِ شمسی تھا اس کے لئے ہدایات یہ درج تھیں کہ ایک کانسی کا چراغ جلا کر ایک صاف ستھرے کمرے میں رکھا جائے اور چراغ کی

طرف پشت کر کے رات بارہ بجے سے دو بجے کے درمیان یہ عمل کیا جائے.....باقی ہدایات وہی تھیں جو اس سے پہلے عمل کے لئے تھیں فرق صرف اتنا تھا کہ سورج کی جگہ اب چراغ تھا اور آسمان کی جگہ چھت اب اگر اپنے سائے کو دیکھتے دیکھتے تھک جاؤں تو مجھے چھت کی طرف دیکھنا تھا.....دوسرا بڑا فرق اس عمل میں یہ تھا کہ یہ پہلے عمل سے طویل تھا یعنی چالیس دن کے علاوہ 22 دن مزید بڑھ گئے تھے ان 21 دنوں میں مجھے کیا کرنا تھا اس کے متعلق الگ تفصیل تھی.....وہ یہ کہ مجھے سب سے پہلے تو اپنے نام کے اعداد نکالنے تھے اور جتنے اعداد نکلنے تھے اتنی ہی مرتبہ روز رات کے وقت یہ عمل ایک شیشہ سامنے رکھ کر اپنی ہی شکل پر نظر جمائے ہوئے پڑھنا تھا، اور دل میں یہ تصور رکھنا تھا کہ میرا ہمزاد بہت جلد شیشے سے باہر آ کر میری اطاعت کرے گا۔

عمل پڑھتے وقت مجھے ایک روٹی پر ذرا سا گھی اور شکر بھی رکھنا تھا اور بعد میں عمل اس پر دم کر کے ایک ایسے چوراہے پر اس روٹی کو رکھنا تھا جو عام گزرگاہ نہ ہو، جہاں سے بہت کم لوگ گزرتے ہوں یا نہ گزرتے ہوں روٹی رکھ کر مجھے یہ الفاظ ادا کرنے تھے۔ اے ہمزاد یہ تم کھالو۔ اس کے بعد مجھے واپس آجانا تھا نہ پیچھے مڑ کر دیکھنا تھا اور نہ راستے میں آتے جاتے کسی سے گفتگو کرنی تھی یہ عمل مجھے روز رات کو ایک مقررہ وقت پر کرنا تھا اور روٹی صبح ہونے سے پہلے کسی منتخب چوراہے پر رکھ آنی تھی مجھے یہ عمل مجھے پورے 22 دن کرنا تھا اور 23 ویں دن روٹی نہیں پہنچانی تھی اور اگر کوئی خواب میں یا تحریر سے یا زبانی مجھ سے کہے کہ آج روٹی کیوں نہیں بھیجی تو مجھے سمجھ لینا چاہیے کہ عمل کارآمد ہو گیا 22 ویں دن سے پھر روٹی پہنچانا شروع کر دینا۔ چاہیے اگر ہمزاد زبانی کہے تو صرف یہ جواب دینا تھا کہ اب روٹی برابر

پہنچائی.....جائے گی.....اگر خواب یا تحریر سے کہے تو پھر جواب کی کوئی ضرورت نہیں اس کے بعد مجھے پس پشت چراغ جلا کر 40 دن یہی عمل کرنا تھا اور عمل کے دوران اپنے چاروں طرف حصار کھینچنا تھا.....میں نے عمل شمعی کے بارے میں .....پوری تفصیلات و جزیات کو اچھی طرح ذہن نشین کر لیا اور اللہ کا نام لے کر عمل شروع کر دیا ابھی مجھے عمل شروع کئے دن دن ہی گزرے تھے کہ برسات شروع ہو گئی حویلی کے شکستہ ملبے کا اٹھانا کچھ دن کے لئے ٹھیکیدار نے بند کر دیا میں نے شہر سے باہر ایک چوراہے کو اس مقصد کے لئے منتخب کر لیا تھا کہ میں ہر رات صبح سے پہلے وہاں ایک روٹی رکھ آیا کروں گا میں پابندی سے اپنے عمل پر قائم تھا کئی مرتبہ روٹی رکھ کر لوٹتے ہوئے مجھے خوف سا محسوس ہوا کئی بار ایسا لگا جیسے مجھے کوئی پکار رہا ہے مگر میں نے کبھی مڑ کر نہیں دیکھا ایک مرتبہ تو مجھے

اپنے مرحوم نانا کی آواز سنائی دی وہ کہہ رہے تھے بیٹے ادھر آؤ تم کیوں پریشان ہو میں تمہیں کامیابی کا راستہ بتاتا ہوں سنو ادھر آؤ اچانک چلتے چلتے میرے قدم رک گئے میرے ذہن میں تیزی سے یہ خیال گردش کر گیا کہ یہ نانا کی آواز نہیں۔ میرا فریب سماعت ہے۔ نانا کو مرے ہوئے تو ایک طویل عرصہ گزر چکا ہے یقیناً یہ وہی پراسرار قوت ہے جو مجھ سے عمل ترک کرالینا چاہتی ہے تاکہ میں اسے اپنے قابو میں نہ کر سکوں اس خیال کے ساتھ ہی میں پھر چل پڑا اس مرتبہ ایک عورت کی طویل چیخ نے میرا پیچھا ہلا دیا، اندھیری رات اور دور دور تک سناٹا شہر سے باہر ویرانہ قریب ہی ایک قبرستان مجھے طرح طرح کے خیالات ستانے لگے مگر میں جی کڑا کئے سب کچھ سنتا رہا اور درگزر کرتا ہوا اپنی حویلی کی طرف چلا آ رہا تھا پھر تو ہر رات یہ معمول ہو گیا مجھے کوئی نہ کوئی ہیبت ناک واقعہ نظر آ ہی جاتا۔

میں نے 22 دن پورے کر لئے اور جیسے ہی اپنی حویلی آ کر صبح کی نماز پڑھ کر میں سویا میں نے ایک بہت ہی بھیانک خواب دیکھا.....

میں نے دیکھا کہ میں اپنے کمرے میں حصار کھینچے عمل پڑھنے میں مصروف ہوں کہ حصار سے باہر مجھے ایک شخص نظر آیا، اس شخص کی پشت میری طرف تھی اس شخص نے ہاتھ ہوا میں بلند کیا اور اس کے ساتھ میں کچھ لکڑیاں نہ جانے کہاں سے آ گئیں وہ لکڑیاں جمع کرتا اور جب خاصی جمع ہو گئیں تو اس نے کسی نادیدہ شخص سے پکار کر کہا۔

اینٹیں۔ اور دوسرے ہی لمحے بہت سی اینٹیں جمع ہو گئیں اس شخص کے پاؤں کے پاس رکھی تھیں جو اس سے پہلے وہاں نہیں تھی اس شخص نے ذرا فاصلے سے اینٹیں تلے اوپر رکھ کر ایک چولہا سا بنا دیا، پھر اس میں لکڑیاں رکھ دیں اب تک اس کا چہرہ میری طرف نہ ہوا تھا، کڑھاؤ اس شخص کی آواز پھر بلند ہوئی اس مرتبہ میں کچھ چونک سا پڑا اس لئے

کہ اس کی آواز بہت حد تک میری آواز سے مشابہہ تھی میں نے دیکھا کہ دوسرے ہی لمحے چولہے پر ایک بڑا کڑھاؤ رکھا ہوا تھا، پھر وہ شخص زور سے چیخا، اس میں تیل بھی ڈالو، اب جو میں نے دیکھا تو ایسا لگا۔ ٹین کے کنستر جن میں سرسوں کا تیل بھرا تھا خود بخود آ کر کڑھاؤ میں اپنا تیل الٹ رہے ہیں جب کہ انہیں الٹنے والا یا الٹانے والے قطعی نظروں سے غائب تھے، میں اسی طرح حصار میں بیٹھا ہوا حیرت سے یہ سب کچھ دیکھ رہا تھا جب تیل اس بڑے کڑھاؤ میں لبالب بھر گیا تو اس شخص نے چولہے میں آگ لگا دی کچھ دیر بعد کڑھاؤ میں تیل کھولنے لگا۔ اس شخص نے پھر کسی نادیدہ وجود کو اپنی طرف بلایا اور کہا شیخ کرامت کو لاؤ۔ اور اس کے ساتھ ہی میں نے دیکھا کہ میں اس کے پیروں کے پاس پڑا ہوں میرے ہاتھ پیر بندھے ہوئے ہیں میں حصار میں بیٹھا ہوا سب کچھ حیرت سے دیکھ رہا تھا اور میری عقل

حیران تھی میں جب کہ حصار میں موجود ہوں تو وہ کون ہے جو اس شخص کے پیروں کے پاس بندھا پڑا ہے.....لیکن مجھے زیادہ سوچنے کا وقت نہیں ملا اس شخص نے بڑے اطمینان سے اپنی کمر میں بندھا ہوا خنجر کھینچا اور میری گردن پر پھر دیا، یعنی میرے اس وجود کی گردن پر جو حصار سے باہر تھا یا جو میرا ہم شکل تھا.....میرے منہ سے چیخ نکلتے نکلتے رہ گئی مگر میں نے عمل پڑھنا ترک نہ کیا اس شخص نے میرے ہم شکل کا گلا کاٹ کر الگ کر دیا میں دیکھ رہا تھا کہ اسکے کٹے ہوئے نرخرے سے تازہ تازہ خون بہہ رہا تھا اور پورے کمرے میں پھیل رہا تھا.....پھر اس شخص نے میرے دوسرے وجود کے پاؤں کاٹے اس کے بعد اس نے میرے پاؤں اور سر پکڑ کر کھولتے ہوئے کڑھاؤ میں ڈال دیئے اور پھر چند لمحے بعد ہی انہیں نکال لیا وہ میرا سر کھا رہا تھا اچانک اس کا رخ میری طرف ہو گیا اور

میرے منہ سے چیخ نکل گئی وہ شخص بھی قطعی میرا ہم شکل تھا۔

.....چیخ کے ساتھ ہی میری آنکھ بھی کھل گئی میں سمجھ گیا کہ یہ ڈراؤنا اور بھیانک خواب اس پراسرار قوت کی طرف سے میرے لئے ایک طرح کی تنبیہہ ہے.....لیکن میں تو اپنی زندگی کا حاصل ہی اب ہمزاد کو اپنے قابو کرنا بنا چکا تھا.....اس لئے رات ہوتے ہی میں نے اپنا عمل شروع کر دیا آج سے مجھے چراغ جلا کر عمل کرنا تھا، اور آج روٹی بھی نہیں پہنچانی تھی۔

میں نے اپنے چاروں طرف پہلے حصار کھینچا اور اس کے بعد عمل شروع کر دیا میری پشت چراغ کی طرف تھی اور میرا سایہ میرے سامنے پڑ رہا تھا اس وقت رات کے ٹھیک 12 بجے تھے ابھی مجھے عمل شروع کئے ایک گھنٹہ بھی نہ گزرا تھا کہ مجھے محسوس ہوا جیسے اس بند کمرے میں صرف میں ہی اکیلا نہیں ہوں کوئی اور بھی ہے یہ خیال

آتے ہی میرے رونگٹھے کھڑے ہو گئے اچانک ایک زوردار آواز کے ساتھ دروازہ کھلا اور ہوا کا ایک تیز و تند جھونکا کمرے میں داخل ہوا مجھے لگا جیسے چراغ کی لو بہت زور سے تھرتھرائی ہو مگر کمرہ روشن تھا جس سے میں نے اندازہ لگایا کہ ابھی بھی میری پشت پر چراغ جل رہا ہے مگر اس تیز ہوا میں چراغ کیوں نہیں بجھا۔؟ اس خیال کے ساتھ ہی مجھے یاد آ گیا کہ سب کچھ میرا وہم اور فریب نظر بھی ہو سکتا ہے اس کے ساتھ ہی میں پھر پوری توجہ کے ساتھ عمل پڑھنے میں مصروف ہو گیا میرا سایہ بھی اب کانپنے لگا تھا جیسے چراغ کی لو بہت تیزی کے ساتھ تھرتھرا رہی ہو۔ لیکن اب لگا تھا جیسے چراغ بجھ جائے گا، میں ایک نتیجے پر پہنچ چکا تھا کہ یہ سب وہم ہے میرے کمرے کا دروازہ بدستور بند ہے اور ہوا بھی کمرے میں تیزی کے ساتھ نہیں آ رہی.....یہ سب اس نادیدہ اور پراسرار قوت کے کرشمے ہیں جسے بس میں کرنے

کے لئے یہ سب کر رہا ہوں، ایک مرتبہ پھر آندھی کا سا شور سنائی دیا اور اسی کے ساتھ میں نے دیکھا کہ میرے سامنے حصار سے باہر کوئی شخص میری طرف پشت کئے کھڑا ہے میں چونک پڑا۔ یہ تو قطعی خواب والا ہی شخص معلوم ہوتا ہے چند لمحوں ہی میں اس بات کی تصدیق ہوگئی.....جو کچھ میں نے خواب میں دیکھا تھا بالکل وہی کام ہو رہا تھا، اور جب وہ منظر میری آنکھوں کے سامنے آیا کہ وہ اجنبی شخص میرے ہم شکل کا سر کھا رہا ہے اور اس کا چہرہ میری طرف ہے تو میرے منہ سے چیخ نکلتے نکلتے رہ گئی میں اسے دیکھنے پر مجبور تھا اس لئے کہ وہ میرے سائے کے برابر ہی بیٹھا ہوا تھا اور مجھے اپنا عمل جاری رکھنے کے لئے سائے کی طرف دیکھنا لازمی تھا، یہ سارا منظر میرے سائے کے بالکل برابر نظر آ رہا تھا، میں نے اپنے عمل کی رفتار تیز کر دی، اس سے میرے دل کو کچھ تقویت ہوئی سائے پر

آنکھیں جمائے ہوئے مجھے کافی وقت گزر چکا تھا اور اب میری نظریں تھکنے لگی تھیں میں نے سائے سے نظر ہٹا کر چھت کی طرف دیکھنا شروع کر دیا میں نے چھت کی طرف دیکھا ہی تھا کہ میں حیران رہ گیا، چھت غائب تھی اور آسمان پر تارے چمکتے نظر آ رہے تھے میں چکرا گیا آخر چھت کہاں گئی؟ لیکن اسی وقت مجھے خیال آیا کہ یہ بھی فریب نظر ہو سکتا ہے میں نے چشم تصور سے دیکھا کہ ایک دھندلا سا ہیولا آسمان کی پہنائیوں میں نظر آ رہا ہے اسی وقت میں نے پلکیں جھپکائیں اور اب جو نیچے اپنے سائے کی طرف نظر کی تو نہ اس کے قریب میرے ہم شکل کا کٹا ہوا سر تھا اور نہ میرا وہ ہم شکل۔

اب عمل کا وقت بھی تقریباً پورا ہو چکا تھا..... مجھے کہیں دور سے اذان کی آواز سنائی دی اور میں نے عمل پڑھنا ختم کر دیا، یہ عمل مجھے رات 12 سے صبح اذان ہونے تک پڑھنا تھا..... میں

حصار سے باہر آیا چھت کی طرف دیکھا تو چھت اپنی جگہ موجود تھی کمرے میں سب کچھ اسی طرح تھا جیسے رات کو تھا، میں نے ایک بڑی سخت اور عذاب ناک رات گزاری تھی۔

فجر کی نماز پڑھ کر میں سو گیا، سو کر اٹھا تو مجھے صرف اتنا یاد تھا کہ میں نے خواب میں ہمزاد کو دیکھا ہے جس نے مجھے روٹی نہ پہنچانے کی شکایت کی ہے میں نے سوچا تو اس کا مطلب ہے کہ میرا عمل کامیاب جا رہا ہے مجھے معلوم تھا کہ اب مجھے روٹی کہیں کسی چوراہے پر جا کر نہیں رکھنی پڑے گی، بلکہ اپنے کمرے ہی میں عمل کے دوران اپنے حصار کے اندر اس پر دم کر کے رکھنی پڑے گی، اور عمل ختم کر کے روٹی حصار ہی میں چھوڑ کر کچھ عرصے کے لئے کمرہ خالی چھوڑ دینا پڑے گا، رات ہوئی میں نے یہی کیا اور صبح جب میں اپنی ہی حویلی کے ایک دوسرے کمرے میں نماز پڑھ کے اس کمرے میں داخل ہوا جس میں عمل کر رہا

تھا تو یہ دیکھ کر گنگ رہ گیا، کہ روٹی غائب تھی جب کہ میں کمرہ باہر سے لگا کر گیا تھا اور نماز پڑھ کر آنے کے بعد میں نے خود کھولا تھا۔

میرا عمل پورا ہونے میں اب صرف 9 دن باقی تھے دوپہر کا وقت تھا، میں ظہر کی نماز پڑھنے اور کھانا کھانے اٹھا تھا کسی نے پھاٹک کھٹکھٹایا میں نے اٹھ کر پھاٹک کھولا۔ دیکھا تو ٹھیکیدار عبدالستار کھڑے ہیں۔ وہ مجھے دیکھ کر بولے۔ میاں یہ تم نے کیا حال بنا رکھا ہے صورت نہیں پہچانی جاتی آخر ہو کن چکروں میں؟ تم تو ایسے اپنی حویلی میں قید ہوئے ہو کہ کہیں دکھائی ہی نہیں دیتے دن رات گھر میں پڑے رہتے ہو؟ کچھ پتہ تو چلے۔

میں نے خاں صاحب کو اندر بلا لیا اور اپنے کمرے میں.....بٹھا کر بولا.....بس خاں صاحب ایسا ہی ایک کام ہے۔..... جس کے لئے مجھے تنہائی چاہیے۔

خاں صاحب میری بات سن کر ہنسے اور بولے میاں صاحبزادے کیا کیمیا بنا رہے ہو؟ اماں اس چکر میں نہ پڑنا اچھے اچھے خاں ٹھکانے لگ گئے اس میں لاکھوں کے گھر خاک ہو گئے ہاتھ کچھ بھی نہ آئے گا، جو پاس میں پونجی ہے جمع جوڑ کر وہ بھی گنوا بیٹھو گے.....

میں نے کہا۔ خاں صاحب میرے پاس کون سی ایسی دولت رکھی ہے جو یہ شوق کروں گا، اور پھر کیمیا گری سے میرا کیا تعلق؟

میری بات سن کر خاں صاحب نے کہا۔ خیر میاں تم جانو۔ میں تو اس لئے آیا تھا کہ میرا ارادہ ہے کہ کل سے کام شروع کرا دوں اب بارش بھی بند ہو گئی ہے کیوں تمہارا کیا خیال ہے۔

جیسی آپ کی مرضی میں نے جواب دیا اس کے بعد خاں صاحب چلے گئے۔

دوسرے دن پھر ملبہ اٹھنے لگا حویلی پرانے وقتوں کی بنی ہوئی تھی۔

اینٹ کی جگہ پتھر بھی استعمال کیا گیا تھا.....

خاں صاحب اینٹیں پتھر اور دوسرا سامان اٹھوانے میں مصروف رہتے خاں صاحب دل کے ذرا خصیص ہی واقع ہوئے تھے وہ رتی بھر ملبہ حویلی میں نہیں چھوڑنا چاہتے تھے.....میں اپنے عمل میں مصروف رہا اور اب اس عمل کی آخری رات تھی.....اس رات.....مجھے پوری طرح سے محتاط اور ہوشیار رہنا تھا میرے علم میں تھا کہ میرے مستقبل کا دارومدار اس رات پر ہے مجھے نہ ڈرنا ہے نہ اپنا عمل ترک کرنا ہے اس رات میں تمام راتوں سے زیادہ مستعد اور چاق و چوبند تھا.....مگر خلاف معمول وہ رات سکون سے گزر گئی عمل ختم کر کے میں نے نماز پڑھی اور نماز پڑھتے ہی ایک دم مجھ پر غنودگی سی طاری ہوگئی.....جو اس سے پہلے ایک دم اس طرح کبھی طاری نہیں ہوئی تھی۔

میری آنکھ کسی کے زور زور سے دروازہ پیٹنے پر کھلی میں کچی نیند اٹھا دیا گیا تھا کوئی میرے کمرے کا دروازہ مسلسل پیٹ رہا تھا میں اٹھا اور دروازہ کھول دیا میں نے دیکھا کہ آٹھ دس مزدور دروازے کے باہر کھڑے ہیں اور ان کے چہروں پر ہوائیاں اڑ رہی ہیں، ان میں سے ایک مجھے دیکھ کر بولا۔ جی.....چراغ.....چراغ.....؟

کیا بات ہے صاف صاف بتاؤ؟ کیا چراغ؟ کیا کہنا چاہتے ہو تم .....میں نے اس سے پوچھا۔

کافی دیر بعد وہ اس قابل ہوئے کہ اپنی بات کا اظہار کر سکتے ان کی بات سن کر میں بھی چکرا گیا انہوں نے بتایا کہ وہ شکستہ حویلی کے ایک ہال نما برے کمرے کی ایک بنیاد کھود رہے تھے کہ تقریباً دس فٹ نیچے ان میں سے ایک کی کدال کسی چیز سے ٹکرائی جس سے ٹکرانے کے بعد بالکل ایسی آواز آئی جیسے کدال کسی دیگ سے یا کسی پیتل کے

برتن سے ٹکرائی ہو وہ سمجھے کہ یقیناً۔

یہاں کوئی دفن ہے.....انہوں نے جلدی جلدی آس پاس کا ملبہ صاف کیا۔

لیکن ملبہ ہٹانے کے بعد یہ دیکھ کر حیرت زدہ رہ گئے کہ وہاں کچھ بھی نہیں تھا کسی نے بنیاد پھر کدال چلائی پھر ویسی ہی آواز سنائی دی، انہوں نے جلدی جلدی بنیاد میں لگی ہوئی کیا اینٹیں ہٹانا شروع کیں لیکن ایک مرتبہ اینٹیں ہٹاتے ہٹاتے وہ سب اچھل پڑے۔ بنیاد میں دس فٹ نیچے ایک خانہ سا بنا ہوا نظر آیا جس میں ایک کانسی کا چراغ رکھا ہوا تھا جو روشن تھا.....

کانسی کا چراغ؟ میں نے سوچا میں بھی تو اپنا عمل ایک ایسے ہی کانسی جیسے ہی چراغ کے ذریعے کر رہا تھا.....میں ایک دم چونک گیا، ایک دم میری نظریں اس طرف اٹھ گئیں جہاں میرا چراغ رکھا ہوا

تھا.....میں چونک پڑا.....چراغ غائب تھا.....

میں نے مزدوروں سے کہا.....تم لوگ چلو میں ابھی آتا ہوں

ان کے جانے کے بعد میں نے تمام کمرے میں اپنا چراغ ڈھونڈا مگر

اس کا کہیں پتہ نہیں تھا.....میں صبح کمرے کا دروازہ لگا کر سویا

تھا اور مزدوروں کے آنے پر میں نے دروازہ کھولا تھا.....پھر

چراغ یہاں سے کیسے غائب ہو گیا جب کہ کمرے میں کوئی کھڑکی بھی

نہ تھی جس کے ذریعے کوئی کمرے میں داخل ہو کر چراغ چرا لے جاتا

.....چراغ سے مایوس ہو کر میں اپنے کمرے سے نکلا اور

حویلی کے شکستہ حصے کی طرف چل دیا۔ میں نے دیکھا کہ اب ٹھیکیدار

عبدالستار خاں بھی موجود تھے اور مزدوروں کے ہمراہ وہ بھی کچھ حیرت

زدہ سے دکھائی دے رہے تھے.....میں ان لوگوں تک پہنچا۔ وہ

اس جگہ سے کافی فاصلے پر کھڑے تھے جہاں کھدائی کا کام ہو رہا تھا۔

.....میرے آنے پر ٹھیکیدار نے کہا۔.....سمجھ میں نہیں آتا کیا ماجرا ہے۔؟ مزدور کھدائی کرنے اور ملبہ اٹھانے سے انکاری ہیں خدا معلوم یہ کیا چکر چل پڑا؟.....

چلئے آیئے دیکھتے ہیں۔ یہ کہہ کر میں اس طرف بڑھا جدھر بقول مزدوروں کے یہ حادثہ پیش آیا تھا میرے آگے بڑھنے پر خاں صاحب کی بھی ہمت بڑھی اور کچھ مزدور بھی ہمارے ساتھ چلنے لگے.....

میں نے اس جگہ پہنچ کر دیکھا کہ واقعی ایک جگہ تقریباً دس فٹ نیچے ایک بنیاد میں چراغ روشن تھا.....پہلے میں کچھ جھجکا مگر پھر ہمت کر کے نیچے اتر گیا اور چراغ اس جگہ سے اٹھالیا، وہ اب بھی اسی طرح جل رہا تھا میرے اس طرح چراغ اٹھا لینے پر کچھ لوگوں کے چہروں پر حیرت کے آثار نمودار ہوئے.....

یہ چراغ یہاں کس نے رکھا تھا؟.....میں نے مزدوروں کو

مخاطب کر کے سختی سے پوچھا.....میرا خیال تھا کہ مزدوروں ہی میں سے کسی نے حرکت کی ہے مگر میرے اور ٹھیکیدار کے لاکھ سختی سے پیش آنے کے باوجود کوئی مزدور یہ بتانے پر تیار نہیں ہوا کہ انہوں نے قسمیں کھا کھا کر یقین دلایا کہ چراغ انہوں نے اسی طرح بنیاد کے اندر جلتا ہوا دیکھا تھا،.....یہ چراغ میرے خیال کے مطابق وہی تھا جس کے ذریعے میں نے اپنا عمل شروع کیا تھا،.....میں نے آیۃ الکرسی پڑھ کر چراغ کو گل کر دیا، اور باہر نکل کر ٹھیکیدار سے بولا۔.....یہ چراغ میرا ہے کل ہی میرے کمرے سے کسی نے اسے چرا لیا تھا اور یقیناً۔ یہ حرکت یہیں کام کرنے والوں میں سے کسی کی ہے فکر کی کوئی بات نہیں.....کسی نے مجھے اور آپ کو ڈرانے کی کوشش کی ہے میرا خیال ہے کہ آپ کام شروع کرا دیجئے .....ٹھیکیدار میری باتوں سے مطمئن ہو گیا ہر چند کے میں ابھی

پوری طرح مطمئن نہیں تھا اور میری سمجھ میں نہیں آیا تھا کہ سب کیا ماجرا ہے..... ٹھیکیدار نے مزدوروں سے کام جاری رکھنے کے لئے کہا..... لیکن ان میں سے کوئی بھی کام کرنے پر آمادہ نہیں ہوا..... اور مجبوراً ٹھیکیدار کو کہنا پڑا..... اچھا ٹھیک ہے۔ ..... تم لوگ اپنا حساب لے جاؤ۔ میں دوسرے مزدوروں کا انتظام کرلوں گا۔

ان سب کو چھٹی دے دی گئی..... لیکن ٹھیکیدار صاحب کا خیال غلط ثابت ہوا وہ دن بھر دوسرے مزدوروں کی تلاش میں رہے مگر کوئی بھی یہاں کام پر راضی نہ ہوا تمام شہر میں یہ عجیب واقعہ مشہور ہو گیا اور یہ خبر میرے دوستوں تک بھی پہنچی وہ بھی اس کی تصدیق کرنے میرے پاس آئے غرض کہ دن بھر لوگ آتے رہے اور وہ جگہ دیکھتے رہے جہاں سے چراغ نکلا تھا۔

عشاء کی نماز پڑھ کر آج پہلی مرتبہ میں نے رات کو سونے کی تیاری کی میں عمل تو پورا کر ہی چکا تھا اور اب کسی قدر مایوس نہ تھا اس لئے کہ آج پورے چالیس دن مکمل ہو چکے تھے لیکن اب میں اس پراسرار قوت نے خود کو ظاہر نہیں کیا تھا.....نہ جانے میرے دل میں کیا آئی کہ میں نے اس چراغ کو اٹھایا اور زور زور سے زمین پر گھسنے لگا۔ مگر لا حاصل۔ اس کا کوئی نتیجہ نہ نکلا۔ اس کے بعد میں نے چراغ اپنے تکیہ کے نیچے رکھا اور سونے کے لئے تیار ہو گیا، لیکن نیند جیسے میری آنکھوں سے کوسوں دور چلی گئی تھی اب کیا ہوگا؟ کیا میں دوبارہ عمل شروع کر دوں، میں سوچ رہا تھا یا پھر اس زندگی کی طرف لوٹ جاؤں جو تلخیوں، ناکامیوں، اور محرومیوں سے بھری ہوئی ہے۔

.....بہت دیر تک میں ان باتوں پر غور کرتا رہا پھر میں نے سونے کی کوشش کی مگر نیند اب بھی مجھ سے دور تھی.....مجھے نیند

کیوں نہیں آ رہی ہے.....شاید اس لئے کہ آج رات میں بھوکا ہوں.....میں خود ہی سوال کر رہا تھا اور خود ہی ان کا جواب دے رہا تھا تھکن اور بھوک کے ساتھ ناکامی کے احساس نے مجھے نڈھال کر دیا تھا مجھ پر غنودگی سی طاری ہونے لگی اور قریب تھا کہ میں سو جاتا، مجھے ایسا لگا کہ جیسے کسی نے میرے سرہانے سے تکیہ کھینچ لیا ہو، میں ہڑبڑا کر اٹھ بیٹھا تا کہ واقعی پلنگ کے نیچے تھا میں نے جھک کر تکیا اٹھالیا کمرے میں لالٹین کی ہلکی ہلکی روشنی پھیلی ہوئی تھی جس کی لو میں نے لیٹنے سے پہلے مدہم کر دی تھی۔ میں نے سوچا کہ سوتے میں خود مجھ سے ہی تکیہ کر گیا ہوگا شاید میرا وہم ہے کہ کسی نے میرے سر کے نیچے سے تکیہ کھینچ لیا تھا میں پھر لیٹنے لگا اور ابھی میں نے کمر بھی سیدھی نہیں کی تھی کہ کسی نے میرے اوپر سے چادر کھینچ لی۔ میں خوفزدہ ہو گیا اور لیٹے لیٹے ہی آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر ادھر اُدھر دیکھنے لگا کمرہ خالی تھا کون

مجھے تنگ کر رہا ہے؟ میں سوچ رہا تھا یقیناً یہ کوئی نادیدہ قوت ہے اس مرتبہ تو میں نے خود بقید ہوش وحواس اپنے اوپر سے چادر کھنچتی ہوئی دیکھی تھی.....مجھ میں اٹھنے کی ہمت نہیں ہو رہی تھی۔

.....ابھی میں فیصلہ نہ کر پایا تھا کہ اٹھ کر چادر زمین سے اٹھالوں یا نہیں کہ مجھے ایسا لگا جیسے کوئی پھر میرے سر کے نیچے سے تکیہ سرکا رہا ہے۔اس مرتبہ میں اچانک اٹھ بیٹھا.....

کون ہو تم؟ میری آواز اواضح طور پر کانپ رہی تھی.....

ڈر گئے۔.....آواز آئی.....میں جاگ رہا ہوں اور تم سو رہے ہو۔.....

تم سامنے کیوں نہیں آتے۔میں نے خلا میں گھورتے ہوئے کہا۔

تم میرا دھیان تو کرو میں تمہیں نظر آنے لگوں گا آواز آئی.....مجھ پر خوف سا طاری ہونے لگا اور میں نے دل ہی دل میں آیۃ الکرسی کا

وردشروع کردیا۔.....

اس سے کچھ فائدہ نہیں میں کوئی جن یا بھوت نہیں ہوں کہ تمہارے آیت پڑھنے سے بھاگ جاؤں گا، آواز نے کہا۔

پھر کون ہو تم۔؟

میں نے ہلکی سی آواز میں کہا۔تم خود اپنی آواز نہیں پہچان سکتے ؟اب جو میں نے اس کی آواز پر غور کیا تو معلوم ہوا کہ وہ تو میری ہی آواز تھی .....مگر.....اس سے آگے میں نہ سوچ سکا۔

مجھ سے ڈرو مت میں تمہارا جسم لطیف ہوں.....میں تمہارا ہمزاد ہوں.....جس کے لئے تم نے اتنے دن دکھ جھیلے ہیں۔

.....میرا تصور کرو یعنی خود اپنے جسم کا میں حاضر ہو جاؤں گا۔

.....یعنی تمہیں نظر آنے لگوں گا۔.....

کیا؟.....کیا تم مجھے مل گئے.....میری آواز خوشی سے

کانپ رہی تھی پھر میں نے آنکھیں بند کر کے اپنے جسم کا تصور کیا جس کے لئے میں نے مہینوں ریاض کیا تھا پھر جیسے ہی میں نے آنکھیں کھولی میں اچھل پڑا خود میرا ہی جسم میرے روبرو تھا۔

تت.....تت.....تم.....تم میرے ہمزاد ہو.....ہاں وہ تم ہی ہو.....میں خوشی سے بکلا رہا تھا۔.....

میں تم سے جو بھی کہوں گا کیا وہ پورا کرو گے۔؟

یقیناً ایسا ہی ہوگا، میں ہر طرح تمہارا حکم مانوں گا مگر اس سے پہلے ہمارے تمہارے درمیان کچھ شرائط ضرور طے ہو جانی چاہئیں۔ ہمزاد بولا۔

وہ کیا؟ میں نے بے صبری سے کہا۔

تم مجھے بتاؤ کہ تم نے مجھے کس لئے مسخر کیا ہے اور یہ عرصہ کتنا ہوگا.....؟ تم مجھے کب آزاد کرو گے ہمزاد نے پوچھا میں اس کی

بات سن کر سوچ میں پڑ گیا اور سوچنے لگا اسے کیا جواب دوں۔

خوب سوچ سمجھ کر جواب دو! تم بہر حال اس معاہدے کے پابند ہو گے ہمزاد پھر بولا۔

100 برس میں تمہیں سو برس کے بعد آزاد کر دوں گا، اور تمہارے پہلے سوال کا جواب یہ ہے کہ میں بے حد تنگ حال اور پریشان تھا میں اپنی یہ کسمپرسی اور غربت دور کرنا چاہتا ہوں میں نے خوب سوچ سمجھ کر جواب دیا، میں نے سوچا تھا کہ اگر میں جیا بھی تو زیادہ سے زیادہ سو برس تک جیوں گا تو ایک طرح سے میں نے اپنی ساری زندگی کے لئے ہمزاد کا قرب حاصل کر لیا ہے میری بات سن کر وہ بولا۔.....

منظور ہے لیکن تمہیں بھی میری ایک شرط کا خیال رکھنا پڑے گا وہ یہ کہ تم ہر وقت پاک رہو گے۔

یہ کس طرح ممکن ہے میں نے کہا۔ ہاں یہ ہو سکتا ہے کہ میں جب تمہیں

طلب کروں تو پاک رہوں، اور میرا خیال تو یہ ہے کہ تم اسی وقت میرے پاس آؤ جب میں تمہیں پکاروں یا تمہارا تصور کروں میں تم سے اس بات کا عہد کرتا ہوں کہ میں ناپاکی کی حالت میں کبھی تمہیں نہیں بلاؤں گا۔

ہاں ٹھیک ہے اگر تم مجھے بلاؤ گے بھی تو ایسی حالت میں تو میں خود بھی نہیں آ سکتا، اس لئے کہ میں تو ایک روح ہوں اور روح پاک ہوتی ہے اس کے علاوہ میں تمہارا ہر حکم بجالاؤں گا، جو بھی میری دسترس میں ہوا اگر تم واقعی پراسرار قوتوں سے نا آشنا ہو تو میں تمہیں اپنے بارے میں بتا سکتا ہوں.....ہمزاد بولا۔.....

نہیں میں تمہاری قوتوں سے واقف ہوں مجھے بتانے کی ضرورت نہیں۔ ہاں ایک بات ضرور بتاؤ کہ جب میں تمہیں طلب کروں گا تو کیا تم سب کو نظر آؤ گے؟ میں نے پوچھا۔

جیسا تم کہو دونوں ہی صورتیں ممکن ہیں.....ہمزاد نے جواب میں کہا۔

میں چاہتا ہوں کہ تم صرف مجھے ہی نظر آؤ وہ بھی صرف اس وقت جب میں تمہیں طلب کروں اور جب میں ہاتھ کا اشارہ کروں کہ تم جاؤ تو تم چلے جایا کرو.....

ٹھیک ہے مجھے تمہاری شرائط منظور ہیں، اور میں سمجھتا ہوں کہ تم شرائط کا پاس کرو گے.....ہمزاد نے کہا۔

تم مجھے وعدہ کے خلاف نہیں پاؤ گے۔

اس وقت تمہیں کچھ چاہیے؟ کسی چیز کی ضرورت ہے؟ ہمزاد بولا۔ اس کے پوچھتے ہی مجھے ایک دم اپنی بھوک یاد آ گئی، اور میں نے جلدی سے کہا مجھے اس وقت سخت بھوک لگ رہی ہے کہیں سے اگر کھانا مل سکے تو بہت اچھا ہے۔

کیا کھاؤ گے۔؟

گوشت ہوتو کیا ہی بات ہے۔ ویسے اس وقت دال بھی چل سکتی ہے بھوک بہت زور کی لگ رہی ہے۔

میں لاتا ہوں ہمزاد نے کہا اور میرے دیکھتے ہی دیکھتے وہ غائب ہو گیا ابھی کچھ دیر پہلے جہاں وہ کھڑا تھا، وہ جگہ اب خالی تھی.....ابھی چند لمحے ہی گزرے تھے کہ وہ پھر اسی جگہ نظر آیا وہ کہہ رہا تھا۔

لو یہ لو.....بھنا ہوا گوشت ہے یہ اتنا ہے کہ تمہیں اس کے ساتھ روٹی کھانے کی ضرورت نہیں پڑے گی، چاہو تو گرم کر لو اگر زیادہ بھوک لگ رہی ہو تو یوں ہی کھا لو، ہمزاد میری طرف دیگچی بڑھاتے ہوئے بول رہا تھا، جب میں نے ہاتھ بڑھا کر دیگچی میں دیکھا تو اس میں واقعی بھنا ہوا گوشت موجود تھا،.....گوشت دیکھ کر میری بھوک چمک اٹھی اور میں نے گرم کرنے کا تکلف بھی نہیں

کیااور میں ہاتھ ڈال کر بوٹیاں کھانے لگا۔ جب خوب پیٹ بھر لیا تو پانی پی کر میں نے دیگچی کمرے میں ایک طرف رکھ دی۔ اسمیں ابھی گوشت باقی تھا جس کے لئے میں نے سوچا تھا کہ صبح میں کام آجائے گا۔

اور کچھ؟.....یہ آواز سن کر میں چونک پڑا میں کھانے میں اتنا مشغول تھا کہ میں نے ہمزاد کے وجود کو قطعی فراموش کر دیا تھا میں نے کچھ سوچ کر کہا۔.....ایک بات بتاؤ.....میرا وہ چراغ جسکے ذریعے میں عمل کر رہا تھا آخر کس طرح اور کیوں شکستہ حویلی میں گیا اور وہ بھی ایک دیوار کی بنیاد میں.....؟.....

یہ تمہارا آخری امتحان تھا.....اگر تم خوفزدہ ہو کر چراغ کو ہاتھ نہ لگاتے جب کہ مجھے امید تھی تو آج میں تمہارے قبضے میں آجاؤں گا مگر تم نے ہمت کر کے چراغ گل کر دیا اور اس سے ذرا بھی خوفزدہ نہ

ہوئے۔

تو وہ تمہاری حرکت تھی، میں نے کہا۔ خیر جو ہوا ٹھیک ہے میرے لئے یہ بڑے فخر کی بات ہے کہ میں نے اپنے ہمزاد کو اپنے قبضے میں کرلیا .....مجھے نیند آرہی ہے اب تم جاسکتے ہو۔

میرے ان الفاظ کے ساتھ ہی وہ غائب ہوگیا میری آنکھیں نیند سے بوجھل ہورہی تھیں میں کچھ ضرورت سے زیادہ ہی کھاچکا تھا کیونکہ کئی مہینوں سے پیٹ بھر کر کھانا نہیں کھایا تھا، میں ایسا سویا کہ صبح بجے کے قریب اٹھا پہلی مرتبہ مجھ سے فجر کی نماز قضا ہوئی تھی جب سے میں نے ہوش سنبھالا تھا کبھی کسی وقت کی نماز قضا نہ ہوئی تھی، میں اٹھ کر نہایا اور رات کے واقعات پر غور کرنے لگا۔ دن بدل جائیں گے مصیبتیں اور پریشانیاں ختم ہوگئیں تاہم ہمزاد کو قابو میں کرلیا۔ اب میں بھی شہر میں فخر سے سینہ تان کر جاؤں گا۔ میں بھی ایک باعزت

زندگی گزاروں گا، دوستوں نے فریب دیا،غریب سمجھ کرمیرے ساتھ برے سلوک کیئے مجھ پرطنز کیاان لوگوں سے میں نے ملنا جلنا ترک کردیااورصرف اس لئے کہ میں ان کی طرح امیر نہ تھا،

.....ہونہہ اب میں انھیں دکھاؤں گا کہ وہ غریب ہیں

.....اور میں دولت کے ڈھیر لگا دوں گا،.....میں شاہانہ زندگی بسر کروں گا پھر دیکھتا ہوں کون مجھ پرطنز کرتا ہے۔کون میرے ساتھ بری طرح پیش آتا ہےاورکون مجھ سے ملنانہیں چاہتا۔یہ سوچ کرمیں نے رات والی دیگچی نکالی اور بقیہ گوشت بھی کھالیا۔

میں جب اپنی حویلی سے نکلاتو میرا سرفخر سے اونچا تھا،ہرچند کہ میرے جسم پر کپڑے پھٹے پیوند لگےاور میلے تھے.....مگر مجھے اس وقت کسی بات کا احساس نہیں تھا۔

ارے بھئی شیخ صاحب!تم تو عید کا چاند ہو گئے تم نے ہمارے بچے کیا

پڑھانے چھوڑے کہ اب بھولے سے ہمارے پاس نہیں پھٹکتے یہ آواز سید سبط احمد کی تھی جو میرے ہی پڑوسی تھے اور جن کے بچے مجھ سے پڑھنے آتے تھے وہ کہہ رہے تھے میاں تم تو حویلی میں ایسے بند ہوئے ہو کہ باہر نہیں نکلتے آخر گزر بسر کس طرح کرو گے اب تک ہماری دی ہوئی رقم جو تم نے جمع جوڑ کر رکھی ہو گی تمہارے کام آئے گی.....

www.urdurasala.com

ان کی باتیں سن کر میرا جی چاہا کہ انہیں وہ کھری کھری سناؤں کہ سب بھول جائیں آخر وہ مجھے دیا ہی کیا کرتے تھے، کبھی مہینے دو مہینے میں روپیہ یا آٹھ آنہ.....یہ بھی کوئی رقم ہے لعنت ہے اس پیسے پر میں سختی سے ہونٹ بھینچتے ہوئے دل میں کہہ رہا تھا، اسکی بات سنتا رہا میری مانو تو نجمہ اور رفو کو پھر پڑھانا شروع کر دو، عید بھی بس اب بہت قریب ہے تمہارے لئے ایک گاڑھے کا جوڑا بنوا دوں گا۔.....سید

www.urdurasala.com

صاحب نے جیسے حاتم کی قبر پر لات مارتے ہوئے کہا۔

اب میری قوت برداشت جواب دے گئی تھی میں نے سختی سے کہا۔

مجھے آپ کے بچے نہیں پڑھانے سمجھے آپ؟ اور نہ ہی آپ کا بنایا ہوا جوڑا پہننا ہے وہ عید پر آپ خود پہن لیجئے گا.....

کیا؟.....سید صاحب میری بات سن کر ایک دم بھڑک اٹھے

.....گستاخی! اماں صاحبزادے تمہاری اوقات کیا ہے جو تم مجھ سے یہ کہہ رہے ہو، ہم یعنی سبط احمد عید کے دن گاڑھے کا جوڑا پہنیں؟ ہیں؟

اور کیا پوشاک پہنیں گے آپ؟ کون سے کہیں کے نواب ہیں آپ میں نے طنزیہ ہنسی کے ساتھ جواب دیا۔

بس بس اب آگے نہ بڑھنا، برداشت کی بھی ایک حد ہوتی ہے اب اگر تم نے کچھ کہا تو.....سید صاحب غصے سے کانپنے لگے اور

میں بات کو درگزر کرنے کے خیال سے آگے بڑھ گیا، میں ابھی گلی سے کچھ دور ہی چلا ہوں گا کہ میرے کان کھڑے ہو گئے، یہ مرزا مبین بیگ کی بیٹھک تھی مرزا صاحب غالباً اپنے کسی دوست سے کہہ رہے تھے یار بس کمال ہی ہو گیا، چور بھی عجیب تھا کہ باورچی خانے سے صرف دیگچی چرا لے گیا حالانکہ گھر میں اور بھی قیمتی سامان موجود تھا رات بیگم نے صبح کے لئے گوشت بھون کر رکھا تھا، مگر صبح جب انہوں نے اٹھ کر دیکھا تو باورچی خانہ حسب معمول بند تھا مگر اندر سے ہانڈی غائب تھی.....کمال کا چور تھا کہ جس نے دیگچی ہی چرائی اور پھر یہ کہ باورچی خانہ بھی اسی طرح بند کر گیا پھر میری سمجھ میں یہ نہیں آتا کہ وہ گھر میں داخل کس طرح ہوا اور پھر چلا کس طرح گیا؟.....کواڑ تو اندر سے اسی طرح سے بند ملے جس طرح رات کو لگا کر سوئے تھے، مرزا صاحب اور نہ جانے کیا کیا کہتے رہے

ہوں گے مگر میں صرف اتنا ہی سن کر آگے بڑھ گیا، اس لئے کہ گلی میں کوئی سامنے سے داخل ہو رہا تھا۔.....تو وہ دیگچی مرزا صاحب کی تھی، واہ! یہ بھی خوب رہی.....حضرت چوری کر لائے میں سوچ رہا تھا اور میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیلی ہوئی تھی

.....

ہفتہ بھر ہی میں پورا بدایوں یہ سمجھنے لگا کہ مجھے کوئی بڑا دفینہ مل گیا ہے۔ اب میرے احباب کو میری جان کی بھی فکر تھی کہ کہیں کوئی دشمن یا چور یا ڈاکو میری دولت پر ہاتھ نہ ڈال دے مگر اب دفینے کے ساتھ ساتھ ہی میری کچھ پراسرار قوت کا بھی چرچا گھر گھر پھیل گیا، جس سے میرے احباب کو یہ اطمینان حاصل ہو گیا کہ کوئی چور یا ڈاکو اس طرف نظر اٹھانے کی کوشش نہیں کرے گا.....اس ایک ہفتے میں بہت کچھ ہوا تھا، زیادہ سے زیادہ مزدور لگا کر اور زیادہ پیسے خرچ کر کے تمام ملبہ

حویلی سے اٹھوایا جا چکا تھا۔ میرا خیال یہ تھا کہ شکستہ حویلی کی جگہ تعمیر کا کام مکمل ہو جائے تو میں اس حصے کو خالی کر کے ادھر منتقل ہو جاؤں پھر اس حصے کو بھی تڑوا کر دوبارہ بنوالوں، ٹھیکیدار کو میں نے منہ مانگے پیسے دیئے تھے اور وہ میرے حسب منشا تعمیر کے کام میں مصروف ہو گیا وہ روز کئی کئی گھنٹے میرے پاس بیٹھتا اور حویلی کی تعمیر کے بارے میں باتیں کرتا، میں نے اس سے یہ کہہ رکھا تھا کہ چاہے جتنا پیسہ خرچ ہو پرواہ نہیں..... تعمیر ایسی ہونی چاہیے کہ بدایوں کیا دور دور تک اس کی کوئی مثال نہ ملے بس محل معلوم ہونا چاہیے۔

اب میرا حلقہ احباب بھی وسیع ہوتا جا رہا تھا، میرے وہ دوست جو کبھی میری غربت کے سبب ملنا پسند نہ کرتے تھے اب باقاعدگی سے میرے پاس آنے لگے تھے میں نے شروع شروع میں انھیں کافی لعنت طعن کی مگر ان سبھی نے مجھ سے معافی مانگ لی اور میں نے بھی

.....وسیع القلبی کا مظاہرہ کر کے ان سب کو معاف کر دیا ان سب کی زبانیں میری تعریف کرتے کرتے تھکتی ہی نہیں میں ان سب کے ہی کام آ رہا تھا، جو بھی مجھ سے جو کچھ طلب کرتا میں انکار نہ کرتا، اب میرا لباس اور وضع قطع بھی یکسر بدل گئی تھی نوکروں کی فوج کی فوج میری خدمت میں رہتی تھی حویلی کے جس حصے میں میری رہائش تھی اس وقت وہ بھی کسی محل کے حصے سے کم معلوم نہ ہوتا تھا جیسے حویلی کی جوانی لوٹ آئی ہو، ہر جگہ دبیز ایرانی قالین بچھے ہوئے تھے جن کے بارے میں لوگوں نے طرح طرح کی قیاس آرائیاں کی تھیں کہ ہزاروں کی مالیت کے تو صرف قالین ہیں دراصل ایک دن بیٹھے بیٹھے سہراب خان کے منہ سے نکل گیا کہ اگر کمرے میں اور باہر برآمدوں میں فرش بچھا ہوا ہو تو اور اچھا لگے اس پر میں نے کہا تھا کہ فرش تو بہت معمولی چیز ہے ہر شخص اپنے یہاں بچھاتا ہے اگر قالین ہوتے تو کوئی

اور بات ہوتی اس وقت میرے آٹھ دس ملاقاتی بیٹھے تھے جن میں شہر کوتوال بھی شامل تھا، اسی وقت میں نے ہمزاد کو طلب کیا اور حکم دیا کہ تمام پختہ حویلی کے لئے بہترین اور اعلیٰ درجے کے ایرانی قالین لے کر آؤ۔.....سب لوگ مجھے حیرت سے دیکھ رہے تھے کہ میں کسے حکم دے رہا ہوں جب کہ اس وقت میرے کمرے میں کوئی نوکر بھی نہیں تھا لیکن چند لمحوں بعد ہی وہ سب محو حیرت رہ گئے جب ان کی آنکھوں کے سامنے اچانک بہترین ایرانی قالینوں کا ڈھیر لگ گیا، میں نے نوکروں کو بلا کر اسی وقت حکم دیا کہ تمام حویلی میں ہر کمرے برآمدے اور سیڑھیوں کے اوپر قالین بچھا دو.....حکم کی دیر تھی کہ نوکر وہ سب قالین وہاں سے اٹھا کر لے گئے کچھ نوکر وہیں رہ گئے تا کہ میرے کمرے میں قالین بچھا سکیں سب لوگ کچھ دیر کے لئے ابھی ہوئی چاندنی سے اٹھ کھڑے ہوئے اور دیکھتے ہی دیکھتے

سارے کمرے میں قالین نظر آنے لگے، میں اپنی جگہ کمرے میں بیٹھا تھا کہ کوتوال شہر اپنی جگہ سے اٹھا اور میرے سامنے دوزانو ہو کر بیٹھ گیا اور میرے ہاتھ چوم لئے یہ اس کی عقیدت کا اظہار تھا۔.....

اس سے پہلے بھی چھوٹے موٹے کرتب میں ہمزاد کی مدد سے ان لوگوں کو دکھاتا رہا تھا.....وہ سب میرے عقیدت مند ہو گئے تھے.....اب میرے دوست بھی جن سے پہلے میری بے تکلفی تھی احترام سے میرا نام لیتے تھے اور ہمیشہ میرے سامنے محتاط مودب بیٹھتے تھے پاس پڑوسی والے بھی اب میری عزت کرنے لگے تھے میں جب بھی حویلی سے باہر نکلتا لوگ مجھے سلام کرنے میں پہل کرتے اس کے علاوہ اب لوگ مجھ سے اس لئے بھی خائف رہنے لگے تھے کہ میرے معتقدین میں بڑے بڑے افسران بھی شامل تھے جو اکثر میری حویلی کے چکر کاٹتے تھے.....میں جدھر نکل جاتا لوگ

عزت احترام سے راستہ دیتے ہر شخص اب مجھے صرف شیخ صاحب کہتا تھا، کرامت نواب مجھے کوئی کہتا ہی نہ تھا حالانکہ، میرا پورا نام شیخ کرامت ہے۔

ٹھیکیدار نے وقت سے کچھ پہلے ہی تعمیر کا کام مکمل کرلیا اب حویلی کا ایک حصہ مکمل ہو چکا تھا.....

میں حویلی کے نئے حصے میں منتقل ہو گیا میرے علاوہ خانساماں اور دوسرے نوکر بھی اس حصے میں آ گئے میرے تمام نوکر بھی میری ہر طرح خبر گیری رکھتے تھے اس لئے کہ انہیں کبھی میں نے پیسے کے سلسلے میں تنگ نہیں ہونے دیا تھا جس نے اپنی جو ضرورت بیان کی میں نے فوراً پوری کر دی اس کے علاوہ وہ آئے دن میری پراسرار قوتوں کے کمال بھی دیکھتے رہتے تھے، اس لئے ہر وقت میرے سامنے مودب اور خائف رہتے تھے حالانکہ میں بھی ان سے تلخ کلامی سے پیش نہیں

آتا تھا.....میری فیاضی پورے شہر میں مشہور تھی جو بھی ضرورت مند ہوتا سیدھا میرے پاس چلا آتا اور کبھی میرے دروازے سے خالی ہاتھ نہ لوٹتا شہر میں جو بھی تقریب ہوتی میں اس میں مدعو ہوتا چاہے وہ کوئی سرکاری تقریب ہو یا شہر والوں کی طرف سے شہر میں جو بھی نیا افسر آتا خواہ وہ ہندوستانی ہو یا انگریز سب سے پہلے میری حویلی پر حاضری دیتا.....

جس دن میں نئے تعمیر شدہ حصے میں منتقل ہوا میں نے اپنے احباب کی دعوت کی وہ دعوت کیا تھی اچھا خاصہ جشن تھا.....تمام رات ہنگامہ گرم رہا دور دور سے بڑے بڑے قوال آئے اور رات بھر میں اپنی جھولیاں بھر کے چلے گئے۔میرے خانساماں نے جو کبھی کسی نواب کی خدمت میں بھی رہ چکا تھا طرح طرح کے کھانے بنائے سبھی نے کھانوں کی بے انتہا تعریف کی اس دعوت میں کیا شہر کو توال کیا

کوئی بڑے سے بڑا افسر کیا چھوٹا کیا بڑا۔ جس کی مجھ سے ذرا بھی شناسائی تھی سبھی موجود تھے اور میری دعوت نامنظور کرنے کی ہمت وہاں تھی کس میں.....حویلی خاصی بڑی تھی تقریباً پانچ چھ سو آدمی میرے یہاں اس رات مدعو تھے کچھ کھانے خاص طور پر میں نے ہمزاد سے کہہ کر دوسرے ملکوں سے بھی منگوائے تھے اس لئے میری دعوت میں تین چار انگریز افسران بھی شامل تھے جواب سے پہلے مجھ سے نہیں ملے تھے انہوں نے صرف میری تعریف ہی تعریف سنی تھی .....میں نے ان کے پاس پہنچ کر پوچھا کہ کیا وہ انگریزی کھانے پسند کریں گے؟ پہلے وہ کچھ جھجکتے رہے پھر بولے کہ یہاں وہ کھانے کون تیار کرے گا، رہنے دیں.....میں نے کہا۔ کیا ہوا میں لندن سے منگوادوں گا.....اس پر ان میں سے ایک ہنس پڑا اور بولا۔.....اس وقت تک تو ہم بوڑھے ہو چکے ہوں گے

اور.....وہ بھی اپنا فقرہ بھی پورا نہ کر پایا تھا کہ اس کے پاس بیٹھے ہوئے ایس پی پولیس نے اس کا ہاتھ دبایا اور اس کے کان میں کچھ سرگوشی کی انگریز کے چہرے پر ایک لمحے کے لئے حیرت کے آثار نظر آئے اور وہ مجھے خالی خالی نظروں سے دیکھنے لگا میں سمجھ گیا کہ ایس پی نے اس کے کان میں کیا کہا ہوگا، اس لئے کہ میں واقف تھا کہ ایس پی میرا مرید ہے اس نے یہی کہا ہوگا کہ ایسا نہ کہیں شیخ صاحب کی ناراضگی کا خطرہ ہے ان کے لئے کچھ بھی مشکل نہیں کہ وہ ابھی لندن سے ہی کھانے منگوا دیں میں اس انگریز کے چہرے کے تاثرات سمجھ گیا تھا۔

آپ میرے مہمان ہیں آپ فرمائیں تو انشاءاللہ آپ کی بات خالی نہیں جائے گی.....

اس نے اثبات میں گردن ہلا دی اسی وقت میں نے آنکھیں بند کیں

اور ہمزاد کو طلب کر کے حکم دیا لندن کے بہترین کھانے فوراً حاضر کرو.....بقیہ انگریز افسران بھی مجھے حیرت سے دیکھ رہے تھے اور ان لوگوں کے دیکھتے ہی دیکھتے میں ہمزاد سے کھانے لے کر ان کے سامنے چننے لگا۔ وہ سب کھانے دیکھ دیکھ کر حیرت زدہ تھے کھانا بالکل تازہ اور بہترین بنا ہوا تھا.....وہ کھانا کھانے سے پہلے کچھ جھجکے مگر ایس پی کے کہنے پر کھانا شروع کر دیا، اب جو انہوں نے کھانا شروع کر لیا تو ان کی آنکھیں حیرت سے پھیلنے لگیں برتن بھی لندن کے بہترین ہوٹلوں کے تھے جن پر ہوٹلوں کا نام بھی لکھا ہوا تھا، .....میں پھر اپنی نشست پر گاؤ تکیہ لگا کر بیٹھ گیا کھانے سے فارغ ہوتے ہی ایس پی کے ساتھ وہ سب انگریز میرے پاس آئے اور فرطِ عقیدت سے میرے ہاتھ چومنے لگے اس لئے کہ ان سے پہلے ایس پی نے ان کے سامنے میرے ہاتھ چومے تھے انہوں نے

بھی اس کی تقلید کی تھی وہ میرے سامنے ہی دوزانو بیٹھ گئے تھے۔

چائے یا کافی ؟.....وہ میری بات سن کر چونک پڑے اس زمانے میں ہندوستان میں چائے یا کافی کا قطعی رواج نہیں تھا لیکن میں ہمزاد سے سب کچھ معلوم کر چکا تھا کہ لندن اور یورپی ملکوں میں کن چیزوں کا رواج ہے تا کہ میں ان انگریزوں کو اپنا معتقد کر سکوں۔

ان میں سے ایک نے کہا۔ چائے۔

میں نے ہمزاد سے کہہ کر گرم گرم چائے منگوالی۔ یہ چائے بھی لندن کے ایک بڑے ہوٹل کی تھی وہ انگریز افسران مجھ سے اتنے متاثر ہوئے کہ چلتے چلتے میرے پیروں پر گر کر انہیں چومنے لگے اس لئے کہ وہ اتنے عرصے میں میرے پاس بیٹھ کر یہ دیکھ چکے تھے کہ لوگ کس کس طرح عقیدت سے میرے ساتھ پیش آرہے تھے ہر چند کہ مجھے یہ قطعی اچھا نہیں لگتا تھا مگر یوں لوگوں کی دل آزاری کس طرح کرتا؟

.....میں منع کرتا تو وہ اور ضد کرتے دوسرے سچی بات تو یہ ہے کہ اب مجھے بھی اس میں لطف آنے لگا تھا، کہ لوگ میری اس حد تک عزت کرتے تھے میری انا اس سے بڑی تقویت پاتی تھی۔.....

میں اب اپنی حویلی سے بہت کم باہر نکلتا تھا بلکہ اکثر حویلی کے اس حصے میں سارا دن گزرتا تھا جو زیر تعمیر تھا ٹھیکیدار کو نئے نئے مشورے دیتا رہتا تھا اور جب کوئی ملنے والا یا ضرورت مند آجاتا تو اس سے وہیں کھڑے کھڑے بات کرتا جاتا، چند ہی دن میں یہ حصہ بھی میری مرضی کے مطابق تعمیر ہو گیا.....

اب میں نے اپنی تفریح کے لئے ایک فٹن بھی خرید لی تھی جس پر اکثر میں شام کے وقت سیر کرنے کے لئے نکلتا تھا.....ایک ایسی ہی شام میں سیر کر کے واپس آرہا تھا کہ میری نظر ایک جھروکے پر پڑی.....میری نظریں وہاں جیسے جم کر رہ گئیں وہ لڑکی اتنی

ہی حسین تھی کہ ایک نظر اسے دیکھتے ہی مجھ میں جیسے ہلچل سی مچ گئی میری رگوں میں خون تیزی سے گردش کرنے لگا، میں نے کوچوان سے واپس چلنے کے لئے کہا اس لئے کہ وہ حویلی اب پیچھے رہ گئی تھی اور وہ لڑکی اب نظروں سے اوجھل ہو چکی تھی، اب سے پہلے میں نے کبھی اپنے اندر ایسا جذبہ محسوس نہ کیا تھا یہ پہلا موقع تھا میرے سارے جسم میں ایک عجیب سی سنسنی تھی کچھ دیر اسی طرح آگے چلتے ہوئے میں نے کوچوان کو پھر حویلی چلنے کو کہا۔ اس مرتبہ میں سنبھل کر بیٹھ گیا، وہ ابھی تک وہیں کھڑی تھی بڑی بڑی نشیلی آنکھیں سرو قد،..... میں صرف اتنا ہی دیکھ سکا اس لئے کہ اس مرتبہ میری اور اس کی نظریں بھی مل گئی تھیں وہ بڑی معصومیت سے میری طرف دیکھ رہی تھی حویلی پہنچ کر بار بار مجھے اسی کا دھیان آتا رہا..... اسی میں رات ہو گئی..... میں بستر پر بار بار کروٹیں بدل رہا تھا ایک عجیب بے

چینی تھی اسی حالت میں مجھے اچانک ہمزاد کی آواز سنائی دی۔ کیا میں حاضر ہوسکتا ہوں۔؟

مگر میں نے تو تمہیں طلب نہیں کیا۔ میں نے کہا۔

میں جانتا ہوں کہ تم اس وقت بہت بے چین ہو اور تمہیں میری مدد کی ضرورت ہے۔ ضروری نہیں کہ اگر تمہیں میری ضرورت ہو اور تم مجھے نہ بلاؤ تو میں نہ آؤں آخر میں تمہارا جسم لطیف ہوں تم بے چین ہو گے تو مجھے کس طرح سکون مل سکتا ہے میں جانتا ہوں سب کچھ جانتا ہوں کہ تمہاری اس بے چینی اور بے کلی کا کیا سبب ہے اور میرے پاس اس کا علاج بھی ہے.....

کیا واقعی؟ میرے منہ سے نکلا کیا تم اسے وہ میرے ادھورے جملے کا مقصد سمجھ گیا اور بولا۔ بالکل! میں اسے ابھی تمہاری خدمت میں حاضر کر سکتا ہوں مگر میرا ایک مشورہ ہے کہ تم اس پر اپنی اصلیت ظاہر

نہ کرو گے دوسرے یہ کہ اسے میرے وجود کے بارے میں کچھ نہیں بتاؤ گے۔.....

پھر میں اس سے کیا کہوں گا کہ میں.....

یہ میں تمہیں سمجھاؤں گا۔.....ہمزاد نے کہا اس کے بعد وہ مجھے دیر تک سمجھاتا رہا جب وہ اپنی بات ختم کر چکا تو چند لمحوں کے لئے غائب ہو گیا، اب اس کے ہاتھ میں مخصوص وضع کے کچھ کپڑے اور سامان تھا، اس نے مجھ سے یہ کپڑے پہننے کے لئے کہا جب وہ میں عجیب وغریب کپڑے پہن چکا تو اس نے سامنے رکھا ہوا سونے کا تاج میرے سر پر رکھ دیا، میں نے آئینے میں خود کو دیکھا اور حیرت زدہ رہ گیا اس لباس میں تو میری شخصیت ہی یکسر بدل گئی تھی میں کسی گزرے زمانے کا شہزادہ لگ رہا تھا میں اس وقت خود میں گم ہو کر رہ گیا اس لئے ہمزاد کی آواز سنکر ایک چونک پڑا وہ کہہ رہا تھا، میں اسے

لینے جا رہا ہوں۔

وہ ایک مرتبہ پھر غائب ہو گیا اور میں سوچ رہا تھا کہ کتنی عجیب بات ہے کہ میں اب تک جس لڑکی کے نام سے بھی واقف نہ تھا اور اب وہ میری آغوش میں ہو گی۔ میں کتنا خوش نصیب ہوں۔

ہاں تم خوش نصیب ہو، وہ دیکھو تمہارے بستر پر کون محوِ خواب ہے؟ یہ ہمزاد کی آواز تھی جس نے مجھے تصورات کی دنیا سے حقیقت کی دنیا میں کھینچ لیا تھا، میں اس وقت کمرے میں اس بے چینی سے ٹہل رہا تھا اور جس وقت ہمزاد مجھ سے مخاطب ہوا میری پشت بستر کی طرف تھی میں اس کی آواز سن کر اچانک مڑا اور اس حسنِ خوابیدہ کو دیکھتا رہ گیا وہ شام سے بھی زیادہ حسین دکھائی دے رہی تھی۔

تم جا سکتے ہو میں نے ہمزاد سے کہا اور اپنے بستر کی طرف بڑھ گیا، میرے بستر پر وہ سراپا قیامت لیٹی ہوئی گہری گہری سانسیں لے رہی

تھی۔اس کے نرم کالے کالے بال اسکے چہرے کے چاروں طرف بکھرے ہوئے تھے میرا ذہن کوئی حسین تشبیہ تلاش کرنا چاہتا تھا۔

میں فرط جذبات سے اس پر جھک گیا۔

میری گرم گرم سانسوں کی تپش سے اس کی نیند اچاٹ ہوگئی اور اس نے آنکھیں کھول دیں مجھے اپنے آپ پر جھکا ہوا دیکھ کر اس کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئی مجھے لگا جیسے وہ چیخنا چاہتی ہو مگر خوف کے مارے اس کی قوت گویائی چھین چکی ہو، میں اس کی یہ حالت دیکھ کر سیدھا ہو گیا اور بارعب آواز میں بولا۔خوش نصیب ہو تم کہ ہم نے تمہارا انتخاب کیا تمہیں گھبرانا نہیں چاہیے بلکہ اپنی قسمت پر ناز کرنا چاہیے تم اس وقت ہمارے حضور میں ہو۔.....

مگر تم کون ہو؟.....اور میں کہاں ہوں؟ وہ پہلی مرتبہ بولی۔اس کی آواز نمایاں طور پر کانپ رہی تھی۔

اے ارضی حور! ہم تمہیں سب کچھ بتا دیں گے سب کچھ میں نے کہا۔ اور اس کے بعد وہ سب کچھ کہہ دیا جس کا مشورہ مجھے ہمزاد نے دیا تھا اس لئے کہ اسی طرح یہ ممکن تھا کہ میری اصل شخصیت چھپی رہ سکے اور ہمزاد کے بارے میں بھی کسی کو علم نہ ہو۔ میں کمرے میں ٹہل رہا تھا۔ اور ایک فرضی کہانی اس لڑکی کو سنا رہا تھا، فرضی اور عجیب وغریب کہانی میں کہہ رہا تھا.....

یہ دنیا میری اپنی دنیا ہے میں یہاں صدیوں سے آباد ہوں میں اس دنیا کا اکیلا فرد ہوں میں ہی اسکا خالق اور میں ہی اس کی مخلوق ہوں، یہ دنیا تمہاری دنیا سے بالکل مختلف ہے کچھ دن سے مجھ پر میری تنہائیاں گراں ہونے لگیں اور میرے دل میں خیال آیا کہ میں اپنی دنیا سے باہر نکل کر دیکھوں شاید میری دنیا کی طرح کوئی اور بھی دنیا اس کائنات میں موجود ہو تو مجھے میری لامحدود اور پراسرار قوتوں نے

بتایا کہ میں جس دنیا کا فرد ہوں اس کے چاروں طرف ایک اور وسیع و عریض دنیا آباد ہے۔ اور وہ دنیا تمہاری دنیا تھی، ..... میری دنیا کی اوپر ہی سطح پر کروڑوں اربوں مجبور و لاچار افراد موجود ہے۔

..... میں اپنی دنیا کے حصار توڑ کر باہر نکلا، میں نے وہاں دیکھا کہ اس پر مجھ سے ملتی جلتی ایک اور مخلوق آباد ہے جسے تمہاری دنیا والے عورت کہتے ہیں مجھے عورت بہت پسند آئی پھر میں نے ایک طویل عرصے تمہاری دنیا کا سفر کیا، مجھے تمہاری دنیا کی سب سے حسین عورت کی تلاش تھی اور اسے میں نے ڈھونڈ لیا۔

..... وہ تم ہو ..... تم ..... یہ کہہ کر میں اس کے برابر ہی بستر پر بیٹھ گیا وہ لڑکی حیرت سے میرے لباس وضع قطع اور پورے موجودہ ماحول کو دیکھ رہی تھی مجھے اس کے چہرے پر ایسے تاثرات نظر آئے جیسے اسے میری باتیں ماننے میں تامل ہو ..... مجھے اس

کے چہرے پر الجھن کے آثار دکھائی دیئے شاید وہ حالات کو سمجھ نہیں پا رہی تھی میں نے یہ محسوس کر کے پھر بولنا شروع کیا، تمہیں شاید میری باتیں سن کر یقین نہیں آیا اگر واقعی ایسا ہے تو سوچو کہ تم کس طرح یہاں پہنچ گئیں میں چند لمحے رکا وہ خاموش تھی.....تم ابھی میری قوتوں سے پوری طرح آگاہ نہیں ہو مگر رفتہ رفتہ سب کچھ جان جاؤ گی .....تمہارے لئے فی الحال یہی جاننا کافی ہے کہ تم میری ہو صرف میری۔ تمہیں اب تمہاری دنیا کا کوئی فانی انسان ہاتھ نہیں لگا سکتا تمہیں یہاں کوئی تکلیف نہیں ہوگی، تمہیں ہر طرح سے خوش رکھا جائے گا، تمہاری خوشی ہی میں ہماری خوشی ہے بلکہ ہم تمہیں اس بات کا اختیار دیتے ہیں کہ تم ہماری دنیا میں رہنا چاہو تو ہمیشہ رہو یا پھر ہمارے ساتھ رات گزارنے کے بعد اپنی دنیا میں واپس چلی جاؤ۔ ہم تمہیں واپس بھی بھیج سکتے ہیں، ہمارے اختیار میں سب کچھ ہے بولو؟

مگر میری تو شادی طے ہو چکی ہے۔ یہی نہیں بلکہ منگنی کی رسم بھی ادا کی جا چکی ہے میں اب کس طرح.....

وہ سب کچھ بھول جاؤ اب تم صرف ہماری ہو تم اب اپنی دنیا کے کسی بھی انسان کی نہیں ہو سکتیں اگر کسی نے ہماری امانت میں خیانت کرنے کی جسارت کی تو ہم اسے جلا کر خاک کر دیں گے، میں نے سخت لہجے میں کہا.....ہم تمہاری ہر خواہش پوری کر دیں گے

.....میں کہہ رہا تھا.....وہ پہلے کچھ جھجکی کچھ شرمائی مگر میری مسلسل دست درازیوں نے آخر اسے بے بس کر دیا

.....اس سے پہلے میں نے صرف عورت کے بارے میں سنا تھا، آج وہ سب کچھ دیکھ بھی رہا ہوں اور اب مجھے اپنے اوپر قابو رکھنا مشکل ہو رہا تھا اور چند ہی لمحوں میں جذبات کی ایسی تیز رو چلی کہ مجھے اپنے تن بدن کا ہوش نہ رہا۔

لڑکی کے چہرے سے صاف ظاہر ہو رہا تھا کہ وہ مجھ سے متاثر ہو گئی ہے میری مردانہ وجاہت نے اس کے دل میں جگہ بنالی تھی۔

.....جو کچھ بھی ہوا تھا اسمیں لڑکی نے کسی جبر کا تاثر نہیں دیا تھا اس کا اتنا جلدی مجھ سے متاثر ہو جانا حیرت انگیز بات تھی لیکن شاید اس میں بھی میرے ہمزاد کی پراسرار قوت کارفرما ہو میں نے اس کی طرف دیکھا تو اس نے شرما کر دونوں ہاتھوں سے اپنا منہ چھپالیا۔ مجھے اس کی یہ ادا بہت پسند آئی میں نے اس کی کلائیاں پکڑ کر چہرے سے ہٹاتے ہوئے کہا۔ اب شرمانے سے کیا حاصل.....؟

آپ بڑے شریر ہیں۔ وہ بولی۔ کیا اب آپ ہمیں ہمارے گھر پہنچا دیں گے۔"

"کیوں نہیں.....مگر ابھی تو بہت رات باقی ہے۔"

"صبح ہونے کے کچھ پہلے میں اپنے کمرے سے نکلا اور سامنے بنے

ہوئے حمام میں فوراً غسل کیا اس لئے کہ میں جانتا تھا کہ میں ناپاکی کی حالت میں ہمزاد کو طلب نہیں کر سکتا یہ میرے اور اس کے درمیان معاہدہ ہوا تھا، میں غسل کر کے پھر اپنے کمرے میں آ گیا، وہ بھی اب تیار بیٹھی تھی میں نے ہمزاد کو طلب کیا اور کہا۔ انھیں ان کے گھر چھوڑ آؤ پھر لڑکی سے بولا۔ آنکھیں بند کرو۔

اس نے جیسے ہی آنکھیں بند کیں ہمزاد نے اسے اٹھالیا اور کمرے سے غائب ہو گیا، اسکے بعد میں دن چڑھے تک سوتا رہا جاگتے ہی میں نے سب سے پہلے ہمزاد کو طلب کیا اور پوچھا.....میری زندگی کی خبر لاؤ کیسی ہے اور کیا کر رہی ہے۔ مجھے اس کے بارے میں ایک ایک اطلاع پہنچاتے رہو۔ ہمزاد چلا گیا اور کچھ دیر بعد آ کر اس نے بتایا کہ وہ ابھی ابھی سو کر اٹھی ہے اور اس وقت اپنی ماں سے بات کر رہی تھی کہ اب وہ شادی نہیں کرے گی اس کی ماں نے اسے لاکھ

ڈانٹا ڈپٹا مگر وہ اپنی بات سے نہیں پھری.....پھر کچھ دیر بعد ہمزاد نے بتایا کہ ایک مولانا کو بلایا گیا ہے جنہوں نے ایک تعویذ دیا ہے جسے اس کے گلے میں ڈال دیا گیا ہے اسی طرح ہمزاد شام تک اس کے بارے میں اطلاعات لاتا رہا شام کے وقت اس نے بتایا کہ اس نے اپنے گلے میں بیلے کے ہار ڈال لئے ہیں۔ جب اس کی ماں نے اس کی وجہ پوچھی تو اس نے بتایا کہ کیا خبر آج رات بھی بلایا جائے۔

کل رات بھر میں انھیں کے پاس رہی ہوں میں انھیں کی .....منکوحہ ہوں.....

اس بات پر ماں نے اسے بہت سمجھایا کہ کیا بہکی بہکی باتیں کر رہی ہے میں آج تیرے ساتھ سوؤں گی دیکھوں تجھے وہ کیسے لے جاتا ہے .....اور پھر رات ہوگئی میری بے چینی بڑھتی جا رہی تھی میں

نے کل رات زندگی کا جو لطف اٹھایا تھا اس کے سامنے تو تمام دنیا کی آسائشیں اور لذتیں غیر نظر آ رہی تھیں، جیسے ہی رات کے 12 بجے میں نے ہمزاد کو اسے بلانے بھیج دیا۔

اس کا نام رضیہ تھا میں نے ہمزاد سے پوچھ ہی لیا تھا۔ وہ آج بھی کل ہی کی طرح سوئی ہوئی تھی مگر آج اس کے ہونٹوں پر ایک عجیب سی مست کن مسکراہٹ تھی جیسے کوئی بہت حسین خواب دیکھ رہی ہو

میں نے ہمزاد کو رخصت کیا اور کل کی طرح آج بھی۔ اسے بیدار کیا اس نے جاگتے ہی میرے گلے میں بانہیں ڈال دیں اور بولی۔

خواب میں بھی تمہیں تھے، اور اب آنکھ کھولی ہے تو بھی تمہیں نظر آ رہے ہو۔

اس رات بھی میں اس کے ساتھ رہا یہاں تک کہ صبح ہو گئی۔ پھر میں نے اسے ہمزاد کے سپرد کر دیا، آج بھی میں ہمزاد کو بلانے سے پہلے

غسل کرنا نہیں بھولا تھا۔

دوسرے دن مجھے ہمزاد سے معلوم ہوا کہ اس کے گھر میں ہنگامہ ہو گیا ہوا یہ کہ رات سوتے میں اس کی ماں کی آنکھ کھل گئی اس نے دیکھا کہ اس کی بیٹی غائب ہے اس نے تمام گھر سر پر اٹھا لیا، رضیہ کا کہیں پتہ نہ تھا، وہ لوگ رات بھر جاگتے رہے کہ صبح ہو گی تو رضیہ کو تلاش کیا جائے گا، اس لئے کہ انھیں رضیہ کی ان باتوں پر یقین نہیں تھا کہ وہ رات کسی اور ہی دنیا میں تھی جس کا خالق اس پر عاشق ہو گیا ہے ان باتوں کا انہوں نے رضیہ کے پاگل پن پر محمول کیا تھا رضیہ کی خالہ کچھ سمجھدار تھیں انہوں نے رضیہ سے یہ بھی کہا تھا کہ اگر تجھے وہ لڑکا پسند نہیں جہاں سے بات پکی ہوئی ہے تو ہم منگنی توڑ کر تیری شادی دوسری جگہ کر دیں گے لیکن رضیہ اسی پر اڑی ہوئی تھی کہ اب اس کی شادی کسی انسان کے ساتھ نہیں ہو سکتی۔

صبح کے وقت رضیہ کی ماں کی آنکھ ذرا لگ گئی تو اس وقت ہمزاد اسے گھر چھوڑ آیا، جب رضیہ کی ماں اٹھیں تو رضیہ کو اپنے ہمراہ سوتا دیکھ کر حیرت زدہ رہ گئی انہوں نے رضیہ کو فوراً جگایا اور پوچھا کہ وہ رات کہاں گئی تھی اور کس طرح؟.....اور پھر کیسے واپس آ گئی جب کہ اندر سے حویلی کا پھاٹک بند تھا رضیہ کا یہی ایک جواب تھا نتیجہ یہ کہ اسے مولویوں کو دکھایا گیا مگر لاحاصل آخر بات یہاں تک پہنچی کہ اس کے سسرال والوں کو بھی یہ خبر ہو گئی کہ لڑکی شادی سے منکر ہے اور اس پر کوئی جن ہے وہاں سے فوراً منگنی ٹوٹ گئی اس کے علاوہ تمام رشتہ داروں میں یہ بات پھیل گئی اب کوئی رضیہ کی ماں کو رشتہ دینے پر آمادہ نہیں تھا، رضیہ ہر رات میرے پاس ہوتی تھی.....ظاہر ہے کہ اس کا کچھ نہ کچھ انجام تو ہونا ہی تھا رضیہ کا پاؤں بھاری ہو گیا، اب میں نے رضیہ کو بلانے میں ناغہ شروع کر دیا، اور میری حالت یہ

تھی کہ عورت کا ایسا عادی ہوا تھا کہ بغیر اس کے چین ہی نہ پڑتا تھا آخر مجبور ہو کر میں نے ہمزاد سے کہا کہ کسی اور لڑکی کو لاؤ.....

رضیہ کا آنا میرے پاس بند ہو گیا.....اس کے بعد میں نے اس کی کوئی اطلاع بھی نہیں منگائی، میں ایک اور لذت میں گم تھا یہ خورشید تھی لیکن اس کے ساتھ بھی کچھ دن بعد وہی حادثہ ہوا جو اس سے پہلے .....رضیہ کے ساتھ ہو چکا تھا.....

تنگ آ کر میں نے ہمزاد سے کہا۔.....مجھے ہر رات نیا جسم چاہیے نتیجہ یہ کہ اب تقریباً ہر رات میری آغوش میں ایک سے ایک حسین جسم ہوتا میں ہر لڑکی کو وہی من گھڑت کہانی سناتا کہ میں ایک اور ہی دنیا کا فرد ہوں اور کچھ پس و پیش کے بعد وہ میری باتوں پر یقین کر لیتی یہاں تک کہ یہ وعدہ بھی کر لیتی کہ سوائے میرے اب وہ کسی سے شادی نہیں کرے گی ان کے جسم کا سارا سکھ صرف میرے

لئے ہوگا مگر میں ان کے ساتھ صرف ایک رات گزار کر انہیں ہمیشہ کے لئے بھلا دیتا، مجھے اس بات کا بخوبی اندازہ ہو چکا تھا کہ مجھ میں لڑکیوں کے لئے بے پناہ کشش ہے۔ میں نہ صرف انھیں اپنے خوبصورت رنگ وروپ سے متاثر کرتا ہوں بلکہ۔.....

انھیں بھرپور تپاک بھی دیتا ہوں.....رفتہ رفتہ یہ بات سارے شہر میں پھیل گئی اس لئے کہ کئی لڑکیاں حاملہ ہو چکی تھیں یہ اسرار کسی کی سمجھ میں نہیں آتا تھا بات پولیس تک پہنچ گئی اور تمام لڑکیاں ایک ہی آدمی کا حلیہ بتاتی تھیں اور اس پر بضد ہوتی تھی کہ وہ اس دنیا کا انسان ہی نہیں، اور یہ کہ وہ اس کی منکوحہ ہیں اور کسی سے شادی نہیں کریں گی.....میں نے یہ حالات دیکھ کر ہمزاد سے کہا کہ ضروری نہیں کہ تم شہر کی لڑکیاں لاؤ دوسرے شہر بھی تو ہیں اور اسی رات ہمزاد میرٹھ کے نواب صاحب کی نوخیز لڑکی اٹھا لایا۔.....

جادوگرنی

ایک ایسے علاقے کے ہاسٹل کی کہانی جہاں پر باہر سے آکر کام کرنے والے افراد کو اس ہاسٹل میں رہنا پڑتا۔ جس کی مالک ایک جادوگرنی تھی۔ یہاں پر انہیں ہر طرح کی پابندی برداشت کرنی پڑتی۔ سونے جاگنے کھانے پینے کی پابندی جس کے لئے اس نے ایک پراسرار بلی رکھی ہوئی تھی۔ جو رات کو پہرہ دیتی۔

ابھی پڑھیے ''اردو رسالہ'' پر

.....اور خلاف توقع یہ لڑکی مجھے بے انتہا پسند آئی،.....

حالانکہ اس نے میرے ساتھ قطعی اشتراک نہیں کیا تھا صبح ہونے سے پہلے میں نے اسے واپس کر دیا.....لیکن صبح اٹھتے ہی اس نے ہنگامہ کر دیا اس نے اپنی ماں کو وہ سب کچھ بتا دیا جو رات ہوا تھا، نواب صاحب کے کانوں میں بھی یہ بات پڑی اور وہ غصے میں لال ہو گئے مگر معاملہ اس نوعیت کا نہ تھا کہ سمجھ سے باہر تھا فوراً نواب صاحب کسی خاص طبیب طلب کرنے چلے گئے۔ جنہوں نے تصدیق کی لڑکی سچ کہتی ہے اس کے ساتھ زبردستی نہیں کی گئی ہے مولویوں اور عاملوں کو بلایا گیا، انہوں نے بتایا کہ یہ کام کسی عامل کا ہے جو گناہ کی راہ پر پڑ گیا ہے۔ اب عامل کا پتہ کس طرح لگے! اسی تمام ہنگامے میں رات ہو گئی۔ میں نے رات ہوتے ہی ہمزاد سے کہا کہ اسے آج پھر لاؤ، مگر کچھ دیر بعد ہی ہمزاد واپس خالی ہاتھ آ گیا، اور بولا کہ عاملوں

نے اس کے گرد حصار کھینچ دیا ہے جس میں میں داخل نہیں ہوسکتا، میں تمہارے لئے دوسری لڑکی لائے دیتا ہوں آج رات اس سے کام چلاؤ ہمزاد میرے لئے ایک اور حسین لڑکی لے آیا مگر وہ رہ کر مجھے نرگس ہی کی یاد ستاتی رہی نرگس جو میرٹھ کے نواب صاحب کی لڑکی تھی اور جس کے گرد آج حصار کھینچا گیا تھا۔

صبح نرگس سے پوچھا گیا کہ کیا رات پھر تمہیں کسی نے بلایا تھا؟

.....اس نے بتایا کہ ہاں رات بھی وہ آئے تھے مگر وہ میرے قریب نہیں آرہے تھے مجھے دور ہی سے بلاتے رہے میں نے اٹھنا چاہا مگر نہ معلوم کیوں میں نہ اٹھ سکی۔

نواب صاحب بھی موجود تھے، عامل اور حکیم بھی، نواب صاحب بولے یہ تو بڑی خطرناک بات ہے آخر ہم کب تک رات رات بھر جاگ کر اس کی حفاظت کرتے رہینگے کب تک اسے حصار میں قید

رکھیں گے کیا کسی طرح آپ لوگ یہ معلوم نہیں کر سکتے کہ وہ کون مردود عامل ہے.....تمام عاملوں اور حکیموں کو نواب صاحب کی بات سن کر سانپ سونگھ گیا مگر اچانک بڑے حکیم صاحب نے اس خاموشی کو توڑا۔ یہ معلوم کیا جا سکتا ہے کہ وہ عامل کہاں ہے پھر آسانی سے اس کے بارے میں بھی تحقیق ہو سکتی ہے کہ پہلے یہ معلوم ہو جائے کہ وہ کس شہر میں ہے۔.....مگر اس کے لئے ایک مرتبہ پھر نرگس کو وہاں جانا.....پڑے گا۔".....

کیا کہہ رہے ہیں آپ حکیم صاحب نواب صاحب چیخے.....کیا میں خود جانتے بوجھتے اپنی بیٹی کی عصمت کا سودا کروں۔

.....کیا آپ مجھے اتنا بے ضمیر سمجھتے ہیں.....؟ حکیم صاحب کچھ دیر خاموش رہے پھر آہستہ سے بولے میرا مطلب یہ نہیں تھا، نواب صاحب.....میں تو اس ملعون کی نشاندہی کرنا چاہتا

تھا.....بہر حال.....

انہوں نے اپنا جملہ ادھورا چھوڑ دیا،نواب صاحب نے ایک نظر ان کی طرف دیکھا اور نرمی سے بولے۔

مجھے اپنے لہجے پر افسوس ہے مگر میں اس وقت اپنے ہوش میں نہیں ہوں حکیم صاحب! کاش! کاش! وہ ملعون مجھے مل سکتا؟

نواب صاحب پھر جذباتی ہو رہے تھے.....بڑے حکیم صاحب ان کے خاندانی طبیب تھے اس لئے نواب صاحب ان کی عزت کرتے تھے.....کچھ دیر بعد نواب صاحب نے پھر حکیم صاحب کو مخاطب کیا، کیا آپ کے ذہن میں کوئی ایسی ترکیب تھی جس سے اس نہ معلوم عامل کی نشاندہی کی جا سکے۔.....

جی ہاں اس لئے میں نے عرض کیا تھا میں چاہتا ہوں آج رات صرف آج رات عامل حضرات اپنا حصار نرگس کے اطراف سے ہٹا لیں۔

.....انشاءاللہ کل صبح میں آپ کو کوئی اچھی خبر سنا سکوں گا۔

کافی دیر بحث وتکرار کے بعد یہ بات طے ہوگئی کہ آج رات نرگس کے گرد حصار نہیں رہے گا.....مجھ ایک ایک بات کی اطلاع ہمزاد نے بتائی تھی، ادھر رات کے 12 بجے میں نے ہمزاد سے بے صبری کے ساتھ کہا.....اسے لاؤ جلدی لاؤ.....

چند ہی لمحوں بعد نرگس میرے پاس تھی۔

صبح سے پہلے پہلے میں نے اسے رخصت کرنے کے لئے غسل کیا اور اپنے کمرے میں آ گیا، مجھے دیکھ کر وہ بولی۔ کیا آپ ہمیں اپنے شہر کی کوئی چیز نہیں کھلائیں گے، میں نے کہا۔ کیوں نہیں اور پھر فوراً ہی ہمزاد سے پیڑے لانے کو کہا پیڑے آ گئے کچھ اس نے کھائے اور کچھ میں نے کھائے اور پھر بولی، اچھا اب ہمیں پہنچا دیجئے، میں نے .....ہمزاد کو اسے پہنچانے کے لئے کہا۔ ان کے جاتے ہی میں

سو گیا.....

دو پہر کے قریب میں اٹھا تو ہمزاد کے ذریعے نرگس کی اطلاع ملی وہاں سے عجیب ہی خبریں آئیں اسکے گرد حصار پھر کھینچ دیا گیا ہے بڑے حکیم صاحب نرگس کو دیکھنے آرہے تھے انہوں نے نرگس سے کہا تم لائیں، اور نرگس نے ان کے سامنے پیڑا رکھ دیا۔

ہوں۔ حکیم صاحب نے سر ہلایا اس وقت نواب صاحب بھی موجود تھے وہ بولے کیا۔ ہوا حکیم صاحب؟

وہ شخص بدایوں میں سے ہے حکیم صاحب نے پرسکون لہجے میں کہا۔

کیا؟ نواب صاحب تقریباً اچھل پڑے۔

جی ہاں تصدیق کر لیجئے، یہ پیڑے بدایوں کے ہیں ایسے پیڑے پورے ہندوستان میں اور کہیں نہیں بنتے، حکیم صاحب نے نواب صاحب کی طرف دیکھ کر کہا۔

آپ نے تو کمال کر دیا جو کام عامل نہ کر سکے، وہ آپ نے کر دیا،
نواب صاحب انتہائی ممنونیت سے بولے۔ پھر اس کے بعد انہوں
نے فوراً چند عاملوں اور اپنے کچھ خاص آدمیوں کو بدایوں روانہ کر دیا
کہ وہاں جا کر پتہ لگائیں کہ کیا وہاں کوئی عامل ہے۔
یہ جان کر میں کچھ متفکر ہوا کہ انہیں میرے بارے میں علم ہو چکا ہے
مجھے ہوس نے اتنا اندھا کر دیا تھا کہ سب کچھ جانتے بوجھتے بھی میں
نے محتاط رویہ اختیار نہ کیا شاید اس کی وجہ یہ ہے کہ مجھے خود پر کچھ
ضرورت سے زیادہ ہی گھمنڈ ہو گیا تھا، میں سمجھتا تھا کہ میں جب
چاہوں اور جو چاہوں کر سکتا ہوں میرا کوئی کچھ نہیں بگاڑ سکتا، میرے
قبضے میں بہت بڑی طاقت ہے اسی لئے میں سب کچھ خاموشی سے
دیکھتا رہا کہ جب چاہوں گا حالات اپنے حق میں کر لوں گا۔
وہ لوگ اسی دن بدایوں پہنچ گئے.....

بدایوں پہنچ کر بہت جلد انھیں معلوم ہوگیا کہ یہاں شیخ کرامت سے بڑا کوئی اور عامل نہیں شیخ کرامت کے بارے میں انھیں ایک ایک بات معلوم ہوگئی.....وہ تمام تحقیق کر کے واپس چلے گئے۔

نواب صاحب نے فوراً بات اعلیٰ افسران کو بتادی جنہوں نے بدایوں کے افسران کو حکم دیا کہ مجھے گرفتار کرلیں اور تحقیق کریں کہ کیا معاملہ ہے۔ مگر ظاہر ہے کہ مجھ پر ہاتھ ڈالنا آسان کام نہیں تھا، بدایوں میں سبھی میرے معتقد تھے انہوں نے صاف جواب دیدیا کہ وہ میرے خلاف کچھ نہیں کر سکتے اس لئے کہ انھیں یقین ہے کہ میرے اوپر الزام لگایا گیا ہے لیکن پھر بھی اعلیٰ افسران کو خوش کرنے اور خانہ داری کرنے کے لئے انہوں نے میری حویلی کے اردگرد پولیس کا پہرہ لگادیا کہ کوئی لڑکی آتی جاتی تو نہیں ظاہر ہے کہ دروازوں سے ہو کر تو کوئی لڑکی بھی نہیں آتی تھی پھر پولیس کیسے دیکھ سکتی تھی باقی پولیس کے

پہرے کے لئے افسران نے مجھ سے بہانہ کیا کہ ہم نے حضور کی حفاظت کے لئے ایسا کیا ہے۔لیکن میں جو سب کچھ جانتا تھا فوراً بولا۔.....مجھے سب کچھ معلوم ہے مجھ سے کچھ چھپاؤ نہیں اس کے بعد میں نے وہ سب کچھ بتا دیا جو ہمزاد کے ذریعے مجھے معلوم ہوا تھا میری بات سن کر ایس پی اور انگریز افسران بہت مرغوب ہوئے اور فوراً پہرہ ہٹانے کے احکامات جاری کر دیئے۔اور افسران کا مطلع کیا کہ انہوں نے میرے اوپر سے پہرہ ہٹا دیا ہے اس لئے کہ وہ پوری طرح ہر بات کی تصدیق کر چکے ہیں.....افسران نے پھر تنبیہہ کی اور کہا کہ ہم خود تحقیق کے لئے ایک کمیشن بھیج رہے ہیں اس لئے کہ یہ معاملہ میرٹھ کے نواب صاحب کا ہے جنہیں انگریز سرکار ہر حال خوش رکھنا چاہتی ہے یہ کمیشن بدایوں پہنچ کر خفیہ تحقیقات کرے گی۔

ادھر نواب صاحب نے عاملوں سے بھی مشورہ کیا کہ اس سلسلے میں کیا کیا جائے؟ عاملوں نے نواب صاحب کو بتایا ہمارا علم کہتا ہے کہ اس کے قبضے میں اس کا ہمزاد یا جسم لطیف ہے.....جس کے ذریعے وہ تمام ایسے کام کر لیتا ہے اسے ہمزاد کے ہوتے ہوئے اسے مارنے کی کوشش کریں اس لئے کہ اکیلا ہمزاد سینکڑوں ہزاروں کے لئے کافی ہے ایک صورت ہے اسے مارنے کی اسے ایسے وقت قتل کیا جائے جب اس کا ہمزاد اس کے پاس نہ ہو.....اور یہ ایک ہی وقت ہو سکتا ہے یعنی جس وقت وہ ناپاک ہو ناپاکی کی صورت میں وہ اپنی مدد کے لے ہمزاد کو نہیں بلا سکتا اس لئے کہ کوئی بھی ہمزاد ناپاکی کی حالت میں کبھی اپنے عامل کے پاس نہیں جاتا چاہے عامل اسے بلاتا ہی رہے۔

نواب صاحب کو یہ تجویز پسند آئی اور وہ بولے۔.....وہ خبیث

اپنی عادات کا غلام معلوم ہوتا ہے یقیناً وہ روز ہی۔
کسی نہ کسی معصوم لڑکی کی زندگی تباہ کرتا ہوگا، اس لئے ایسے ہی وقت اس پر حملہ کر کے اسے قتل کر دیا جائے نواب صاحب کی اس بات پر عاملوں نے بھی اتفاق کیا۔

نواب صاحب نے اسی وقت اپنے پروردہ غنڈوں کو طلب کیا اور ان کے سپرد یہ کام کیا کہ بدایوں جا کر مجھے قتل کر دیا جائے اس وقت جب میں کسی لڑکی کے ساتھ اپنی ہوس کی پیاس بجھانے میں مصروف ہوں وہ غنڈے تعداد میں پندرہ بیس تھے خاصے صحت منداور تندرست جسم کے مالک طے یہ ہوا کہ کل صبح یہ لوگ چند عاملوں کے ہمراہ جنہوں نے میری حویلی دیکھی ہے بدایوں روانہ ہو جائیں گے اور کل رات ہی مجھے قتل کر دیا جائے گا۔

☆☆☆

آدمی خواہ کتنا ہی بہادر اور نڈر ہو لیکن جب اس کے علم میں یہ بات آ جائے کہ اس کے قتل کی تیاریاں ہو رہی ہیں تو کچھ تفکر ضرور ہوتا ہے .....اس سلسلے میں الجھن ضرور ہوتی تھی لیکن ہمزاد کی موجودگی میں خطرہ بہر حال نہیں تھا میں ہمزاد کی تمام پراسرار قوتوں سے بڑی اچھی طرح سے آگاہ تھا، جن کے سامنے نواب صاحب کے غنڈے تو کیا بڑی سے بڑی طاقتیں سرنگوں ہو سکتی تھیں یہی سب سوچ کر میں نے فیصلہ کیا کہ نواب صاحب کے غنڈے بدایوں آ جائیں تو انھیں مزا چکھاؤں میں بے چینی سے ان کی آمد کا منتظر تھا، مجھے علم تھا کہ ابھی میرے قاتل بدایوں میں داخل نہیں ہوئے ہیں۔

میں ابھی انہی خیالوں میں الجھا ہوا تھا کہ میرے نوکر نے اطلاع دی کہ کوتوال شہر اور چند دیگر افسران مجھ سے ملنے کے خواہشمند ہیں میں

نے انھیں اندر ہی بھیجا۔ وہ لوگ آئے تو میں نے دیکھا کہ ان کے ہمراہ پولیس والوں کی خاصی تعداد ہے اور کچھ پولیس والے کمرے کے باہر بھی ٹھہر گئے ہیں ایس پی۔ انہی کے ساتھ تھا میں نے دیکھا کہ ان کے ہمراہ کچھ اجنبی چہرے بھی تھے، یہ ایک انگریز تھا ایس پی اور کوتوال شہر کے چہروں سے فکرمندی کا اظہار ہو رہا تھا

.....آخر ایس پی نے مہر سکوت توڑ دیا۔

شیخ صاحب ان سے ملئے آپ آج ہی دارالحکومت سے تشریف لائے ہیں ایس پی نے اجنبی انگریز کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا میں نے اس کی طرف مصافحے کے لئے ہاتھ بڑھایا، مسٹر مائیکل آپ اس تحقیقاتی کمیشن کے ایک ممبر ہیں جو آپ کے بارے میں چھان بین کرنے کے لئے دارالحکومت سے یہاں بھیجا گیا ہے میں نے مائیکل کی طرف دیکھا میں اس کی آنکھوں میں دیکھ رہا تھا مائیکل نے چند ہی

لمحوں میں گھبرا کر نظریں نیچی کر لیں۔

مجھے آپ سے مل کر خوشی ہوئی مسٹر مائیکل میں نے کہا۔

میں آپ کو لینے آیا، امارا چیف جان ولیم آپ کے گرفتاری کا آرڈر دیا ہے مائیکل پہلی مرتبہ بولا میں نے دیکھا کہ اس کی نگاہیں جھکی ہوئی تھیں غالباً مجھ سے کچھ مرعوب تھا ممکن ہے ایس پی کوتوال شہر نے اسے میرے بارے میں کچھ بتا دیا ہو۔

میں نے ایک لمحے کے لئے آنکھیں بند کیں اور ہمزاد کا تصور کیا، وہ فوراً حاضر ہو گیا اس کے آتے ہی میں نے اسے حکم دیا جسے بقیہ تمام لوگ بھی سن رہے تھے اور حیرت سے میری طرف دیکھ رہے تھے کس سے بات کر رہا ہوں جب کہ بظاہر ان کے اور میرے سوا کمرے میں اور کوئی وجود نہیں تھا۔

میں کہہ رہا تھا فوراً معلوم کرو کہ یہ مردود جان ولیم کون ہے کیا چاہتا ہے

اس کے بارے میں تمام معلومات ہمیں اسی وقت چاہئیں.....

ہمزاد میرا حکم سن کر فوراً چلا گیا اور چند ہی لمحوں میں واپس آ کر مجھے بتانے لگا۔

جان ولیم اس تحقیقاتی کمیشن کا سربراہ ہے جو نواب کی شکایت پر انگریزی سرکار نے یہاں بھیجا ہے وہ نہایت سخت گیر اور عام انگریزوں کے برخلاف تو ہم پرست نہیں، اس نے یہاں آتے ہی سب سے پہلا کام یہ کیا کہ آپ کی گرفتاری کے احکامات جاری کر دیئے ایس پی وغیرہ نے سمجھانے کی بہت کوشش کی مگر وہ کسی طرح باز نہ آیا وہ بہت ضدی اور اکھڑ قسم کا آدمی ہے وہ قطعی کسی پراسرار قوت پر یقین نہیں رکھتا، یہ شخص انگریزی سرکار میں ایک بڑے عہدے پر فائز ہے اور وائسرائے کے قریبی عزیزوں میں سے ہے اس لئے اپنے سامنے کسی کو کچھ نہیں سمجھتا، جو چاہتا ہے کرتا ہے انگریزی سرکار نواب

کو ہر حال میں خوش رکھنا چاہتی ہے اس لئے ان کی شکایت پر فوری کاروائی عمل میں آئی ہے جان ولیم کے ساتھ مائیکل کے علاوہ دو ممبران اور ہیں جن کے نام پیٹر اور سمتھ ہیں جان ولیم کے سامنے ان لوگوں کی کچھ زیادہ حیثیت نہیں جان ولیم کو چھوڑ کر سب تو ہم پرست ہیں، ہمزاد نے تفصیل سے سب کچھ بتا دیا اور میرے کسی دوسرے حکم کا انتظار کرنے لگا میں نے ہاتھ کے اشارے سے اس کو رخصت کر دیا۔

ہمزاد نے مجھے جو اطلاعات دی تھیں انہیں سوائے میرے سب بے خبر تھے اس لئے کہ ہمزاد کی آواز صرف میں ہی سننے کے اہل تھا، ایس پی اور دوسرے افسران میری خاموشی دیکھ رہے تھے انھیں ہمت نہیں تھی کہ وہ کچھ کہہ سکیں میرا چہرہ اس وقت غصے سے سرخ تھا، آخر کار میں نے کہا۔

جان ولیم کو غالباً اس بات پر بہت فخر ہے کہ وہ وائسرائے کا قریبی عزیز ہے.....بخدا میں اسے وہ سبق دوں گا کہ وہ تا زندگی یاد کرے گا چلو میں تمہارے ساتھ چلتا ہوں مجھے تم لوگوں کی نوکریاں عزیز ہیں۔ اگر میں تمہارے ہمراہ نہ چلا تو یا تم مجھے نہ لے جا سکے تو وہ خبیث تم سب کو معطل کر سکتا ہے جو میں نہیں چاہتا۔

میری بات سن کر ایس پی کی آنکھیں فرطِ عقیدت سے بھیگ گئیں اور اس نے آگے بڑھ کر ہاتھ چومتے ہوئے کہا سرکار ہم مجبور ہیں بے بس ہیں، آپ حکم فرمائیں تو میں ابھی یہ ذلیل نوکری چھوڑ دوں گا، جس کی وجہ سے میں اپنے مرشد کو گرفتار کرنے آیا ہوں سرکار مجھے حکم دیجئے۔

نہیں ہرگز نہیں میں نے کہا اور مائیکل کی طرف دیکھا جواب کسی قدر سہما ہوا دکھائی دے رہا تھا، اس کے علم میں تھا کہ جان ولیم وائسرائے

کا قریبی عزیز ہے اور وہ بات بہت کم لوگ جانتے تھے وہ میری پراسرا
قوتوں سے مرعوب نظر آ رہا تھا اب میں نے اسے مخاطب کیا مائیکل
میں جانتا ہوں کہ تم بے قصور ہو تم ہی کیا اس کے سامنے پیٹر اور سمتھ
بھی بے بس ہیں حالانکہ وہ دونوں جان ولیم کی طرح خبیث نہیں۔
میری یہ باتیں سن کر مائیکل کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں وہ میری
زبان سے پیٹر اور سمیتھ کا نام سن کر حیرت زدہ تھا.....میں نے
لوہا گرم دیکھ کر ایک اور ضرب لگائی۔ مجھ سے کوئی چھپا ہوا نہیں میں تم
سب کے اندر جھانکنے کی صلاحیت رکھتا ہوں تمہارا ماضی اور حال
مستقبل میرے سامنے ایک کھلی کتاب کی طرح ہے۔
اس کے بعد میں ان سب لوگوں کے ہمراہ اپنی حویلی سے نکلا وہ سب
دست بستہ مودب میرے پیچھے پیچھے چل رہے تھے ان میں مائیکل بھی
تھا کوتوالی قریب ہی تھا ہم سب بہت جلد کوتوالی تک پہنچ گئے راستے

میں لوگوں نے اس جلوس کو حیرت سے دیکھا۔ دیکھنے والے یہ نہ سمجھ پائے کہ ماجرا کیا ہے؟ اس لئے کہ میں ان سب کے آگے آگے اس طرح چل رہا تھا جیسے وہ میرے ماتحت ہوں اور ان سب کا انداز بھی ایسا ہی تھا جیسے وہ کسی قابل احترام شخصیت کے ساتھ مودب چل رہے ہوں یہ میری پہلی گرفتاری تھی کتنی عجیب تھی یہ گرفتاری بھی نہ ہاتھوں میں ہتھکڑیاں، چہرے پر گردِ ملال، نہ سپاہیوں کی بے ادبیاں.....

میں کوتوالی میں داخل ہوا تو سامنے بنے ہوئے کمرے کے برآمدے میں ایک لحیم شحیم شخص کو بے چینی سے ٹہلتے ہوئے دیکھا وہ انگریز ہی تھا اور اس کے ہمراہ دو اور انگریز بھی تھے جن سے وہ کچھ باتیں کر رہا تھا میں نے اندازہ لگا لیا کہ یہ لمبا تڑنگا شخص یقیناً جان ولیم ہے اور اس کے ساتھ والے پیٹر اور سمتھ ہیں.....پیٹر اور سمتھ میں سے ایک بہت پستہ قد اور گٹھیلے جسم کا مالک تھا وہ قد میں جان ولیم کا

.....آدھا تھا جب اور جان ولیم کے ساتھ ساتھ چلتا تھا اس کی کمر تک پہنچ پاتا تھا۔.....

اچانک جان ولیم کی نظر مجھ پر پڑی اس نے دیکھا کہ میں بڑی شانِ بے نیازی سے کوتوالی میں داخل ہو رہا ہوں اور میرے پیچھے پیچھے بقیہ لوگ مودب چلے آ رہے ہیں جن میں مائیکل بھی ہے اب میں اس سے صرف چند گز کے فاصلے پر تھا جان ولیم ایک دم چیخ پڑا۔ مائیکل کیا میں نے ان احمقوں کے ساتھ اس لئے تمہیں بھیجا تھا کہ تم بھی انہی کے ساتھ بے وقوف بن جاؤ تم نے اس خطرناک مجرم کو ہتھکڑیاں کیوں نہیں لگائیں، میں تم سے جواب طلب کروں گا۔

بالکل بالکل سر، پستہ قد نے ہاں میں ہاں ملائی۔

تم چپ رہو، ولیم پیٹر پر الٹ پڑا۔

میں نے سوچا تو یہ ہے پیٹر یہ بھی حرامزادہ معلوم ہوتا ہے دوسرا یقیناً

اسمتھ ہے۔

مائیکل اب سامنے آ کر تھر تھر کانپ رہا تھا.....وہ صرف اتنا کہہ سکا.....سر! سر.....میں.....

دفع ہو جاؤ یہاں سے ولیم دھاڑا، اور تم سنو احمقو ولیم نے ایس پی اور کوتوال شہر کو مخاطب کیا اسے حوالات میں ڈال دو اس پر کڑی نگرانی رکھو کوئی اس سے ملنے نہ پائے۔

ایس پی ذرا جھجکا لیکن ولیم کی دوسری پھٹکار پر وہ بوکھلا گیا اور میری طرف دیکھے بغیر اس نے میرا ہاتھ پکڑا اور سامنے بنی ہوئی حوالات کی طرف چل دیا میں خاموشی سے اس کے ساتھ چل رہا تھا حوالات کے باہر کھڑے ہوئے سپاہی نے اسے سلوٹ کیا اور فوراً حوالات کا سلاخوں والا دروازہ کھول دیا جب ایس پی مجھے حوالات میں بند کر رہا تھا میں نے دیکھا کہ اس کی آنکھوں سے آنسو بہہ بہہ کر اس کے

رخساروں کو نم کر رہے تھے وہ رندھے گلے سے کہہ رہا تھا.....

مرشد! مجھ گنہگار کو معاف کر دینا۔

میں نے اس کے سر پر ہاتھ پھیرا اور بولا۔ تم بے فکر رہو حالات بہت جلد بہتر ہو جائیں گے اور تم دیکھو گے کہ اس مغرور کا سر ہمارے قدموں میں جھکا ہو گا۔

اس نے جلدی سے اپنے آنسو صاف اور بغیر کچھ کہے واپس چلا گیا، میں نے حوالات کا جائزہ لیا یہ ایک بہت چھوٹی سی کوٹھڑی تھی جس میں صرف ایک آدمی لیٹ سکتا تھا یہاں بڑا تعفن تھا جو مجھے سخت ناگوار گزرا مگر حوالات کا دروازہ بند ہو چکا تھا اور میں دروازے کی سلاخوں سے لگا سامنے دیکھ رہا تھا جہاں ابھی تک جان ولیم وغیرہ موجود تھے اور اسمتھ اور پیٹر سے محو گفتگو تھا اور کوتوال شہر ایس پی کے برابر کھڑا تھا،.....کچھ دیر بعد میں نے دیکھا کہ جان ولیم نے ایس پی

سے کچھ کہا اور اپنے ساتھیوں کے ہمراہ کوتوالی سے نکل گیا، صرف مائیکل وہاں رہ گیا تھا۔

جان ولیم وغیرہ کے جاتے ہی ایس پی اور دوسرے افسران فوراً حوالات کی طرف آئے اور مجھے حوالات سے نکالتے ہوئے بولے۔

مرشد! اس زحمت کے لئے ہم معافی چاہتے ہیں آیئے آپ ہمارے ساتھ کمرے میں بیٹھیں۔.....

میں ان سب کے ہمراہ حوالات سے نکل کر بڑے آرام دہ کمرے میں آ کر بیٹھ گیا میرے وہاں پہنچتے ہی ایس پی نے اپنے ماتحت کو حکم دیا دیکھو تم اپنے کچھ آدمی کوتوالی آنے والے راستوں پر سادہ کپڑوں میں متعین کر دو وہ جیسے ہی اس خبیث ولیم کو ادھر آتا ہوا دیکھیں تو ہمیں مطلع کر دیں، اس کے ساتھ ہی وہ شخص باہر نکل گیا جسے ایس پی نے مخاطب کیا تھا ایس پی نے مجھ سے کہا۔

مرشد! اس ظالم نے مسٹر مائیکل کو اپنے کمیشن سے باہر کر دیا ہے اور فوراً دارالحکومت جانے کا حکم دیا ہے اب وہ شام کو آنے کے لئے کہہ گیا تھا مجھے اس کے ارادے خطرناک معلوم ہوتے ہیں وہ کہہ رہا تھا کہ وہ تشدد کر کے آپ سے سب کچھ قبول کروالے گا، ہم سب کا خیال ہے کہ آپ یہاں سے اس کے آنے سے پہلے ہی نکل جائیں بعد میں جو کچھ ہوگا ہم بھگت لیں گے زیادہ سے زیادہ یہی تو ہو سکتا ہے کہ ہمیں معطل کر دیں گے۔

نہیں یہ ہرگز نہیں ہو سکتا میں اپنی وجہ سے تم لوگوں کو مصیبت میں نہیں ڈال سکتا، یہ معاملہ اب میرا اور اس کا ہے میں بھگت لوں گا تم خاموشی سے سب کچھ دیکھتے جاؤ یہ میرا حکم ہے کہ تم اس معاملے میں قطعی مداخلت نہیں کرو گے۔

مگر اس کے ارادے تو.....اس مرتبہ کوتوال شہر نے کہنا چاہا

مگر میں نے اس کی بات کاٹ دی۔

کچھ نہیں تم لوگ بس دیکھتے رہو کہ کیا ہوتا ہے۔

آپ نہیں جانتے وہ بہت جالم ہے اس مرتبہ ٹوٹی پھوٹی اردو میں مائیکل نے کہا۔

مسٹر مائیکل میری خواہش ہے کہ شام تک تم بھی کسی بہانے رک جاؤ تا کہ خود اپنی آنکھوں سے اس کی بے بسی دیکھ سکو.....میں نے مائیکل سے کہا۔

یہ نہیں ہونے دے گا، وہ ام کو فوراً جان کا حکم دیا ہے۔ اگر ام نہیں جائے گا تو.....

خیر تمہاری مرضی بہر حال تم سن لوگے کہ اس کا کیا حشر ہوا ہے۔

اس کے کچھ دیر بعد مائیکل ہم سے رخصت ہو کر چلا گیا، اسے دار الحکومت پہنچنا تھا.....جاتے وقت اس نے بھی جھک کر

بالکل ایس پی کی طرح میرے ہاتھ چومے تھے اور میں نے اس کی سر پر ہاتھ پھیر کر دعا کر دی تھی۔

یہ سب لوگ ایک بڑی کوٹھی میں ٹھہرائے گئے تھے اور اس وقت جان ولیم بھی وہیں گیا ہوگا، وہ حویلی یہاں سے بہت دور ہے اس لئے آپ اطمینان سے بیٹھیں وہ شام سے پہلے یہاں نہیں آئے گا کوتوال نے کہا پھر ایس پی سے بولا۔ کھانے کا وقت قریب ہے میں گھر سے کھانا منگوائے لیتا ہوں کیا خیال ہے آپ کا کھانا کھایا جائے.....

وہ اس کی ضرورت نہیں آج ہم تم دونوں کی دعوت کریں گے۔

بولو کیا کھاؤ گے.....میں نے دونوں کی طرف دیکھا۔

ایس پی نے کہا نہیں مرشد! میں اپنے گھر سے کھانا منگوائے لیتا ہوں آپ اپنے اس خادم کو بھی تو خدمت کا موقع دیجئے۔

میں اس کی بات سن کر مسکرایا اور بولا۔

مگر ہمیں تو بھوک بہت زور کی لگی ہوئی ہے کیا تم ایک منٹ کے اندر کھانا منگوا سکتے ہو؟

میری بات سن کر وہ لاجواب ہو گیا، یہ تو مرشد ہی کے بس میں ہے اس نے سر جھکا کر کہا۔

تو پھر ہماری دعوت قبول کرو۔

عزت افزائی ہے مرشد کی۔

میں نے ہمزاد کو طلب کیا اور اس سے بہترین کھانا لانے کو کہا اور ساتھ ہی مجھے نہ جانے کیا شرارت سوجھی کہ میں نے ہمزاد سے کہا.....

سنو وہ اپنے تیں مار خاں جان ولیم اور اس کا حرامزادہ ساتھی پیٹر آج دوپہر کا کھانا نہ کھا سکیں، اسمتھ کو تم معاف کر سکتے ہو وہ میرا حکم سن کر چلا گیا اور پھر چند ہی لمحوں میں ہم تینوں کے سامنے بہترین کھانے چنے ہوئے تھے کھانا وغیرہ کھا کر میں نے پھر ہمزاد کو طلب کیا اور اس

سے جان ولیم کا حال معلوم کیا اور رخصت کر دیا میں ایس پی کو بتا رہا تھا.....

تمہارا شیر سخت غضب میں مبتلا ہے مجھے ابھی ابھی معلوم ہوا ہے کہ جیسے ہی خانساماں نے اس کے سامنے کھانا لگایا اور اس نے کھانے کے لئے ہاتھ بڑھایا سالن کی پلیٹ خود بخود اڑ کر اس کے صاف و شفاف کپڑوں پر اوندھ گئی یہی حال اس بونے پیٹر کا ہوا وہ اپنے ماتحتوں کے سامنے بہت شرمندہ ہوا وہ سب ساتھ بیٹھ کر ہی کھانا کھا رہے تھے اس نے پھر کپڑے بدلے اور دوبارہ کھانا کھانے بیٹھ گیا اس مرتبہ کھانے کی پلیٹ نے اس کے چہرے کو ہدف بنایا تھا وہ چیخنے لگا تھا اس کی آنکھوں میں مرچیں بھر گئیں وہ اس وقت اپنے بستر پر بھوکا پڑا تڑپ رہا ہے اور اب اس میں اتنی ہمت نہیں کہ وہ دوبارا کھانا کھانے بیٹھ جائے۔ البتہ سمتھ کھانا کھا چکا ہے اور اس نے ولیم کو سمجھایا

بھی ہے کہ وہ مجھے رہا کر دے ورنہ اسی طرح کی مصیبتوں اور عذابوں میں مبتلا رہے گا، مگر اس نے سختی سے اسمتھ کو ڈانٹ دیا ہے اور کہا ہے کہ شام کو وہ میری کھال میں بھس بھر دے گا، میں نے تفصیل سے تمام بات ایس پی اور کوتوال کو بتائی ان کے چہروں سے پتہ چلتا تھا کہ انھیں میری بات کا پورا یقین ہے.....میرے علم میں تھا کہ ہمزاد کے نادیدہ ہاتھوں نے جان ولیم اور پیٹر کی یہ درگت بنائی ہے لیکن میں نے ہمزاد کے بارے میں ایس پی اور کوتوال کو کچھ نہیں بتایا وہ صرف اتنا جانتے تھے کہ میرے بس میں چند نادیدہ پراسرار قوتیں ہیں جن کے ذریعے میں جو چاہوں کر سکتا ہوں۔

انہی خوش گپیوں میں شام ہوگئی.....کچھ دیر بعد ہی ایس پی کے ماتحت نے اطلاع دی کہ جان ولیم اور اس کے ساتھی کوتوالی کی طرف آ رہے ہیں میرے ایما پر ایس پی نے مجھے پھر حوالات میں بند کر دیا میں

نے دیکھا کہ جان ولیم آندھی طوفان کی طرح کوتوالی میں داخل ہوا کوتوال اور ایس پی اپنی کرسیوں سے اٹھ کھڑے ہوئے جو ولیم کی اطلاع پا کر برآمدے میں آ بیٹھے تھے۔ جان ولیم نے آتے ہی میز پر ہاتھ مار کے کچھ کہا تو کوتوال فوراً حوالات کی طرف دوڑا اور مجھ سے بولا۔

حضور وہ سخت غصے میں ہے اور اس نے حکم دیا ہے کہ آپ کو برآمدے کے سامنے والے نیم کے پیڑ سے باندھ دیا جائے۔

مگر.....اگر مگر کچھ نہیں وہ تمہیں جو حکم دیتا ہے اس کی تعمیل کرتے رہو میرا حکم ہے میں نے سختی سے کہا۔

کوتوال میرا انداز دیکھ کر کانپ گیا، وہ میری خفگی کسی طرح نہیں چاہتا تھا.....وہ مجھے لے کر برآمدے کے سامنے آیا اور سپاہیوں کو حکم دیا کہ مجھے پیڑ کے تنے سے باندھ دیا جائے سپاہی محو حیرت تھے

کہ یہ کیا ماجرا ہے ابھی وہ جس شخص کا اتنا احترام کر رہے تھے اس کی یہ درگت بنا رہے ہیں سپاہی پہلے کچھ جھجکے لیکن جان ولیم کی ایک ہی پھٹکار نے جیسے ان کے مردہ جسموں میں روح ڈال دی ہو ان کے ہاتھ اب مشینی طور پر چل رہے تھے اب وہ مجھے پیڑ کے تنے سے باندھ رہے تھے۔.....

چمڑے کا بھیگا ہوا کوڑا۔ ولیم دھاڑا۔

کچھ دیر ہی میں.....دو سپاہی ایک ناند اٹھا کر لا رہے تھے جس میں چمڑے کے دو کوڑے بھیگ رہے تھے جیسے ہی سپاہی مجھے بھاند کر الگ ہٹے.....جان ولیم ایک کوڑا اٹھا کر میری طرف بڑھا ابھی وہ برآمدے سے نیچے بھی نہ اتر پایا تھا کہ میں نے ہمزاد کو طلب کیا اور پھر لوگوں نے جو کچھ دیکھا وہ بہت حیرت انگیز تھا۔

.....جان ولیم میرے پاس آ کر چیخا.....میں تیری زبان

کھلوانا اچھی طرح جانتا ہوں بتا تو نے نواب صاحب کی لڑکی کو اغوا کرایا تھا بول! ورنہ میں تیری کھال اتار دوں گا.....وہ صاف اردو بول رہا تھا اور یہ پہلے ہی سے میرے علم میں تھا کہ جان ولیم بھی انہی انگریزوں میں سے ایک ہے جو رموز حکومت میں اس بات کو بھی ضروری سمجھتے ہیں کہ جہاں حکومت کی جائے وہاں کی زبان بھی اچھی طرح آنی چاہیے تا کہ بہتر طور سے حکومت کر سکیں میں نے ایک نظر جان ولیم کو دیکھا جس کا ہاتھ مجھے کوڑا مارنے کے لئے اٹھ چکا تھا مگر اس سے پہلے کہ کوڑا میرے جسم پر پڑتا خود بخود اس کے ہاتھ سے چھوٹ کر بہت زور سے پیٹر کے پیٹ پر لگا۔ وہ اپنا پیٹ پکڑ کر بیٹھ گیا میں دیکھ رہا تھا کہ ہمزاد نے اس کے ہاتھ سے کوڑا چھین کر پیٹر کو دے مارا ہے اور اس سے پہلے کہ جان ولیم دوبارہ کوڑا اٹھاتا کوڑا خود بخود اپنی جگہ سے اٹھا فضا میں لہرایا اور بہت زور سے ولیم کے لگا ولیم چیخ پڑا

مگر اب کوڑا برابر اس کے جسم کو چاٹ رہا تھا پھر لوگوں نے دیکھا کہ دوسرا کوڑا بھی جو ناند میں بھیگ رہا تھا خود بخود ناند سے نکل کر پیٹر پر برسنے لگا.....جان ولیم اور پیٹر دونوں ہی بری طرح چیخ رہے تھے اسمتھ بقیہ لوگوں کے ساتھ دور کھڑا یہ سب کچھ حیرت سے دیکھ رہا تھا وہ تمام لوگ بہر حال یہ سمجھ چکے تھے کہ جو کچھ ہو رہا ہے وہ میری ہی پراسرار قوتوں کا کرشمہ ہے اچانک پیٹر بھاگ کھڑا ہوا کچھ دور کوڑے اس کا تعاقب کرتے رہے اور پھر واپس ناند میں آ گرا۔

پیٹر کا رخ کوتوالی کے صدر دروازے کی طرف تھا جان ولیم نے جب پیٹر کو اس عذاب سے بچ کر بھاگے ہوئے دیکھا تو خود بھی اسی طرف دوڑ پڑا۔ایک مرتبہ گھبراہٹ میں پاؤں اپنے ہی لباس میں الجھ گیا اور وہ اندھے منہ گرا پڑا۔کوڑا اب بھی اس کی پیٹھ پر برس رہا تھا،وہ ایک دم بلبلا رہا تھا اور چیختا ہوا کوتوالی سے باہر بھاگ رہا تھا،کسی کو اتنا ہوش

نہیں تھا کہ اس بات پر غور کرتا کہ جان ولیم اور پیٹر ہی کی کیوں پٹائی ہو رہی ہے جب کہ اسمتھ بھی اس کمیشن کا ممبر تھا۔

سب لوگ سحر زدہ کھڑے تھے جیسے انہوں نے کوئی خواب دیکھا ہو، پھر اس سے پہلے کہ کوئی مجھے درخت سے کھولتا ہمزاد مجھ تک پہنچ گیا اور میری رسیاں کھولنے لگا، یہ نظارہ بھی ان سب کے لئے حیرت انگیز تھا رسیاں خود بخود کھل رہی تھیں چند ہی لمحے میں میں آزاد ہو گیا بر آمدے کی سیڑھیاں چڑھ کر میں ایس پی اور کوتوال کے قریب پہنچا تو جیسے انھیں ہوش آ گیا ابھی میں ایس پی سے کچھ کہنے ہی والا تھا کہ اسمتھ میرے قدموں میں گر پڑا وہ نہ جانے کیا کیا کہہ رہا تھا میں نے جھک کر اسے اٹھایا اور تسلی دی۔

ہم تم سے بہت خوش ہیں نیک بچے کہ تمہارا دل روشن ہے تم نے ہر ممکن طور پر اس شیطان کو سمجھانے کی کوشش کی ہمارے اوپر سب کچھ روشن

ہے اب تم نے اس کا عبرت ناک انجام دیکھ لیا ہے وہ ہمارے سامنے ایک حقیر کیڑے سے زیادہ اہمیت نہیں رکھتا، میں نے برآمدے میں پڑی ہوئی ایک کرسی پر بیٹھتے ہوئے کہا۔

بے شک مرشد! کوتوال نے کہا۔

لیکن ہم بھی جانتے ہیں کہ ابھی اسے مناسب سزا نہیں ملی ہے ہم جب چاہیں یہاں سے جا سکتے ہیں مگر ہم ایسا نہیں کریں گے اس وقت تک نہیں جب تک وہ شیطان خود ہمارے قدموں پر گر کے ہم سے معافی نہ مانگے اگر ہم یہاں سے خود چلے گئے تو ہم جانتے ہیں کہ وہ اپنا غصہ تم لوگوں پر اتارے گا جو ہم نہیں چاہتے۔

پھر کیا حکم ہے مرشد! اس مرتبہ ایس پی نے کہا۔

ہم یہیں کوتوالی میں رہیں گے جب تک وہ دوبارہ نہ آئے جو آپ کا حکم ہو میں آپ کے لئے بستر وغیرہ کا انتظام کر دوں گا۔ آپ یہیں

میرے کمرے میں آرام فرمائیں کوتوال بولا۔

نہیں بستر وغیرہ رہنے دو، ہمیں صرف اپنے ہی بستر پر آرام کی .....نیند آتی ہے وہ ہم ضرور منگوالیں گے ویسے آج رات تم جان ولیم اور پیٹر کا حشر دیکھنا چاہو تو چھپ کر اس حویلی میں داخل ہو جاؤ جہاں وہ لوگ ٹھہرے ہوئے ہیں میں نے معنی خیز مسکراہٹ کے ساتھ ایس پی کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

دوسری صبح ایس پی کوتوال کو گزرے ہوئے واقعات سنا رہا تھا اور میں خاموشی سے سب کچھ سن رہا تھا.....اس لئے کہ میرے علم میں تو تھا کہ رات پھر ہمزاد نے ولیم اور پیٹر کو تنگ کیا ہے.....اور انہیں سونے نہیں دیا.....ایس پی کہہ رہا تھا.....

اس وقت رات کے تقریباً 12 بجنے والے تھے جان ولیم کا لیمپ مدھم مدھم جل رہا تھا، شاید اس نے سونے سے پہلے لیمپ کی لو نیچی کر دی

ہو پہلو کی کھڑکی کسی قدر کھلی ہوئی تھی جس سے لگا ہوا میں خاموشی کے ساتھ اندر دیکھ رہا تھا ولیم کو اپنے بستر پر سوتے ہوئے میرے ساتھ اس وقت اسمتھ بھی خاموشی سے کھڑا تھا اچانک میں نے کسی کے زور زور سے ہنسنے کی آواز سنی آواز ولیم کے کمرے سے آرہی تھی میں نے دیکھا ولیم اس طرح بے خبر سو رہا تھا پھر یہ آواز کہاں سے آرہی ہے؟ میں.....ابھی سوچ ہی رہا تھا کہ کسی کی چیخ اور سسکاریوں کی سی آواز سنائی دی میں نے گھبرا کر پھر کمرے میں دیکھا چیخ کی آواز سے ولیم بھی جاگ گیا وہ کمرے کی چھت کی طرف دیکھ رہا تھا اور اس کی آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ گئیں اب جو میری نظر اوپر اٹھی تو مجھے بھی ایک دم چکر سا آ گیا وہ منظر اتنا ہی حیرت انگیز تھا چھت کے ساتھ فضا میں پیٹر الٹا لٹکا ہوا تھا بلکہ لٹکا ہوا کہنا بھی غلط ہے وہ فضا میں معلق تھا وہ عین ولیم کے بستر کے اوپر معلق تھا اس وقت اس کی آنکھوں سے آنسو

بہہ کر ولیم کے بستر پر گر رہے تھے پھر نہ جانے کیا ہوا کہ ایک دم زور زور سے ہنسنے لگا یہ صورت حال بڑی مضحکہ خیز تھی پیٹر لگاتار ہنس رہا تھا جیسے اسے کوئی گدگدا رہا ہو اب سے ہنستے دیکھ کر شاید ولیم کی کچھ ہمت بندھی وہ سختی سے بولا۔ پیٹر کیا ہو گیا ہے تجھے؟ اس کی آواز سے میں نے محسوس کیا کہ وہ خوفزدہ ہے پیٹر اب بھی ہنس رہا تھا ہنسے جا رہا تھا اس نے ولیم کی بات کا کوئی جواب نہ دیا ایسا لگتا تھا جیسے وہ کچھ کہنا چاہتا ہو مگر ہنسی روکنے پر قادر نہ ہو، پھر ایک دم رونے لگا چیخنے لگا، بچاؤ! بچاؤ! اس کے ساتھ ہی وہ جان ولیم کو فحش فحش گالیاں دینے لگا جس کی وجہ سے وہ بھی اس عذاب میں مبتلا ہوا تھا پھر وہ بے بسی سے فضا میں ہاتھ پاؤں مارنے لگا اور کسی نادیدہ قوت سے معافی مانگنے لگا اسی کے ساتھ وہ فضا سے ایک دم ولیم پر گر پڑا۔ وہ سر کے بل گرا تھا نیچے بستر تھا ورنہ اس کے سر کے دو حصے ہو جاتے جیسے ہی پیٹر نیچے گرا

جان ولیم اچھل پڑا اور اچانک اس نے پیٹر پر گھونسوں کی بارش کر دی پیٹر پٹ رہا تھا اور اسے گالیاں بک رہا تھا اس لئے کہ جسمانی طور پر وہ ولیم سے بہت کمزور تھا اور صرف گالیاں ہی بک سکتا تھا پھر نہ جانے کیا ہوا کہ جس پلنگ پر وہ دونوں تھے وہ ایک دم الٹ گیا اب وہ دونوں زمین پر پڑے ہوئے تھے اور پلنگ اوندھا پڑا ہوا تھا، لیکن اب ولیم کی باری تھی.....میں اور سمتھ بڑی مشکل سے اپنی ہنسی روک سکے جب ہم نے دیکھا کہ ولیم چھت کے ساتھ فضا میں معلق بے بسی سے ہنس رہا ہے اور پیٹر نیچے کھڑا اسے چڑا رہا ہے۔

غرض کہ رات بھر یہی تماشہ ہوتا رہا۔.....ایس پی نے اپنی بات مکمل کرتے ہوئے کہا میرا خیال ہے کہ وہ دونوں اس وقت سو رہے ہوں گے اس لئے کہ رات بڑی مشکل سے گزاری ہے اور اب شاید وہ گیارہ بجے تک ہی لوٹیں گے۔

یقیناً!.....جان ولیم کے نام دارالحکومت سے ایک پیغام بھی آیا ہے۔وہ یہاں آجائے تو اسے دیا جائے اگر وہیں بھجوا .....کوتوال ابھی یہ کہہ رہا تھا کہ ایک انسپکٹر نے اطلاع دی کہ جان ولیم آرہا ہے اور ساتھ میں پیٹر اور اسمتھ بھی ہیں..... میں نے فوراً کہا تم لوگ مجھے اسی طرح حوالات میں بند کردو۔ مجھے پھر حوالات میں بند کر دیا گیا اور ابھی کوتوال برآمدے تک ہی پہنچا تھا کہ میں نے جان ولیم وغیرہ کو دیکھ لیا۔وہ لوگ کوتوالی کے صدر دروازے سے داخل ہو رہے تھے میں نے دور سے دیکھا کہ جان ولیم کا چہرہ ستا ہوا اور آنکھیں سرخ ہیں نہ تو وہ ٹھیک طرح سویا تھا اور نہ ہی اسے کل سے کھانا نصیب ہوا تھا.....میں نے کھانا اور نیند اس سے چھین لئے تھے میں نے ہمزاد کو طلب کر کے حکم دیا کہ جان ولیم اور پیٹر نہ کچھ کھا پائیں اور نہ ہی سو پائیں کل رات بھی ولیم

سویا نہیں تھا بلکہ اس پر نیم بے ہوشی سی طاری ہوگئی تھی جسے ایس پی نے سمجھا تھا کہ نیند ہے۔

بھوک بے خوابی اور جسمانی وذہنی اذیت کے سامنے اچھے اچھے بول جاتے ہیں۔مگر وہ ظالم بھی جان ولیم تھا شیطان،ضدی،اور خودسر۔وہ برآمدے میں آ کر بیٹھا تو مجھے اس کے تیوروں سے اندازہ ہوا کہ وہ کوئی خطرناک ارادہ رکھتا ہے اس نے آتے ہی سب سے پہلے وہ خط پڑھا جو دارالحکومت سے اس کے نام آیا تھا پھر کچھ دیر بیٹھا ہوا نہ جانے کیا سوچتا رہا۔خط اس کے سامنے کھلا ہوا تھا.....یقیناً یہ کوئی اہم خط ہے جس نے اس شیطان کو فکرمند کر دیا ہے میرے دل میں تجسس پیدا ہو گیا کوتوالی میں اس وقت سناٹا طاری تھا جسے سب کو سانپ سونگھ گیا ہو ایس پی اور کوتوال ایک طرف پڑی ہوئی کرسیوں پر خاموشی سے بیٹھے تھے اسمتھ اور پیٹر جان ولیم کے سامنے میز کے

دوسری طرف بیٹھے تھے۔

میں نے ہمزاد کو طلب کیا، اور اسے خط کا مضمون معلوم کرنے کو کہا۔

اس نے مجھے بتایا کہ خط گورنر صاحب کا ہے جس میں انھوں نے لکھا ہے کہ نواب صاحب حکومت پر زور ڈال رہے ہیں کہ مجرم کو گرفتار کر لیا جائے اور حکومت ہر حال میں انھیں خوش رکھنا چاہتی ہے اس لئے فوراً مجرم کو گرفتار کر کے دارالحکومت پہنچا دیا جائے کسی تفتیش کی ضرورت نہیں۔

میں نے دیکھا کہ اس نے کچھ لکھنے کے لئے قلم اٹھایا ظاہر ہے کہ وہ احکامات صادر کرنے والا تھا کہ مجھے اب جیل میں ڈال دیا جائے میں نے ہمزاد کو طلب کر کے حکم دیا کہ اسے روک دو، یہ کچھ بھی نہ لکھنے پائے اور اسے کسی طرح اس پر مجبور کر دو کہ ہمارے سامنے جھک جائے.....ہمزاد نے بتایا کہ ابھی وہ صرف مجرم شیخ کرامت

ہی لکھ پایا ہے دوسرے لمحے ہی ہمزاد اس تک پہنچ گیا۔.....

قلم اس کے ہاتھ میں تھا اور وہ آگے کچھ لکھنا چاہتا تھا مگر کسی نادیدہ ہاتھ نے اسے روک دیا تھا اب وہ ایک لفظ بھی آگے نہیں لکھ سکتا تھا اس نے جھنجھلا کر اپنے ہاتھوں کو جھٹکا دیا اور پھر لکھنا چاہا مگر قلم رک گیا، میں نے دیکھا کہ اس کے چہرے پر خوف کی پرچھائیاں رقص کرنے لگیں اس نے مڑ کر میری طرف دیکھا اور ایک لمحے کے لئے اس کی نظریں مجھ سے مل گئیں پھر نہ جانے کیا ہوا کہ اس کی گردن اسی طرح مڑی کی مڑی رہ گئی وہ گھبرا کر کھڑا ہو گیا اور قلم میز پر پھینک دیا اسمتھ اور پیٹر اس کی حالت دیکھ رہے تھے وہ بہت وحشت زدہ سا لگ رہا تھا۔ اچانک پیٹر بولا۔ سر جلدی سے آرڈر دیکر چلئے مجھے یہاں ڈر لگ رہا ہے اسے جیل بھیج دیجئے تا کہ.....لیکن وہ ابھی اپنا جملہ پورا نہیں کر پایا تھا کہ ایک دم چیخ پڑا اور بقیہ لوگ بھی خوفزدہ نظر آنے

لگے وہ سمجھ چکے تھے کہ کھیل شروع ہو چکا ہے ہوا یہ کہ میز پر پڑا ہولکڑی کا رول خود بخود اٹھ کر بہت زور سے پیٹر کے سر پر پڑا تھا.....اور ابھی وہ لوگ سنبھلنے بھی نہ پائے تھے کہ ان کی آنکھوں نے ایک اور حیرت انگیز منظر دیکھا قلم خود بخود قلمدان سے اٹھا اور کاغذ پر کچھ لکھنے لگا۔ جان ولیم نے حیرت سے وہ تحریر پڑھی۔

کاغذ پر لکھا تھا.....تم نادان اور حقیر کیڑے ہماری پراسرار قوتوں سے ٹکرانے کی کوشش کر رہے ہو، اس میں سوائے ذلت اور رسوائی کے اور کچھ نہ پاؤ گے، اس سے پہلے کہ ہم تمہیں نیست و نابود کر دیں تم اپنی شکست تسلیم کر لو، اور سنو ہمیں قید نہیں رکھ سکتے ہم جب چاہیں آزاد ہو سکتے ہیں روک سکتے ہو تو روک لو قلم.....قلم دان میں آ گیا.....اور اب ایک دوسرا منظر جان ولیم کی خوفزدہ آنکھوں نے دیکھا۔ میز پر چابی کا گچھا پڑا تھا جسمیں حوالات کی چابی

بھی تھی..... گچھا ایک دم اچانک میز سے ہوا میں بلند ہوا اور تیرتا ہوا حوالات کی طرف بڑھنے لگا سب کی نگاہیں گچھے پر جمی ہوئی تھیں گچھا حوالات کے دروازے پر آ کر فضا میں معلق ہو گیا، حوالات کے دروازے پر متعین سپاہی چیخ کر بے ہوش ہو گئے اور پھر گچھے سے ایک چابی نکل کر حوالات کے بڑے تالے میں داخل ہو کر گھوم گئی حوالات کا تالا کھل چکا تھا، پھر چند ہی لمحے میں حوالات کا دروازہ خود بخود کھل گیا۔

اور میں باہر آ گیا اور برآمدے کی طرف بڑھنے لگا باوقار انداز میں چلا جا رہا تھا جہاں ولیم وغیرہ بیٹھے تھے وہ سب جیسے پتھر ہو گئے تھے وہ ایک ٹک مجھے گھورے جا رہے تھے میں نے اپنے پیچھے حوالات کا دروازہ بند ہونے اور پھر تالا لگنے کی آواز سنی اب گچھا مجھ سے آگے آگے فضا میں تیرتا ہوا برآمدے کی طرف بڑھ رہا تھا صرف میں ہمزاد

کی حرکات دیکھ سکتا تھا ہمزاد گھچا میز پر رکھ کر نہ جانے کیوں ایک زور کا طمانچہ پیٹر کے سرخ گال پر جڑ گیا جس کی آواز سے ولیم اچھل پڑا پیٹر اپنا گال سہلا رہا تھا میں اب برآمدے کی سیڑھیوں تک پہنچ چکا تھا، میں جیسے ہی برآمدے کی سیڑھیاں چڑھ کر اوپر پہنچا پیٹر ایک دم اپنی کرسی چھوڑ کر اٹھا اور میرے قدموں پر گر پڑا میں نے اسے اٹھایا اور وہ تھر تھر کانپ رہا تھا جیسے بہت زور کی سردی لگ رہی ہو جان ولیم کو بھی اچانک نہ جانے کیا ہوا کہ اپنی جگہ سے اٹھ کر اس نے میرا دامن پکڑا اور زمین پر بیٹھ گیا اس کی آنکھوں میں آنسو تھے وہ رندھے ہوئے گلے سے کہہ رہا تھا میں آپ سے ہار گیا آپ یقیناً بہت بڑے بزرگ ہیں میں نے آپ کو سمجھنے میں غلطی کی تھی میں اس وقت تک آپ کا دامن نہیں چھوڑ سکتا جب تک آپ مجھے معاف نہ کریں گے، وہ زاروقطار رو رہا تھا.....

حالات بدل چکے تھے.....غرور کا سر نیچا ہو گیا تھا میں نے جان ولیم کے سر پر ہاتھ رکھ کر کہا اٹھو میرے بچے! میں نے تمہیں معاف کیا اور اس جملے کے ادا ہوتے ہی جیسے اس کے چہرے پر زندگی لوٹ آئی وہ خوشی سے میرے سینے کے ساتھ لپٹ گیا اس نے ضد کر کے مجھے اپنی کرسی پر بٹھایا اور خود سامنے بیٹھ گیا، اب ایس پی اور کوتوال بھی اپنی کرسیاں کھسکا کر قریب آ گئے تھے۔

میں نے کل سے تم دونوں پر کھانا اور نیند بند کر دی تھی۔.....میں جانتا ہوں تم دونوں کو سخت بھوک لگی ہو گی، بولو کیا کھاؤ گے میں نے جان ولیم اور پیٹر کی طرف دیکھ کر کہا ان کے سر شرم سے جھک گئے وہ کچھ نہ بولے پھر آنے والے چند لمحوں میں ان کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں ان کے لئے یہ منظر قطعی نیا تھا.....میں طرح طرح کے کھانے ہمزاد سے لے لے کر میز پر چن رہا تھا کچھ ہی دیر میں فضا

دوستانہ ہوگئی سب لوگ بیٹھے ہوئے بہترین کھانے کھا رہے تھے ان میں کوتوال اور ایس پی بھی شامل تھے۔

دوپہر سے کچھ پہلے میں کوتوالی سے رخصت ہوا میں اس تمام ہنگامے سے کسی قدر تھکا ہوا تھا اس لئے کہ جو نیند اپنے گھر آتی ہے وہ کہیں اور نہیں آتی.....میں اپنی محل نما حویلی پہنچ کر دوپہر کا کھانا کھا کر سو گیا اور مغرب کے بعد تک سوتا رہا.....پھر نہا دھو کر اپنی فٹن پر شہر کی سیر کو نکلا جب واپس ہوا تو 9 بجے کا وقت تھا.....

گذشتہ رات میری آغوش خالی رہی تھی مجھے ابھی سے

.....انگڑائیاں آ رہی تھی مجھے ابھی سے.....کسی جسم کا انتظار تھا، کوئی حسین جسم میری روح کی پیاس بجھا سکے، میرے ذہن میں اس وقت سوائے کسی حسین بدن کی خواہش کے کچھ بھی نہیں تھا، جیسے تیسے رات کے بارہ بجے میں اپنے بستر پر پڑا کروٹیں بدل رہا تھا

12 بجتے ہی میں نے ہمزاد کو طلب کیا اور اپنی خواہش ظاہر کر دی اس نے چند ہی لمحوں میں ..... مجھے میری خواہش پوری کرتے ہوئے کہا یہ لیجئے آقا۔ اور آئندہ چند لمحوں میں اس طرح گم تھا کہ مجھے کچھ دیر اس بات پر یقین ہی نہیں آیا کہ کوئی زور زور سے میرے کمرے کا دروازہ پیٹ رہا ہے کون ہو سکتا ہے؟ میں نے سوچا .....اس وقت صبح کے تقریباً 4 بجے ہوں گے بظاہر ہے کہ اس وقت دروازے کے پیٹے جانے سے میرا خون کھول گیا ہو گا، میں نے ایک دم دروازہ کھول دیا دروازہ کھلتے ہی میرا سارا غصہ ایک لمحے میں پانی ہو گیا، اور صورت حال کی نزاکت نے میرے اوسان خطا کر دیئے نواب کے غنڈے میرے ذہن نے کہا۔.....وہ پندرہ تندرست و توانا غنڈے تھے جن کے ہاتھوں میں لاٹھیاں چھریاں، اور تلواریں تھیں وہ دندناتے ہوئے کمرے میں گھس پڑے

ان کے چہروں پر ڈھاٹے بندھے ہوئے تھے.....ابھی میں سنبھل بھی نہ پایا تھا کہ ان میں سے ایک نے اپنی لاٹھی سے مجھ پر حملہ کیا میں نے جھکائی دی اور لاٹھی میرے کاندھے سے پھسلتی ہوئی زمین پر پڑی مگر اسی وقت دوسری لاٹھی میرے دوسرے کاندھے پر پڑی۔اور میرے منہ سے ایک طویل چیخ نکل گئی.....میں چیخا.....ہمزاد ہمزاد مجھے بچاؤ! بچاؤ!

مگر ظاہر ہے میرا چیخنا چلانا بے سود تھا،اس وقت ہمزاد میری کسی طرح بھی مدد نہیں کرسکتا تھا اس لئے کہ میں ناپاک تھا میرے اور ہمزاد کے درمیان یہ معاہدہ ہوا تھا کہ میں اسے ہمیشہ پاک ہونے کی صورت میں طلب کرسکتا ہوں لیکن اس وقت اتنا ہوش کسے تھا مجھے تو اپنی جان بچانے کی فکر تھی اچانک ایک ہی لمحے میں میرے ذہن میں..... تیزی سے یہ خیال آیا کہ اگر میں اس وقت پاک ہوجاؤں غسل کرلوں

تو میں ہمزاد کو طلب کر سکتا ہوں یہی سوچ کر میں ایک مرتبہ بجلی کی طرح کوند کر ان کی گرفت سے نکل گیا مجھے نہیں معلوم اس وقت مجھ میں اتنی طاقت کہاں سے آ گئی تھی میں سمجھتا ہوں کہ موت کا خوف بزدل سے بزدل اور کمزور سے کمزور آدمی کو ایک مرتبہ ضرور نڈر اور بہادر بنا دیتا ہے شاید یہی سبب تھا کہ میں زخمی ہونے کے باوجود کمرے سے بھاگ کر صحن میں پہنچنے میں کامیاب ہو گیا سامنے گھڑونچی تھی مگر گھڑونچی پر نظر پڑتے ہی میری تمام امیدوں پر پانی پھر گیا تمام گھڑے توڑے جا چکے تھے اسی عرصے میں میرے قاتل بھی صحن تک پہنچ چکے تھے موت میرے سامنے تھی وہ تعداد میں مجھ سے زیادہ، میں نہتا اور اکیلا.....اسی لمحے کسی نے میرے پہلو پر اپنے خنجر سے وار کیا میرے پہلو میں جیسے آگ بھر گئی ہو میں درد اور تکلیف سے چیخ اٹھا ایک مرتبہ میں پھر چلایا بچاؤ بچاؤ۔! ہمزاد!

ہمزاد! اور اسی لمحے میری نظر سامنے پڑے ہوئے ایک ٹوٹے ہوئے گھڑے پر پڑی جس میں کچھ پانی ابھی باقی تھا.....میں نے چیختے ہوئے اچانک اس ٹوٹے گھڑے کا پانی اپنے سر پر ڈال لیا جس سے صرف میرا سر اور چہرہ ہی بمشکل بھیگ سکا اور اسی لمحے کسی نے تلوار کی ایک ہی ضرب سے میری گردن اڑا دی، میرا سر کٹ کر دور جا گرا اور پھر آخری منظر جو میں نے دیکھا وہ یہ تھا کہ کئی تلواریں میرے کٹے ہوئے تڑپتے ہوئے جسم میں اتر گئیں.....اسی لمحے میں نے محسوس کیا کہ میرا کٹا ہوا سر فضاؤں میں بلند ہوتا جا رہا ہے اور قاتل حیرت سے میرے منہ کو بلند ہوتے ہوئے دیکھ رہے تھے، میری کٹی ہوئی گردن سے اب تک خون بہہ بہہ کر فضا میں گر رہا تھا۔

میں اس وقت نا قابل بیان کرب و اذیت میں مبتلا تھا میں نے اپنی آنکھیں کھولیں بدایوں کی کچی کچی عمارتیں مجھے بہت نیچے نظر آ رہی

تھیں.....میں کہاں ہوں.....کیا میں زندہ ہوں

.....آخر یہ سب کیا ہے؟ میں کہاں جا رہا ہوں؟ میرے ذہن میں طرح طرح کے سوالات گردش کر رہے تھے پھر عمارتیں اپنے نزدیک آتی محسوس ہونے لگیں.....جب میرا سر کافی نیچے آ گیا تو میں نے آنکھیں کھول کر دیکھا.....بدایوں شہر سے باہر ایک ویران خانقاہ تھی.....

میرا سر ایک شکستہ دیوار پر آ کر رک گیا اب کسی قدر اجالا پھیلنے لگا تھا مجھے اسی وقت ہمزاد کا خیال آیا اور پھر دوسرے ہی لمحے وہ میرے سامنے کھڑا تھا پریشان پریشان الجھا الجھا سا.....وہ بولا۔

بہت برا ہوا آقا!.....یہ آپ نے کیا کیا؟''

﴿جاری ہے﴾

قسط نمبر ۲
ہمزاد
شمیم نوید
www.urdurasala.com

کیا میں زندہ ہوں؟ میں نے بہ مشکل اس سے سوال کیا۔

ہاں میرے آقا آپ زندہ ہیں، اس لئے کہ آپ کی روح زندہ یعنی

میں لیکن.....لیکن وہ کہتے.....کہتے رک گیا۔

کہو! کہو اس سے مت ڈرو کہ میں کیا سوچوں گا اب اس سے زیادہ اور

کیا ہوگا کہ مجھے تمہارے ہوتے ہوئے قتل کر دیا گیا ہے.....

لیکن میرے آقا! آپ شاید یہ بھول گئے کہ میں ایک روح ہوں اور

روح پاک ہوتی ہے میں نے روز اول ہی آپ کو آگاہ کر دیا تھا کہ میں

ناپاکی کی حالت میں آپ کے طلب کرنے کے باوجود نہ آسکوں گا

ہمزاد نے بڑے دکھ کے ساتھ کہا۔ پھر بولا.....ادھر دیکھئے غور

سے دیکھئے میں بھی لہولہان ہوں اگر وہ آپ کو پورے پورے طور پر

ناپاکی کی حالت میں قتل کر چکے ہوتے تو میں بھی نہ ہوتا کیا آپ نہیں دیکھتے کہ میرے پاس بھی اب صرف سر رہ گیا ہے وہ تو بہت اچھا ہوا کہ آپ نے اپنے سر اور چہرے کو پاک کر لیا اور میں اسی وقت آپ کا سر لے اڑا.....اب میں تمام کا تمام صرف چہرے اور سر میں سمٹ آیا ہوں میں ادھورا ہوں آپ بھی ادھورے ہیں میں نے دیکھا کہ اس کی آنکھوں میں آنسو ہے۔آج سے پہلے میں نے کبھی اس کے چہرے پر اتنا دکھ اور ملال نہیں دیکھا تھا.....

اب کیا ہوگا ہمزاد! کچھ تو بتاؤ.....کیا ہم اور تم ادھورے ہی رہیں گے؟ کیا یہ نہیں ہو سکتا کہ میرا بقیہ جسم مجھے مل جائے؟ میں نے پوچھا۔

بیکار ہے۔اس جسم کے ٹکڑے ٹکڑے ہو چکے ہیں وہ قطعی ناکارہ ہو چکا ہے.....مگر اب بھی بہت کچھ ہو سکتا ہے صرف آپ کی ہمت پر

سارا دارومدار ہے۔ مجھے بتاؤ کیا ہوسکتا ہے تم میں اب بھی کیا کیا قوتیں موجود ہیں میں نے بے صبری سے پوچھا۔

آپ کو کسی نوجوان کا جسم حاصل کرنا ہوگا جس کے ساتھ آپ کا سر لگ سکے، جس دن یہ کام مکمل ہوگیا میری ساری قوتیں واپس آجائیں گی آپ اس طرح سمجھ لیجئے کہ جسم میرے لئے گھر ہے میں روح ہوں۔ مجھے اپنا گھر چاہیے.....لیکن میں خود اس سلسلے میں کچھ نہیں کر سکتا اور آپ کو بھی اس معاملے میں کسی کی مدد لینی پڑے گی۔

تمہارے خیال میں میری مدد کون کرسکتا ہے۔ میں نے پوچھا.....

آپ کو شاید وہ پہلی لڑکی یاد ہو جسکا نام رضیہ تھا.....میرا علم مجھے بتاتا ہے کہ وہ آپ سے سچی محبت کرتی تھی.....اور شاید اب تک اس کے سینے میں آپ کی محبت کی چنگاریاں موجود ہیں وہ آپ کے ایک بچے کی ماں بھی بن چکی ہے اس نے شادی نہیں کی اسے آج

بھی یقین ہے کہ آپ اسے کبھی نہ کبھی ضرور ملیں گے وہ آج بھی آپ کی منتظر ہے.....اس کے حالات جہاں تک میرے علم میں ہیں وہ یہ ہیں کہ جس لڑکے کے ساتھ اس کی منگنی ہوئی تھی وہ لڑکا اس سے محبت کرتا تھا اور اب بھی اسی طرح رضیہ کو چاہتا ہے اس نے شادی بھی نہیں کی اسکا نام اختر ہے اختر۔رضیہ کا ماموں زاد بھائی بھی ہے۔ بچپن ہی سے وہ رضیہ کو چاہتا ہے رضیہ بھی اس سے محبت کرتی تھی لیکن آپ نے اس پر نہ جانے کیا جادو کر دیا کہ وہ اختر کو بھلا کر آپ کی ہو گئی.....اور اب تک آپ کی ہے۔اگر وہ کسی طرح آپ کی محبت سے مجبور ہو کر اختر کو قتل کر دے تو اسکا بقیہ جسم آپ اپنا سکتے ہیں رضیہ کو اس پر آمادہ کرنے کی ساری ذمہ داری آپ کی ہے.....یہ میرے بس میں نہیں.....

ہمزاد نے تفصیل سے مجھے سب کچھ بتا دیا، زندگی کی ایک صورت پیدا

ہو رہی تھی، آدمی کتنا خودغرض اور کمینہ ہوتا ہے اس بات کا اندازہ میرے اس وقت کے خیالات سے کیا جا سکتا ہے کہ میں ہمزاد کی یہ باتیں سن کر اس بات پر آمادہ ہو گیا کہ ایک بے گناہ کو موت کے گھاٹ اتار کر اپنی زندگی کا سامان پیدا کر لوں۔

میں نے یہی سب کچھ سوچ کر ہمزاد ایک اور سوال کیا۔

تم نے یہ تو بتایا ہی نہیں کہ میں رضیہ تک پہنچوں گا کس طرح؟

یہ ذمہ داری میری ہے بلکہ جب تک آپ اپنا جسم حاصل نہیں کر لیتے میں آپ کے ساتھ ساتھ ہوں ہمزاد نے تسلی دیتے ہوئے کہا۔

پھر کب رضیہ کے گھر جانے کا ارادہ ہے؟

آج آدھی رات کے قریب میں آپ کے سر کو وہاں لے جاؤں گا اسے شیشے میں اتارنے کی ذمہ داری آپ کی ہے.....ہمزاد بولا.....

اور اپنے قتل کی دوسری رات میں پھر بدایوں میں داخل ہو رہا تھا جس وقت میرا سر اپنی حویلی کے اوپر سے گزر رہا تھا میری آنکھوں میں آنسو آ گئے کل تک یہ حویلی زندگی سے بھرپور تھی اور آج اسی حویلی پر وحشت برس رہی تھی ہم جلد ہی رضیہ کے گھر تک پہنچ گئے میرا سر اس وقت فضا میں تیر رہا تھا رضیہ ہمیں جلد ہی مل گئی وہ ایک الگ کمرے میں سوئی ہوئی تھی کمرے کی کھڑکیاں کھلی ہوئی تھیں میں کمرے کی ایک کھڑکی میں معلق ہو گیا وہ محو خواب تھی اور اس کے پہلو میں ایک معصوم بچہ بھی سو رہا تھا۔.....

یہ بچہ یقیناً میرا ہے میں نے سوچا وہ اسے سینے سے لگائے بڑی معصومیت سے نیند کی آغوش میں تھی اس کی بڑی بڑی لانبی زلفیں اس کے چہرے کے ادھر اُدھر بکھری ہوئی تھیں جیسے چاند بدلیوں میں وہ آج بھی پہلے ہی کی طرح حسین تھی۔

کاش! زندگی بھر میں اسے اسی طرح دیکھتا رہوں میں سوچ رہا تھا یہی تو وہ واحد لڑکی ہے جس نے مجھے اب تک نہیں بھلایا.....

رضیہ! رضیہ!! میں نے اسے آواز دی.....چند لمحوں بعد ہی اس نے اپنی آنکھیں کھول دیں اور جیسے ہی اس کی نظر میرے کٹے ہوئے سر پر پڑی وہ ایک دم چیخ مار کر بے ہوش ہوگئی اس کی طویل چیخ سے ساری حویلی گونج اٹھی میں نے دیکھا کہ اس کی چیخ سے بچہ بھی جاگ کر رونے لگا ہے حویلی میں جاگ ہوگئی اور پھر دوڑتے ہوئے قدموں کی آوازیں.....

ہمزاد نے کہا اس سے پہلے کہ کوئی آپ کو دیکھ لے یہاں سے نکل چلئے.....اس کے ساتھ ہی ایک مرتبہ میرا سر فضا میں بلند ہونے لگا اور چند ہی لمحوں میں ہم بدایوں سے باہر نکل کر اس ویران خانقاہ میں پہنچ گئے میں نے وہاں پہنچتے ہی ہمزاد سے کہا۔

تم فوراً جا کر معلوم کرو اسے ہوش آیا یا نہیں.....میں تو یہ بھول ہی گیا تھا کہ اس حالت میں مجھے دیکھ کر وہ یقیناً خوفزدہ ہو جائے گی تم اس کی خیریت کی خبر لے کر آؤ۔.....

ہمزاد مجھ سے رخصت ہو کر چلا گیا، ادھر ہمزاد مجھ سے رخصت ہوا ادھر میں اپنے خیالوں میں کھو گیا اور اس وقت چونکا جب مجھے اپنے قریب ہی ایک پھنکار سی سنائی دی میں اندھیرے میں آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھنے لگا اس وقت میں خانقاہ کی اندرونی شکستہ کوٹھڑی میں تھا ظاہر ہے کہ میرے ہاتھ پاؤں نہ تھے بقیہ جسم نہ تھا جو میں کہیں چل پھر سکتا، اور اس وقت تو ہمزاد بھی میرے پاس نہیں تھا یہ پھنکار حقیقتاً کسی سانپ ہی کی ہو سکتی تھی میں بھی یہی سوچ رہا تھا کہ میں نے اپنے چہرے پر کچھ لجلجاہٹ سی محسوس کی اور میں کانپ کر رہ گیا سانپ میرے چہرے پر رینگ رہا تھا اور کسی بھی لمحے مجھے ڈس سکتا۔

تھا۔.....میں نے سوچا تھا کہ سانپ میرے سر سے گزر کر کسی طرف نکل جائے گا.....مگر خلاف توقع سانپ میرے چہرے کے اردگرد کنڈلی مار کر بیٹھ گیا اب مجھے پورا یقین ہو چکا تھا کہ وہ سانپ ہی ہے یہ صورت حال یقیناً.....خطرناک تھی۔

میں نے دوسرے لمحے ہمزاد کا تصور کیا۔ وہ فوراً حاضر ہو گیا اور اس سے پہلے کہ میں اسے صورت حال سے آگاہ کرتا مجھے ایسا محسوس ہوا کہ میرے چہرے سے بل کھلتے جا رہے ہیں چند ہی لمحوں میں میں سانپ کی گرفت سے آزاد تھا حیرت انگیز بات یہ تھی کہ سانپ نے مجھے نہیں ڈسا تھا۔

یہ تم مجھے کس خطرناک جگہ لے آئے ہو؟ میں نے ہمزاد سے برہم ہو کر کہا اگر تمہیں کچھ دیر ہو جاتی تو وہ یقیناً مجھے ڈس لیتا۔

مگر آقا اس میں میرا کیا قصور ہے؟.....جانور تو ہر جگہ موجود

ہوتے ہیں ویسے اب یہاں صرف اس سانپ کی مادہ رہ گئی ہے اور کوئی جانور اس کے علاوہ یہاں نہیں ہے اب اس مادہ کو مارنا بے حد ضروری ہے ورنہ وہ سخت انتقام لے گی یہ کہہ کر ہمزاد نے اس کوٹھڑی کے کونے میں ایک بل کی طرف دیکھا اور نہ جانے کیا پڑھا کہ دوسرے ہی لمحے اس بل سے مجھے ایک سانپ کا سر نکلتے ہوئے دکھائی دیا اس کے ساتھ ہی میں نے دیکھا ایک سرخ روشنی سی اس کی طرف لپکی اور پھر دوسرے ہی لمحے وہ سانپ کوٹھڑی کے فرش پر بری طرح تڑپ رہا تھا اس کے سارے جسم میں آگ لگی ہوئی تھی۔

یہ بہت ضروری تھا میرے آقا! میں ہمزاد کی آواز سن کر چونکا، ورنہ یہ مادہ آپ سے انتقام لیتی اب آپ یہاں پوری طرح سے محفوظ ہیں۔

میں نے اس کی بات کو نظر انداز کرتے ہوئے کہا خیر یہ سب تو جو کچھ ہوا ٹھیک ہے ہوا مگر میں نے تمہیں جس غرض سے بھیجا تھا اس کا کیا

ہوا۔

رضیہ.....بدستور بے ہوش ہے مگر کچھ ایسی زیادہ فکر کی بات نہیں رضیہ کے گھر کے قریب حکیم سراج الدین رہتے ہیں رضیہ کے والد انھیں بلانے گئے ہیں ہمزاد نے مجھے تسلی دی پھر کچھ لمحے رک کر بولا۔.....لیکن اس طرح تو کام بگڑنے کا خطرہ ہے پہلی بات تو یہ ہے کہ اگر رضیہ نے اپنے گھر والوں کو یہ بتا دیا کہ اس نے آپ کا سر کٹا ہوا دیکھا تھا تو یہ بات خطرناک ہے دوسری بات یہ کہ اگر وہ دوبارہ بھی آپ کا کٹا ہوا سر دیکھ کر بے ہوش ہو گئی تو معاملہ کس طرح بنے گا؟.....

تمہاری پہلی بات کا تو یہ جواب ہے کہ اگر رضیہ نے ہوش میں آنے کے بعد میرے بارے میں لوگوں کو بتایا بھی تو لوگ اسے صرف اسکا وہم سمجھیں گے مجھے یقین ہے کہ کوئی اس کی بات پر یقین نہیں کرے

گا، رہا تمہارا دوسرا سوال تو میں سمجھتا ہوں کہ دو ایک مرتبہ کوشش کے بعد اس کے دل سے کسی قدر خوف نکل جائے گا اور پھر میں اس سے اپنے مقصد کی بات کر سکتا ہوں.....

میں اور ہمزاد صبح تک طرح طرح کے مشورے آپس میں کرتے رہے اور یہ طے کیا کہ آئندہ آنے والی رات کو رضیہ کے پاس صرف ہمزاد جائے گا.....میں نہیں.....ہمزاد اسے نظر نہیں آئے گا بلکہ وہ صرف ہمزاد کی آواز سن سکے گی اور ہمزاد اسے بتا دے گا کہ مجھ سے ڈرنے کی کوئی وجہ نہیں اور یہ کہ میں اس سے بہت اہم بات کرنا چاہتا ہوں۔

دوسری رات ہمزاد کو گئے ہوئے کافی دیر ہو چکی تھی اور میں بے چینی سے اس کا منتظر تھا.....مجھے ایک ایک پل دوبھر ہو رہا تھا، آخر وہ صبح کے قریب واپس ہوا اس نے آتے ہی مجھے خوشخبری سنائی

کہ اس نے رضیہ کو اس بات پر آمادہ کرلیا ہے کہ وہ مجھ سے بات کرے ہمزاد نے مجھے بتایا کہ رضیہ کو اس نے بمشکل اس بات پر آمادہ کیا ہے۔

رضیہ لاتعداد سوالوں کا جواب چاہتی ہے جس کے لئے میں نے کہہ دیا ہے کہ آپ خود ان باتوں کا جواب دیں گے اس نے مجھے بتایا کہ اس نے اپنے ہوش میں آنے کے بعد لوگوں کو سب کچھ بتا دیا کہ اسے کیا نظر آیا تھا مگر جیسا آپ نے کہا تھا کسی نے اس کی بات پر یقین نہیں کیا جس سے وہ بہت رنجیدہ ہوئی۔ ہمزاد نے تمام باتیں مجھے تفصیل سے بتا دیں۔

میں وہ رات کبھی نہیں بھول سکتا جب میرا کٹا ہوا سر رضیہ سے پہلی مرتبہ ہمکلام ہوا پہلے پہل میں نے اس کے چہرے پر خوف کے آثار دیکھے مگر رفتہ رفتہ وہ مجھ سے مانوس ہوگئی میں اس سے کہہ رہا تھا۔

رضیہ تم جانتی ہوں کہ میں ایک اور ہی دنیا کا فرد ہوں جس کا خالق اور مخلوق میں خود تھا.....لیکن اس بدقسمت لمحے کو میں کبھی نہیں بھول سکتا جب میں اپنی دنیا کا حصار توڑ کر تمہاری دنیا میں داخل ہوا۔

اسکا نتیجہ آج میرے سامنے ہے.....میں نے اپنے لئے دنیا کی حسین ترین لڑکی انتخاب کیا اور وہ تم تھیں میں تمہیں دل و جان سے چاہتا تھا اور آج بھی چاہتا ہوں اب سے تقریباً سال پہلے جب میں تمہیں ایک رات اپنی دنیا میں لے جانے کے لئے تمہاری دنیا میں داخل ہو رہا تھا تو تمہاری دنیا کی کچھ نادیدہ اور پراسرار قوتوں نے مجھے تمہاری دنیا میں داخل ہونے سے روک دیا، مجھے اعتراف ہے کہ تمہاری دنیا کا خدا مجھ سے زیادہ طاقتور اور بااختیار ہے جس نے مجھے تمہاری دنیا میں داخل ہونے سے روک دیا اس نے میرے پیچھے

اپنی پراسرار قوتیں لگا دیں تا کہ میں پھر کبھی اپنی دنیا سے نکل کر اس کی دنیا میں داخل نہ ہو سکوں میں تم سے جدا کر دیا گیا یہ جدائی میرے لئے اذیت ناک تھی میں کسی بھی طرح اسے برداشت نہیں کر سکتا تھا نتیجہ یہ کہ میں تمہاری دنیا میں داخل ہونے کے لئے برابر کوشش کرتا رہا اور آخر ایک دن اپنے اس ارادے میں کامیاب ہو گیا مگر اس کی مجھے بہت بڑی قیمت ادا کرنی پڑی ان نادیدہ قوتوں نے مجھے قتل کر دیا میرے جسم کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے اور کسی طرح میں ان سے اپنا سر بچا کر بھاگ نکلنے میں کامیاب ہو گیا.....تم جانتی ہو کہ مجھے موت نہیں ہے میں ہمیشہ زندہ رہنے کے لئے پیدا ہوا ہوں جس کا ثبوت یہ میرا کٹا ہوا سر ہے مگر رضیہ کیا.....کیا تم اب بھی مجھے چاہتی ہو.....اسی طرح.....میں نے اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے کہا میری آنکھوں میں اس وقت آنسو تیر رہے تھے۔

م.....میں تمہیں کتنا چاہتی ہوں اس کا اندازہ شاید تمہیں نہ ہو.....میں تمہارے لئے اپنی جان بھی قربان کر سکتی ہوں۔

.....مگر.....مگر یہ بہت برا ہوا.....تمہارے بعد میں نے بھی بہت دکھ جھیلے ہیں اتنے عذاب اتنے دکھ.....اس کی آواز بھرا گئی.....

مجھے سب کچھ معلوم ہے رضیہ سب کچھ.....لیکن یاد رکھو کہ اگر ہماری محبت سچی ہے اور یقیناً سچی ہے ورنہ اتنا طویل عرصہ گزر جانے کے بعد بھی ہم نہ ملتے تو سنو! ہماری محبت عظیم اور لافانی ہے۔ ہمیں کوئی طاقت جدا نہیں کر سکتی.....میں تمہیں یہاں سے لے جاؤں گا ہمیشہ کے لئے.....ہمیشہ ہمیشہ اب تم میرے پاس رہو گی میری اپنی دنیا میں جہاں صرف میں اور تم.....مگر نہیں .....میرا بیٹا بھی ہوگا.....میں تمہیں لافانی کر دوں گا۔

میں تمہیں آبِ حیات پلا دوں گا.....اور پھر تمہیں ہمیشہ زندہ رہنا ہوگا، اور میرا بیٹا بھی.....میں رضیہ کو پوری طرح اپنے جال میں پھانس.....رہا تھا.....اسے ایک اور ہی دنیا کے خواب دکھا کر اپنے اعتماد میں لے رہا تھا اور مجھے اندازہ تھا کہ وہ میری باتوں سے متاثر ہو رہی ہے۔

وہ اس وقت کچھ سوچ رہی تھی.....کمرے میں لالٹین کی مدھم روشنی پھیلی ہوئی تھی اور میں فضا میں معلق اس سے کچھ فاصلے پر موجود تھا.....بچہ سو رہا تھا.....اور رضیہ اپنی چارپائی سے پاؤں لٹکائے مجھے دیکھ رہی تھی پھر اچانک بولی۔

مگر یہ سب کس طرح ہوگا.....کیا وہ پراسرار قوتیں جنہوں نے تمہیں قتل کر دیا ہے وہ تمہارا راستہ نہیں روکیں گی؟.....

تم ٹھیک کہتی ہو.....اگر میں اسی وقت اسی حالت میں تمہیں

لے جانا چاہوں تو یہ ناممکن ہے.....اس کے لئے ایک بڑے اور مشکل مرحلے سے گزرنا ضروری ہے لیکن رضیہ میری زندگی اگر تم میرا ساتھ دینے کا وعدہ کرو تو میں اس امتحان سے بھی بخوبی گزر سکتا ہوں.....تمہاری دنیا سے نکل کر اپنی دنیا میں جانے کے لئے مجھے اپنی پوری قوتیں استعمال کرنا ہوں گی اور یہ اس وقت تک ممکن نہیں جب تک میں ادھورا ہوں۔

میں تمہارا مطلب نہیں سمجھی، تم کیا کہنا چاہتے ہو؟؟

مجھے ایک جوان جسم چاہیے.....جس کے ساتھ میں اپنا سر جوڑ سکوں.....اس طرح میری تکمیل ہو جائے گی اور میری پر اسرار قوتیں بھی واپس آ جائیں گی پھر میں بہت آسانی سے تمہیں یہاں سے نکال کر لے جا سکتا ہوں.....اور یہ کام تم میرے لئے کرو گی.....آخر کار میں نے مطلب کی بات کہہ دی۔

کیا مطلب.....مم.....مم.....میں.....جوان جسم کہاں سے لاؤں گی.....میں سمجھی نہیں، رضیہ میری بات سن کر حیرت زدہ ہو کر ہکلانے لگی.....

میں بتاتا ہوں تمہیں.....مجھ سے کچھ بھی چھپا ہوا نہیں۔

.....لیکن اس حالت میں.....بغیر تمہاری مدد کے میں کچھ بھی نہیں کر سکتا.....اگر تم مجھے چاہتی ہو تو تمہیں میری ہر بات ماننی پڑے گی اس میں ہم دونوں کی بھلائی ہے میں تم سے جو کہتا ہوں اس پر عمل کرتی رہو۔ تمام معاملات ٹھیک ہو جائیں گے۔

میں نے دیکھا کہ وہ عجیب نظروں سے مجھے دیکھ رہی ہے میں نے پھر کہا بولو کیا تم اس پر آمادہ ہو اور اگر نہیں تو.....تو میں بھی زندہ رہ کر کیا کروں گا، میں کیوں زندہ رہوں؟ کس کے لے زندہ رہوں۔

.....میں.....میں.....میں نے بمشکل اپنی

آنکھوں میں آنسو لاتے ہوئے کہا۔

حسب توقع میرے آنسو کا اس پر اثر ہوا تو وہ بولی۔.....

میں تمہارے لئے سب کچھ کروں گی چاہے میری جان چلی جائے میں تمہیں نہیں چھوڑ سکتی میں نے اپنی زندگی میں جتنی محبت تم سے کی ہے اتنی کسی سے بھی نہیں کی.....اس کی آواز جذبات سے کانپ رہی تھی۔

مجھے تم سے یہی امید تھی میری زندگی.....تمہاری محبت قابلِ پرستش ہے.....میں نے خوش ہو کر کہا۔

تم مجھے بتاؤ مجھے کیا کرنا ہوگا،؟ رضیہ نے کہا اب اس کی آواز میں بھر پور عزم تھا جیسے اس نے دل ہی دل میں کچھ فیصلہ کر لیا ہو۔

تمہیں اختر کو قتل کرنا ہوگا.....میں نے اچانک وہ بات کہہ دی جو انتہائی خطرناک تھی۔

کیا.....؟وہ تقریباً چیخ پڑی۔

آہستہ بولو۔کوئی جاگ جائے گا اپنے اوپر قابو رکھو اور میری بات توجہ سے سنو.....میں نے دیکھا رضیہ کا چہرہ ایک دم سفید پڑ گیا ہے وہ سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ اس سے یہ کام لوں گا.....وہ گم سم بیٹھی میری بات سنتی رہی میں کہہ رہا تھا۔

میری پراسرار قوتوں نے مجھے بتایا ہے کہ اختر تم سے اب بھی محبت کرتا ہے اور اسی لئے اس نے اب تک کسی دوسری لڑکی سے شادی نہیں کی اگر تم اب بھی اس کی محبت کا جواب محبت سے دو تو وہ تم سے قریب ہو سکتا ہے اور.....میں اتنا ہی کہہ پایا تھا کہ اس نے میری بات کاٹ دی۔

نہیں میں اختر سے محبت نہیں کرتی۔میں تمہیں چاہتی ہوں میں تمہاری ہوں۔

میں بھی جانتا ہوں کہ تم صرف مجھ سے محبت کرتی ہو لیکن تم پہلے میری ..... پوری بات تو سن لو..... تمہیں اس سے محبت نہیں یہ بالکل سچ ہے تمہیں صرف وقتی طور پر اس سے جھوٹی محبت کرنی پڑے گی اور جب اسے تمہاری محبت پر یقین آنے لگے تو تم اس سے تنہائیوں میں بھی ملو گی..... تم اپنے گھر والوں پر بھی یہی ظاہر کرو گی کہ تم ایک مرتبہ پھر اختر سے قریب ہو گئی ہو اور بہت جلد اس سے شادی کر لو گی..... ظاہر ہے تمہارے گھر والوں کو اس پر کیا اعتراض ہو سکتا ہے وہ تو خدا سے چاہتے ہیں کہ تم شادی کر لو اور پھر اختر تو تمہارا منگیتر ہے..... تم سمجھ رہی ہو نا میری بات؟

''ہوں'' رضیہ نے صرف اتنا ہی کہا۔

اور جب اختر پوری طرح تم پر اعتماد کرنے لگے تم سے تنہائیوں میں ملنے لگے تو ایک دن تم موقعہ پا کر اسے قتل کر دو..... خنجر

تمہارے لئے میں مہیا کردوں گا۔ تمہیں اس کی گردن اس کے جسم سے الگ کرنی ہوگی جیسے ہی اس کا سر اس کے جسم سے علیحدہ ہوگا میں اپنا کٹا ہوا سر اس کے بدن سے جوڑ لوں گا اور پھر اسی وقت ہم یہ دنیا چھوڑ کر اپنی دنیا میں چلے جائے گے قدم قدم پر تمہاری رہنمائی کرنے کے لئے میری آواز تمہارے ساتھ ہوگی جسے صرف تم سن سکو گی بولو کیا تم تیار ہو؟

کافی پس وپیش کے بعد رضیہ اس خطرناک کام پر آمادہ ہوئی صبح کے قریب جب میں ہمزاد کے ہمراہ فضاؤں میں تیرتا ہوا خانقاہ کی طرف جارہا تھا تو بہت خوش تھا مجھے اب جسم مل جائے گا.....میری تکمیل ہوجائے گی.....میں پھر ایک مرتبہ زندگی کی نعمتوں سے ملا مال ہوجاؤں گا میں سوچ رہا تھا اور نیچے بہت نیچے شہر کی .....عمارتیں صبح کے نور سے جگمگانے لگی تھیں.....

رضیہ نے میری بات تو مان لی تھی مگر وہ ابھی تک پوری طرح خود کو اختر کے قتل پر آمادہ نہیں کر پائی تھی.....ظاہر ہے کہ جذباتی فیصلے زیادہ پائیدار نہیں ہوتے جب جذبات کا طوفان گزر جاتا ہے تو یہ فیصلے بدل بھی جاتے ہیں اس لئے ضروری تھا کہ رضیہ کو ذہنی طور پر اس قتل کے لئے آمادہ کرنے کے لئے اس سے مزید ملاقاتیں کی جاتیں چنانچہ ملاقاتیں جاری ہوگئی۔

رضیہ سے ملتے ہوئے شاید چوتھی رات تھی مجھے اس سے باتیں کرتے ہوئے تقریباً پوری رات گزر چکی تھی اور صبح کے آثار نمودار ہونے لگے تھے اس دوران میں ہمزاد نے کئی مرتبہ مجھ سے واپسی کے لئے کہا تھا

تا کہ پوری طرح اُجالا پھیلنے سے پہلے ہم اپنے ٹھکانے کی طرف لوٹ سکیں مگر میں رضیہ کی باتوں میں اس طرح گم تھا کہ میں نے ہمزاد کی طرف زیادہ توجہ نہ دی جب اُجالا پوری طرح پھیل گیا تو مجھے ہوش آیا پورا شہر جاگ چکا تھا، میں نے رضیہ سے اجازت چاہی ابھی میں اور ہمزاد حویلی سے کچھ دور ہی نکلے ہوں گے کہ میری نظریں نیچے شہر پر پڑیں لوگ سڑکوں اور گلیوں میں جمع تھے اور آسمان کی طرف انگلیاں اٹھا اٹھا کر کچھ اشارے کر رہے تھے میرا ماتھا ٹھنکا تو مجھے دیکھ لیا گیا۔ عین اسی وقت میں نے محسوس کیا کہ میرا سر بلند سے بلند تر ہوتا جا رہا ہے میں نے نیچے نظریں دوڑائیں تو وہاں سوائے خلا کے کچھ نہیں تھا جیتا جاگتا شہر میری نظروں سے اوجھل ہو چکا تھا پھر اچانک میرے ذہن کو جھٹکا سا لگا میں اب تیزی سے نیچے آ رہا تھا کیا مجھے ہمزاد نے خلا میں چھوڑ دیا؟ اس خیال کے ساتھ ہی میری آنکھوں کے آگے

اندھیرا آ گیا اور میرے حواس نے جواب دے دیا۔

دوبارہ میری آنکھ کھلی تو میں نے خود کو اس قدیم اور شکستہ خانقاہ میں پایا۔ میں زندہ ہوں میں بچ گیا؟ میرے وسوسے فضول تھے اس وقت میرے ذہن میں مختلف سوالات گردش کر رہے تھے؟ اس وقت میرے ذہن میں مختلف سوالات گردش کر رہے تھے بہت کم وقت میں میں ایک بڑے حادثے سے دوچار ہوا تھا اس سے قبل میرے تجربے میں نہیں آیا تھا، میں نے اپنے کٹے ہوسر کو خانقاہ کے بڑے طاق میں رکھا ہوا پایا۔ میرا پورا وجود اب صرف یہی کٹا ہوا سر تھا میں نے چاروں طرف دیکھا خانقاہ دور دور تک ویران تھی وہی اداسی اور ویرانی شاید اس جگہ کا مقدر بن چکی تھی حالانکہ اب پوری طرح دن نکل آیا تھا۔ سورج کی کرنیں خانقاہ کی ٹوٹی ہوئی چھت کے ایک بڑے شگاف سے گزر کر سامنے نیم پختہ فرش پر پڑ رہی تھیں دور و نزدیک کوئی آواز

سنائی نہیں دے رہی تھی ہمزاد بھی غائب تھا میں نے بھی اس کے بارے میں خیال ہی کیا تھا کہ وہ آ گیا۔ اور اس سے پہلے کہ میں اس سے کچھ پوچھتا وہ خود بول پڑا۔

آپ آج صبح بے ہوش ہو گئے تھے مجھے معلوم ہے کہ آپ کے لئے اتنا طویل سفر خطرناک ہے مگر اس وقت مجبوری تھی میں چاہتا تھا کہ آپ کا کٹا ہوا سر جلد سے جلد لوگوں کی نظروں سے اوجھل ہو جائے میں اس وقت شہر سے آ رہا ہوں وہاں لوگ اس طرح کی باتیں کر رہے ہیں۔ بہت سے لوگوں نے آپ کا کٹا ہوا سر آسمان میں بلند ہوتے دیکھ لیا تھا ان میں سے بہت سے آپ کو پہچانتے بھی ہیں آپ کے قتل کے بعد جو حالات پیش آئے ہیں میں نے ان کے بارے میں بھی تمام معلومات حاصل کر لی ہیں آپ کو قتل کرنے والے نواب کے غنڈے ہی تھے مگر جس طرح وہ رات کی تاریکی میں آئے تھے اسی طرح واپس

چلے گئے اور کسی کو کانوں کان یہ خبر نہ ہو سکی کہ آپ کو کس نے قتل کیا ہے وہ پولیس کی دسترس سے بھی محفوظ رہے۔ آپ کی ٹکڑے ٹکڑے لاش شناخت کر لی گئی تھی آپ کے قتل کے کچھ دیر بعد ہی پولیس وہاں پہنچ گئی تھی افسوسناک بات یہ ہے کہ اس رات جو لڑکی آپ کے پاس تھی وہ کوتوال کی لڑکی امینہ تھی۔

ہمزاد کی بات سن کر میں سناٹے میں آ گیا، اس نے میرے چہرے کے تاثرات دیکھ کر کہا، میں بالکل سچ کہہ رہا ہوں یہ واقعی برا ہوا لیکن قدرت جو کرتی ہے بہتر کرتی ہے ایک طرح یہ بات ہمارے حق میں گئی اس لئے کہ کوتوال نے اپنی بدنامی کے سبب تمام واقعے کو دبا دیا اور عام لوگوں تک یہ بات نہ پہنچ پائی لڑکی نے اپنے باپ کو وہ سب کچھ بتا دیا جو آپ نے اس سے کہا تھا، کوتوال یہ سب کچھ سن کر اس حد تک پاگل ہوا کہ اس نے آپ کے جسم کو اپنے پیروں سے روندا، ظاہر

ہے کہ وہ اس سے زیادہ کر بھی کیا سکتا تھا اور غالباً اسی لئے اس نے آپ کے قاتلوں کی تلاش بھی ضروری نہ سمجھی تھی۔

اس نے اپنی رپورٹ میں صرف اتنا لکھا کہ جب وہ آپ کی حویلی میں پہنچا تو اسے وہاں صرف آپ کی سر کٹی ہوئی لاش ملی لڑکی کی وہاں موجودگی کو اس نے رپورٹ سے قطعی غائب کر دیا تھا اس نے پوری حویلی چھان ماری کہ آپ کا کٹا ہوا سر اسے کہیں مل جائے مگر ظاہر ہے کیسے ملتا۔ نواب کے غنڈوں نے بھی نواب کو اس بات سے آگاہ نہیں کیا کہ انھوں نے آپ کا سر فضاء میں بلند ہوتے ہوئے دیکھا تھا شاید اس کی وجہ یہ رہی ہو کہ غنڈے خود اس حیرت انگیز واقعے سے خوفزدہ ہوں اور اس کی تشہیر نہ چاہتے ہوں انھوں نے نواب کو صرف اتنا بتایا کہ وہ آپ کو قتل کر کے فرار ہونے میں کامیاب ہو گئے آپ کے سر کی گمشدگی بھی پولیس کے لئے معمہ بنی ہوئی تھی لیکن آج صبح کے بعد پھر

ایک مرتبہ شہر میں اضطراب سا ہے اور اب پولیس بھی یہ سوچنے پر مجبور ہوگئی ہے کہ ان حالات کے پسِ پشت یقیناً کچھ پراسرار واقعات ہیں جوان کے علم میں نہیں۔ یہ خبر رضیہ تک بھی پہنچ چکی ہے وہ سخت الجھن میں مبتلا ہے کہ لوگ آپ کے سر کو شیخ کرامت کا سر کیوں کہتے ہیں۔؟ اسے سو فیصدی یقین ہے کہ جو سر لوگوں نے فضا میں دیکھا تھا وہ آپ ہی کا ہے کوتوال شہر بھی پریشان اور خوفزدہ نظر آتا ہے اس نے خود بھی آپ کے سر کی ایک جھلک دیکھ لی ہے اب اسے اس بات کا خدشہ ہے کہ کہیں آپ اپنے جسم کی بے حرمتی کا بدلہ اس سے نہ لیں وہ آپ کی پراسرار قوتوں سے تو پہلے ہی مرعوب تھا ان حالات میں تو اور بھی اس کے اوسان خطا ہو گئے ہیں۔

یہ تمام باتیں سن کر میں کچھ دیر کے لئے سوچ میں پڑ گیا حالات بہت تیزی سے نئے نئے رخ اختیار کر رہے تھے اور اب کوئی بھی غیر محتاط

عمل میرے لئے تباہی کا باعث ہوسکتا تھا، کیونکہ ہمزاد مجھے بتا ہی چکا تھا کہ اب وہ بھی ان حالات میں میری کچھ زیادہ مدد نہیں کر سکے گا، میرا وجود ایک بے جسم کا سر.....یہی تو اب میرا سارا وجود رہ گیا تھا اور اس وجود کی تکمیل کے لئے ابھی مجھے بہت سی منزلوں سے گزرنا تھا سب کچھ میرے لئے نیا نیا سا تھا جن حالات سے میں دوچار تھا وہ کبھی کبھی مجھے یہ سوچنے پر مجبور کر دیتے کہ سب کچھ حقیقت نہیں صرف ایک بھیانک خواب ہے مگر جب میں اپنے کٹے ہوئے سر کو دیکھتا تو مجھے مجبوراً ان پراسرار حقیقتوں پر یقین کرنا پڑتا، اب سب سے بڑی فکر مجھے اس بات کی تھی کہ میں شہر کس طرح جاؤں گا لوگ مجھے دیکھ چکے ہیں ادھر رضیہ سے ملتے رہنا بھی اتنا ہی ضروری تھا اس پر میرے مستقبل کا دارومدار تھا اگر رضیہ گڑبڑا گئی اسکا خیال بدل گیا اس نے اختر کو قتل نہ کیا تو کیا ہوگا؟ مجھے جسم کیسے ملے گا میں کب تک ادھورا

ہوں گا، ان تمام وسوسوں اور خیالوں نے مجھے چکرا دیا، میں بہت دیر تک اپنے خیالوں میں کھویا رہا آخر کار میں نے ایک فیصلہ کر ہی لیا میں نے ہمزاد سے کہا۔

میں آئندہ تمہارے ساتھ شہر نہیں جاؤں گا تم خود رضیہ سے ملو گے اور اس کے دل سے وہ تمام خدشا دور کرنے کی کوشش کرو گے جو اسے اختر کے قتل سے روکنے کی کوشش کریں کوشش کرو کہ رضیہ کو کسی طرح یقین آجائے کہ لوگوں نے جو سر دیکھا ہے وہ ہرگز شیخ کرامت کا نہیں ہے یہ اس لئے ضروری ہے کہ رضیہ ان تمام باتوں کو جھوٹ نہ سمجھے جو میں اس سے پیشتر اس سے کر چکا ہوں یعنی یہ کہ میں کسی اور ہی دنیا کا فرد ہوں اگر اسے یقین ہو گیا کہ یہ سر شیخ کرامت کا تھا تو شاید وہ اختر کو قتل کرنے پر آمادہ نہ ہو وہ اختر کے قتل پر صرف اسی لئے تیار ہوئی ہے کہ اسے یقین ہے کہ میں قتل کے بعد اسے بحفاظت یہاں سے

نکال کر اپنی دنیا میں لے جاؤں گا اور اس بات سے تو تم واقف ہی ہو کہ ایسی کوئی دنیا وجود نہیں رکھتی تمہیں ہر وقت سائے کی طرح رضیہ کے ساتھ لگا رہنا ہے تا کہ اس کے قدم کسی بھی مرحلے پر ڈگمگا نہ جائیں آخر وہ ایک لڑکی ہی تو ہے قدم قدم پر اسے تمہاری رہنمائی کی ضرورت ہوگی لیکن ..... لیکن ایک بات سے میں ڈرتا ہوں کہ اس اُجاڑ اور ویران خانقاہ میں میں کبھی بھی کسی حادثے سے دوچار ہو سکتا ہوں نہ معلوم کیوں مجھے یہ خیال سا ہے کہ میں تمہارے بغیر تنہا یہاں نہیں رہ سکتا دوسرے یہ کہ میں حالات سے باخبر رہنا چاہتا ہوں میں نے اگر تمہیں جلد جلد طلب کیا تو ممکن ہے اس سے کام بگڑنے کا خطرہ ہو تم مجھے بتاؤ کہ کیا کوئی ایسی صورت ممکن ہے کہ میں حالات سے باخبر رہ سکوں؟

ہاں ممکن ہے۔ ابھی میں اتنا لاچار اور مجبور بھی نہیں ہوا ہوں کہ یہ ذرا

سی مشکل بھی حل نہ کرسکوں لیکن یہ ممکن نہیں کہ میں ہر وقت آپ کے پاس موجود رہ سکوں ہمزاد نے کچھ سوچ کر جواب دیا۔

ٹھیک ہے مجھے منظور ہے تم اس وقت تک رضیہ ہی کے پاس رہو جب تک وہ کام نہ ہو جائے جس پر میری زندگی کا دارومدار ہے مگر؟

صورت کیا ہوگی کہ میں یہاں رہتے ہوئے بھی تمام حالات سے باخبر رہ سکوں؟

ادھیر دیکھئے! میری آنکھوں میں۔ ہمزاد بولا۔ اور اس کے بعد جیسے ہی میری نظریں اس سے ملیں مجھے محسوس ہوا کہ ایک دودھیا روشنی ہمزاد کی آنکھوں سے نکل کر میری آنکھوں میں منتقل ہو رہی ہے مجھے ایسا لگا کہ برف کی دو ٹھنڈی سلاخیں میری آنکھوں میں اتر گئی ہیں کچھ دیر کے لئے میری بینائی قطعی جاتی رہی میں نے گھبرا کر جلدی جلدی پلکیں جھپکائی کچھ دیر میں میری حالت معمول پر آ گئی اور مجھے ہمزاد کا

مسکراتا چہرہ نظر آنے لگا۔

یہ کیا تھا۔ یہ دودھیاں روشنی کیسی تھی؟ میں نے ہمزاد سے پوچھا۔

یہی وہ پراسرار قوت ہے جس سے آپ یہاں رہ کر بھی ہزاروں میل دور کے واقعات دیکھ سکتے ہیں اور میں بھی وہاں رہ کر آپ سے بات کر سکوں گا۔

میری خوشی کی انتہا نہ رہی مجھے خیال بھی نہ تھا کہ ان حالات میں بھی مجھے اتنی بڑی اور پراسرار قوت حاصل ہو سکتی ہے۔

مگر یہ سب کچھ ہوگا کیسے میں نے ہمزاد سے سوال کیا۔

اس نے بتایا کہ اس کے لئے مجھے صرف اس جگہ کا یا اس وجود کا تصور کرنا ہوگا جسے میں دیکھنا چاہتا ہوں یہ سن کر میرے ذہن سے ایک بڑا بوجھ ہلکا ہو گیا کچھ دیر بعد ہی ہمزاد مجھ سے رخصت ہو کر رضیہ کے پاس چلا گیا۔ اس کے جاتے ہی مجھے اس پراسرار قوت کے آزمانے کا

خیال آیا میں نے ہمزاد کا تصور کیا مجھے اپنی آنکھوں کے سامنے بدایوں نظر آیا جس کی عمارتوں کے درمیان ہمزاد کا سر فضا میں تیرتا ہوا آگے بڑھ رہا تھا ہمزاد جسے دیکھنے کی صلاحیت صرف مجھے حاصل تھی ہمزاد فضا میں بہتے بہتے اچانک رک گیا، اس اس کا چہرہ میرے روبرو تھا حکم آقا؟

کوئی خاص بات نہیں تم اپنا سفر جاری رکھو، میں صرف تمہاری دی ہوئی قوت آزما رہا تھا ممکن ہے کہ آئندہ بھی میں کسی وقت تمہیں اور رضیہ کو دیکھنا پسند کروں اس لئے تم مجھ سے اسی وقت مخاطب ہونا جب میں چاہوں ہاں مجھے ایک بات یاد آ گئی جیسا کہ تم نے مجھے بتایا تھا کہ رضیہ سے میں نہیں بلکہ تم مخاطب ہو دوسری اہم بات یہ کہ رضیہ تمہارے اور میرے درمیان ہونے والی گفتگو نہ سن سکے لیکن اگر کسی وقت رضیہ کی موجودگی میں مجھے یہ ضرورت نہ پیش آئی کہ تمہیں مخاطب کروں تو تم

مجھے کس طرح جواب دو گے؟

آپ قطعی مطمئن رہیں رضیہ صرف وہی سن سکے گی جو میں اسے سنانا چاہوں گا میرے اور آپ کے درمیان ہونے والی گفتگو وہ نہ سن سکے گی، دوسری بات یہ کہ میں نے اب تک رضیہ کے ساتھ بہت محتاط رویہ رکھا ہے اور اسے یہ شبہ نہیں ہونے دیا کہ میں اور آپ دو الگ الگ وجود ہیں۔

اب تم اپنا سفر شروع کر سکتے ہو، میں نے ہمزاد سے کہا اسی لمحے وہ تیزی سے فضا میں تیرتا ہوا ایک طرف نکل گیا اب میں پوری طرح مطمئن تھا ہمزاد کی دی ہوئی حیرت انگیز قوت بھی آزما چکا تھا اس کے بعد جو واقعات پیش آئے وہ میں کبھی نہ جان سکتا اگر میرے پاس عجیب و غریب قوت نہ ہوتیں میں جب بھی آنکھیں بند کر کے کسی بھی جگہ کا تصور کرتا وہ جگہ میرے سامنے آجاتی فاصلے ختم ہو جاتے اتنے

کہ میں سب کچھ سن سکتا تھا، دیکھ سکتا تھا، اور میں نے جو کچھ دیکھا اور سنا وہ اتنا عجیب ہے کہ اگر یہ سب کچھ میرے ساتھ نہ گزرا ہوتا تو میں کبھی اس پر یقین نہ کرتا۔

تصور کی قوت نے مجھے پھر بدایوں پہنچا دیا.....

رضیہ اپنے گھر کے باورچی خانے میں برتن مانجھتے مانجھتے ایک دم چونک پڑی۔

تم میری آواز سن رہی ہو رضیہ ہمزاد نے کہا۔

رضیہ کا چہرہ ایک لمحے کے لئے متغیر ہوا پھر وہ بہت آہستہ آواز میں بولی ،اب تم دن میں بھی آنے لگے؟

کیوں؟ کیا تمہیں اس وقت آنا اچھا نہیں لگا؟ ہمزاد نے کہا۔

نہیں یہ بات نہیں۔ رضیہ جلدی سے سنبھل کر بولی تم رات کو آتے تھے نا۔

اسی لمحے باورچی خانے کے باہر کسی کے قدموں کی چاپ سنائی دی ارے یہ تو کس سے باتیں کر رہی ہے گھنٹہ بھر ہو گیا ابھی تجھ سے ذرا سے برتن نہیں دھلے یہ رضیہ کی ماں کی آواز تھی۔

دھو تو رہی ہوں امی آخر برتن بھی ڈھیر سارے ہیں رضیہ نے فوراً جواب دیا۔

میں نے اندازہ لگایا کہ زرینہ اپنی بیٹی سے سخت بیزار ہے مجھے اس کی آواز پھر سنائی دی جلدی سے برتن دھو لے وہ حرامی پلہ رو رو کر سارے گھر کو سر پر اٹھائے ہوئے ہے مجھ سے نہیں بہلتا۔

زرینہ کا اشارہ رضیہ کے بچے یا میرے بیٹے کی طرف تھا حرامی پلہ! میری اپنی اولاد، میرا اپنا خون حرامی پلہ! مجھے زرینہ کا لہجہ ناگوار گزرا لیکن اس میں زرینہ کا کیا قصور رضیہ کا گناہ.....وہ جن حالات کا شکار ہو گئی تھی خود بھی اس سے بے خبر تھی مگر اس زمانے میں کسی کنواری

لڑکی کا ماں بننا اتنا بڑا گناہ تھا جس کا اس زمانے میں تصور بھی نہیں کیا جا سکتا تھا رضیہ بھی ایک معزز گھرانے کی فرد تھی یہی کیا کم تھا کہ اس کے ماں باپ نے اس کا گلا نہیں گھونٹ دیا اسے گھر سے نہیں نکال دیا شاید اس کی وجہ یہ ہوئی ہو کہ بدایوں میں اس وقت صرف یہی گھر ایسا نہیں تھا جس پر کوئی کنواری لڑکی ماں بن گئی ہو اس کے علاوہ بھی کئی گھر تھے کئی معزز خاندان تھے جن کی بیٹیاں میری ہوس کا نشانہ بن چکی تھیں لوگوں کو یقین تھا کہ ان پراسرار اور عجیب حالات میں ان کی بیٹیوں کا کوئی قصور نہیں ہے مگر یہ سب کچھ جانتے اور سمجھتے ہوئے بھی اپنی تہذیب کے ان رشتوں کو کس طرح جھٹلا دیتے جو ان کے خون میں شامل تھے حالات کچھ بھی رہے ہوں لیکن اس سے بڑا گناہ ان کی نظر میں اور کوئی نہیں تھا حالات کچھ بھی ہو، کہ کوئی کنواری لڑکی ماں بن جائے اس لئے ان لڑکیوں کے والدین نہ چاہتے ہوئے بھی اپنی

لڑکیوں کے ساتھ سخت رویہ رکھنے پر مجبور تھے انھیں میں سے ایک رضیہ تھی جس کی آنکھوں میں اس وقت آنسو تھے شاید اسے بھی اپنی ماں کا لہجہ ناگوار گزرا تھا زرینہ واپس جا چکی تھی باورچی خانے میں اس وقت ہمزاد اور رضیہ تنہا تھے میرا ذہن اس وقت اس معصوم وجود میں الجھا ہوا تھا جس کے باپ کا نام کوئی نہیں جانتا تھا رضیہ بھی نہیں .....اور یہ بات کتنی عجیب تھی کہ ایک ماں بھی اپنے بیٹے کے باپ سے ناواقف تھی میں نے تو رضیہ کو کچھ اور ہی بتایا تھا ایک ایسی من گھڑت کہانی جس پر آج کی لڑکیاں شاید یقین نہ کرتیں مگر وہ دور اور تھا اب اسے 120 سال پہلے کا دور اس وقت لڑکیاں بہت بھولی ہوتی تھیں۔

رضیہ کی حالت پر رحم آ کے سوا کچھ نہیں آ سکتا تھا اس وقت ایک عجیب احساس جاگا ایک ایسا احساس جس نے اس سے پہلے کبھی میرے

ذہن کو نہیں چھوا تھا، وہ بچہ میرا ہے میرا اپنا خون وہ اس وقت رضیہ کے بستر پر پڑا رو رہا تھا اور زرینہ پاس پڑی ہوئی چوکی پر بیٹھی چھالیا کترنے میں مصروف تھی کاش میں اپنے بچے کو ایک بار صرف ایک بار گود میں اٹھا کر پیار کر سکتا اسے سینے سے لگا سکتا میرے خیالوں کی رو بہک گئی اور وہ سارا منظر میری آنکھوں سے اوجھل ہو گیا مجھے اس دن پہلی مرتبہ شدت سے اپنی بے بسی کا خیال آیا آخر میں کن عجیب و غریب حالات سے دوچار ہوں اور کیوں؟ میں نے یہ تو نہیں سوچا تھا میں تو بہت نیک تھا کبھی میں نے کسی کا دل نہیں دکھایا تھا کبھی گناہ کا تصور نہیں کیا تھا میں نے کبھی ایک وقت کی نماز بھی قضاء نہیں کی تھی پھر یہ سب کچھ کیسے ہو گیا لیکن اب میرا یہ سب کچھ سوچنا فضول تھا واپسی کے تمام راستے بند ہو چکے تھے میں نے یہ زندگی خود منتخب کی تھی اور پھر میرے ساتھ جو کچھ ہوا ہے میں نے جو کچھ کیا ہے اس میں حالات کا

بھی تو بہت بڑا ہاتھ ہے اس خیال سے میرے ذہن کو کچھ سکون محسوس ہوا کہ مجھے خبر ہے کہ زندگی سے سبھی کو پیار ہے کوئی بھی جانتے بوجھتے مرنا پسند نہیں کرتا، اگر مرتے وقت بھی آدمی کو کوئی اس بات کا یقین دلا دے کہ وہ مرے گا نہیں زندہ رہے گا تو شاید وہ اس دھوکے میں کچھ دیر اور جی جائے میری موت اور زندگی کا دارومدار ایک جوان جسم تھا خواہ اس کے لئے مجھے کچھ بھی کرنا پڑتا جب کسی شخص کو یہ یقین ہو جائے کہ وہ موت سے بچ سکتا ہے کوئی ایسی راہ موجود ہے تو وہ یقیناً ایسی راہ کا انتخاب کرے گا ہمزاد مجھے بتا چکا تھا کہ بغیر جسم حاصل کئے میرا وجود ایسی راہ کا انتخاب نہیں کر سکتا بھلا اس بے کیف اور بے رنگ زندگی سے کی حاصل؟ یہ تو موت سے بھی بدتر ہے یہ خودغرض ضرور ہے کہ آدمی خود زندہ رہنے کے لئے دوسرے کو موت کے گھاٹ اتار دے مگر یقین کرو کہ آدمی زیادہ خودغرض اور کمینہ ہے اور مجھے یہ

اعتراف کرتے ہوئے کوئی شرم محسوس نہیں ہوتی کہ میں بھی انھیں میں سے ایک ہوں میں نے بھی اپنی زندگی کے لئے وہی سب کچھ کیا جو ایک انتہائی خودغرض اور کمینہ شخص کرسکتا ہے ایک بے قصور نوجوان کے قتل پر ایک معصوم لڑکی کو اکسانا جرم نہیں تو اور کیا ہے میں مجرم ہوں میں گنہگار ہوں میں دیکھ رہا ہوں کہ میری سچی اور کڑوی باتیں سن کر تمہارے چہرے پر نفرت کے آثار دکھائی دینے لگے ہیں ہاں میں اسی قابل ہوں، کہ مجھ سے نفرت کی جائے نفرت جو مجھے دنیا نے دی نفرت جو میں نے دنیا کو واپس کردی اور اب مرتے وقت میں خوش ہوں کہ میرے پاس اب کچھ بھی نہیں میں اپنی ساری محبتیں اور نفرتیں صرف کر چکا ہوں میرے پاس ہی اپنی سرگزشت سنانے کے لئے وقت بھی بہت کم ہے موت میری طرف تیزی سے بڑھ رہی ہے میں اس کے قدموں کی دھمک سن رہا ہوں اس سے پہلے کہ وہ مجھ سے ملیں

میں چاہتا ہوں کہ تمہیں اپنی تمام سرگزشت سنادوں۔تو سنو! کہ یہ آواز تم پھر کبھی نہ سن سکو گے۔

وہ تمام دن اسی اضطراب اور اسی بے کلی میں گزرا گناہ وثواب کی کشمکش نے میرے وجود کو جھنجھوڑ کے رکھ دیا.....

تصور کی بے پناہ پراسرار قوت نے مجھے پھر حقیقت کی دنیا میں دھکیل دیا میں دیکھ رہا تھا جسکی صرف آواز ہی سن سکتی تھی رات ہو چکی تھی اور رضیہ اپنے کمرے میں دودھ پلاتے پلاتے بچے کو تھپک تھپک کر سلانے کی کوشش کر رہی تھی کمرے میں لالٹین کی مدہم روشنی پھیلی ہوئی تھی رضیہ کی ماں زرینہ اپنے کمرے میں سونے کے لئے جا چکی تھی حویلی میں دور تک سناٹا پھیل گیا تھا۔

تم نے دیکھی میری زندگی، میں کتنے عذابوں میں سفر کر رہی ہوں رضیہ نے کہا۔

ہاں میں نے سب کچھ اپنی آنکھوں سے دیکھا تم بہت صبر کرنے والی لڑکی ہو تم نے واقعی غیر معمولی برداشت کا ثبوت دیا ہے اور میں جانتا ہوں کہ اس کا ذمہ دار میں ہوں میں نے تمہیں اس جہنم میں دھکیلا ہے مگر یقین کرو رضیہ میں ہی تمہیں اس جہنم سے نکالوں گا بھی ہمزاد اس سے کہہ رہا تھا تم بہت جلد ہمیشہ ہمیشہ کے لئے ان عذابوں سے چھوٹ جاؤ گی بس ذرا سے صبر اور ہمت کی بات ہے میں اچھی طرح جانتا ہوں کہ تم نے میری محبت پر سب کچھ قربان کر دیا ہے لیکن تمہیں یہ قربانی مہنگی نہیں پڑے گی.....

اچانک رضیہ کو کچھ خیال آیا اور اس نے ہمزاد کی بات کاٹ کر پوچھا۔ صبح ابو جان کہہ رہے تھے کہ شیخ کرامت کا سر لوگوں نے آسمان پر اُڑتا ہوا دیکھا ہے میں یہ بات تم سے پوچھنا بھول ہی گئی تھی کہ یہ کیا معاملہ ہے مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ اس وقت تو تمہیں میرے پاس سے گئے

تھے۔

شاید تمہارے علم میں ہو کہ شیخ کرامت کا قتل کتنے پراسرار طریقے سے کیا گیا تھا اس کے بارے میں سنا ہوگا، اسکا سر بھی نہ جانے کس طرح لاش سے غائب ہو گیا تھا پولیس کو تلاش کرنے کے باوجود اس کا سر نہ مل سکا اور نہ ہی قاتلوں کا کچھ سراغ ملا یہ تمام باتیں مجھے اپنی پراسرار قوتوں سے معلوم ہوئی ہیں میں تم سے خود اس مسئلے پر بات کرنے والا تھا دراصل.....لوگ ابھی تک اس خوفناک واقعے کو نہیں بھولے ہیں آج صبح جو سر لوگوں نے فضاؤں میں اڑتا دیکھا وہ خود میرا سر تھا جس پر انھیں شیخ کرامت کا دھوکا ہوا اس لئے کہ اس کے جسم سے بھی سر غائب ہو گیا تھا جیسا کہ میں تمہیں ابھی بتا چکا ہوں اس لئے اب میں نے دنیا کی نظروں سے اوجھل ہو کر اپنا سر چھپا لیا ہے اب کوئی میرا کٹا ہوا سر نہیں دیکھ سکے گا، یہاں تک کہ تم بھی نہیں اور میری

آواز بھی صرف تم ہی سن سکو گی اور کوئی نہیں۔ یہ سارے انتظامات میں نے تمہاری اور اپنی حفاظت کے لئے کئے ہیں تم خود سوچو کہ تمہاری دنیا کے ایک فانی شخص کا سر کس طرح فضا میں اڑ سکتا ہے اور وہ بھی اس وقت جب کہ اسے مرے ہوئے بھی عرصہ ہو چکا ہے۔ ہمزاد نے رضیہ کو سمجھایا۔

رضیہ کے چہرے پر ہمزاد کی باتیں سن کر کسی قدر اطمینان نظر آیا وہ بولی تم ٹھیک کہتے ہو لوگوں کو یقیناً تمہارے سر پر شیخ کرامت کا دھوکا ہوا ہے۔

اس رات دیر تک ہمزاد رضیہ کو ہموار کرتا رہا میں نے جب دیکھا کہ رضیہ اب سونے کی تیاری کر رہی ہے تو ہمزاد کو مخاطب کیا۔

میں نے تمہاری اور رضیہ کی ساری گفتگو سن لی ہے اب مجھے اطمینان ہے لیکن اصل مسئلہ اب بھی بدستور باقی ہے۔

کالا جادو

ایک ایسی داستان جس میں ایک لڑکا پراسرار طاقتیں حاصل کرنے کے چکر میں ایک جادوگر کے چنگل میں پھنس گیا۔ جس نے اسے اپنے مقاصد کیلئے استعمال کرنا چاہا۔ لیکن اس لڑکے کا ضمیر جاگ اٹھا۔ اپنوں سے برسوں دور رہا۔ مصیبتیں جھیلتا رہا۔

ایک دلچسپ سچی داستان۔

ابھی پڑھئے ''اردو رسالہ'' پر

وہ کیا؟ ہمزاد نے پوچھا۔

وہ یہ کہ رضیہ اور اختر کو کس طرح قریب کیا جائے جب تک یہ دونوں قریب نہیں آئیں گے ہمارا مقصد حل نہیں ہوگا۔

یہ مسئلہ بہر حال ہے اس لئے کہ میری معلومات کے مطابق اختر کے والدین نے اس پر یہ پابندی عائد کر دی ہے کہ وہ رضیہ کے گھر نہیں جائے گا یہ بات اس وقت کی ہے جب رضیہ نے آپ کے بچے جو جنم دیا تھا دونوں خاندان میں اس مسئلہ پر کشیدگی ہے یہاں تک کہ رضیہ کی ماں زرینہ کا آنا جانا بھی اپنے بھائی کے یہاں ختم ہو گیا ہے اور یہ رشتہ بچپن سے طے تھا مگر درمیان میں یہ تمام ہنگامہ ہونے کے سبب سارا معاملہ بگڑ گیا خیر کوئی ترکیب تو سوچنی ہی پڑے گی، ہمزاد کے چہرے پر مجھے فکر کے آثار نظر آئے۔

تم ایسا کیوں نہیں کرتے کہ کسی طرح رضیہ ہی کو اس بات پر آمادہ کرو

کہ وہ کوئی راستہ نکالے جب وہ اختر کے قتل پر آمادہ ہوگئی ہے تو یقیناً اس کے ذہن میں کوئی نہ کوئی ایسی صورت ہوگی کہ وہ اختر سے مل سکے میں نے کہا۔

ان حالات میں تو یہی ممکن ہے ہمیں بہر حال رضیہ پر ہی بھروسہ کرنا پڑے گا، ورنہ اور کوئی تدبیر فی الحال سمجھ میں نہیں آتی اس وقت تو رضیہ تقریباً سو چکی ہے میں صبح اس سے اس مسئلے پر تفصیلی بات کروں گا، بہر حال آپ مطمئن رہیں میں کوئی نہ کوئی ایسا راستہ پیدا کر ہی لوں گا ہمزاد نے مجھے یقین دلایا۔

دوسرے دن ہمزاد نے رضیہ سے اس مسئلے پر بات کی رضیہ نے کہا میرا دل تو اس پر آمادہ نہیں کہ میں اختر سے ایک مرتبہ پھر عہد و پیمان کروں مگر تمہاری محبت نے مجھے ہر طرح مجبور کر دیا ہے میں آج ہی کوشش کروں گی اس سے مل سکوں۔

مگر یہ کیسے ممکن ہے رضیہ! میرے علم میں تو یہ ہے کہ تم لوگوں کا وہاں آنا جانا بھی بند ہے؟ ہمزاد بولا۔

میں نے اسے ضرور بھلا دیا ہے مگر وہ مجھے نہیں بھولا رضیہ کی آواز میں ایک عجیب سا دکھ تھا۔

میں اس کا دکھ محسوس کر کے کانپ گیا کیا رضیہ کے پاؤں ڈگمگا جائیں گے؟ کیا اس کے دل میں اب بھی اختر کی محبت زندہ ہے اگر خدا نخواستہ ایسا ہوا تو بہت غلط ہوگا ایسا نہیں ہونا چاہیے یہ بات میرے لئے بہت خطرناک ہے رضیہ کو مجھ سے محبت ہے یا اختر سے جس بات کو میں نے محسوس کیا تقریباً وہی بات ہمزاد نے محسوس کی ہمزاد نے رضیہ سے کہا۔

رضیہ! مجھے تمہارے لہجے کے دکھ نے بہت کچھ سوچنے پر مجبور کر دیا ہے اسی لئے میں تمہارا یہ جملہ سن کر اتنی دیر خاموش رہا کیا تمہارے دل

میں اب بھی اختر کی محبت کی کوئی چنگاری روشن ہے یہ میں طنز نہیں کر رہا میرا اس سے یہ مطلب ہے کہ میں تمہاری راہ میں دیوار بننا چاہتا ہوں بلکہ میں حقیقت جاننا چاہتا ہوں۔

یہ لمحہ میرے لئے بہت صبر آزما تھا، اس لئے کہ رضیہ کے جواب پر میری آئندہ زندگی کا انحصار تھا میں دم سادھے سب کچھ دیکھتا اور سنتا رہا ہر چند کے میں اس وقت رضیہ اور ہمزاد سے میلوں دور ایک اجاڑ خانقاہ میں تھا مگر میرے سامنے سب کچھ اس طرح تھا جیسے میں کوئی فلم دیکھ رہا ہوں حالانکہ اس زمانے میں فلم کا تصور بھی نہیں تھا مگر آج کے زمانے میں یہ بات سمجھنا کچھ ایسا دشوار نہیں ہے فرق صرف یہ تھا کہ لوگ فلم کے کرداروں سے بات نہیں کر سکتے اور میں ہمزاد سے بات بھی کر سکتا تھا یہ بات میں نے تمہیں اتنی تفصیل سے اس لئے سمجھائی ہے کہ تم میری سرگزشت سن کر الجھن کا شکار نہ ہو جاؤ یوں سمجھ لو کہ میں

رضیہ اور ہمزاد کے پاس ایک طرح سے موجود بھی تھا اور نہیں بھی تھا موجود اس طرح کہ جب میں چاہتا ہمزاد سے ہمکلام ہو سکتا تھا اور غائب اس طرح کہ مادی طور پر میں اس سے میلوں دور تھا لیکن اتنے فاصلے کے باوجود بھی میں اس کا لمس محسوس کر رہا تھا اس دن بھی جب ہمزاد نے رضیہ سے وہ سوال کیا جس نے مجھے بے چین کر دیا میں ہمزاد کے اتنا ہی قریب تھا جتنے تم مجھ سے۔ اس لئے جب ہمزاد کی نظریں مجھ سے ٹکرائیں تو وہ کچھ اور فکرمند ہو گیا اسے احساس تھا کہ اس وقت مجھ پر کیا گزر رہی ہو گی۔

رضیہ ہمزاد کی بات سن کر کچھ دیر خاموش رہی پھر ٹھنڈی سانس بھر کے بولی، تم نے مجھے غلط سمجھا لیکن مجھے اس کا کوئی ملال نہیں اس لئے کہ میں جانتی ہوں مرد کی فطرت میں شک کرنا شامل ہے میرا مطلب اس جملے سے کچھ اور تھا میں تمہیں کچھ اور بات بتانے والی تھی جسے تم نے

سننے سے پہلے ہی مجھ پر شک ظاہر کر دیا.....مگر.....

نہیں یہ بات ہرگز نہیں ہمزاد نے جلدی سے کہا بلکہ بات دراصل یہ ہے کہ میں تمہیں اداس نہیں دیکھ سکتا،

اداسی تو میرا مقدر بن چکی ہے رضیہ بولی۔

اور میں تمہارا مقدر بدل دینا چاہتا ہوں۔

کون جانے کیا ہو بہر حال جو بھی ہو لیکن ایک بات میں تمہیں ضرور بتا دینا چاہتی ہوں عورت ایک مرتبہ خود کو کسی کی بانہوں کے سپرد کر دیتی ہے تو پھر وہ نہیں بدلتی عورت کی سب سے بڑی دولت اس کی عصمت ہے عصمت جسے میں تمہارے سپرد کر چکی ہوں اب میں کسی اور کی نہیں ہو سکتی چاہوں بھی تو نہیں کاش تم نے میرے اندر جھانکنے کی کوشش کی ہوتی پھر ممکن تھا کہ تم مجھ سے یہ سوال نہ کرتے۔

رضیہ اگر میری اس بات سے تمہارے دل کو دکھ پہنچا ہے تو میں معافی

چاہتا ہوں میرا مقصد ہرگز یہ نہیں تھا مجھے تمہاری محبت پر بھروسہ ہے مجھے تم پر پورا اعتماد ہے اور اسی اعتماد اور بھروسے پر میں نے تم سے اپنی زندگی کی بھیک مانگی ہے تلخیوں کو بھول جاؤ اور بس اتنا یاد رکھو کہ بہت جلد ہم ایک نئی دنیا کے سفر پر روانہ ہو جائیں گے وہ دنیا ہماری اپنی ہو گی محبت کی دنیا، مسرتوں اور حسین خوابوں کی دنیا جہاں موت نہیں زندگی ہی زندگی ہے۔

میں نے دیکھا کہ ہمزاد کی باتیں رضیہ کے دل پر اثر کر رہی ہیں اس کی آنکھوں میں چمک لوٹ آئی ہے جو ابھی کچھ دیر پہلے غائب ہو گئی تھی

وہ بولی۔

کتنے حسین ہیں یہ خواب۔

یہ خواب حقیقت بھی بن سکتے ہیں بشرطیکہ تم ہمت سے کام لو ہمزاد نے مطلب کی بات پر آتے ہوئے کہا۔

ہاں میں تم سے وعدہ کر چکی ہوں اور تم دیکھو گے کہ تمہاری رضیہ تمہارے لئے کیا کر سکتی ہے رضیہ نے کہا پھر کچھ لمحے خاموش رہ کر بولی۔

میں نے تم سے کہا تھا کہ میں نے اختر کو ضرور بھلا دیا ہے مگر وہ مجھے نہیں بھولا، اسکا ثبوت تمہیں بھی بہت جلد مل جائے گا تم حویلی کے پچھواڑے میں ہمارا باغ تو دیکھ ہی چکے ہو۔

ہاں میں نے دیکھا ہے ہمزاد نے جواب دیا بہت خوبصورت ہے یہ باغ برابر والی حویلی تک پھیلا ہوا ہے تم جانتے ہو برابر والی حویلی میں کون رہتا ہے۔؟

ہوں.....یہ تو میں بھول ہی گیا تھا تم ٹھیک سوچ رہی ہو ہمزاد نے رضیہ کی ہاں میں ہاں ملائی۔

لیکن ابھی تم نے میری پوری بات نہیں سنی، ہمارے ماموں برابر والی

حویلی میں رہتے ہیں ہمارے گھر آنے جانے کے لئے ماموں نے اختر پر پابندی عائد کردی ہے اس بات کو تقریباً 2 مہینے ہوئے ہیں لیکن ان دو مہینوں میں شاید کوئی دن بھی ایسا نہیں گزرا کہ اختر نے مجھے اور میں نے اختر کو نہ دیکھا ہو، وہ روز شام کو باغ میں آجاتا ہے اور گھنٹوں اس بات کا منتظر رہتا ہے کہ میں اسے کھڑکی میں کب نظر آؤں گی اس بات سے صرف میں ہی واقف ہوں وہ ٹکٹکی باندھے کھڑکی کی طرف دیکھتا رہتا ہے اکثر ایسا ہوتا ہے کہ میں اسے دیکھ کر کھڑکی بند کر دیتی ہوں وہ دن کبھی نہیں بھول سکتی جب پہلی مرتبہ میں نے ایسا کیا تھا مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ فاصلے کے باوجود میں نے اس کے رخساروں پر آنسو بہتے ہوئے دیکھے تھے لیکن میں اسے بھول جانا چاہتی تھی۔

اور میں نے بھلا دیا ہے مگر وہ اب بھی ہر شام اسی طرح پابندی سے باغ میں آتا ہے کبھی کبھی تو یہ بھی ہوتا ہے کہ میں جانتے بوجھتے کھڑکی

کی طرف جانے سے گریز کرتی ہوں۔

رضیہ کی باتیں سن کر ایک لمحہ کے لئے میرے اندر چھپا ہوا انسان جاگ اٹھا یہ تم کیا کر رہے ہو؟ ایک معصوم اور بے گناہ محبت کا گلا گھونٹنے چلے ہو تمہیں دکھ نہیں ہوتا؟.....لیکن میں نے اپنے اندر چھپے ہوئے اس انسان کی آواز کو یہ کہہ کہ دبا دیا کہ مجھے زندگی چاہیے جس طرح دوسروں کو جینے کا حق ہے مجھے بھی ہے۔

اور میرے اندر کا انسان خاموش ہو گیا۔

اسی شام میں نے دیکھا رضیہ اپنی حویلی کی کھڑکی میں کھڑی ہوئی اختر کو کچھ اشارہ کر رہی تھی یہ لڑکی کون ہے یہ رضیہ تو نہیں ہو سکتی میں سوچ رہا تھا کیا انسان اتنی جلدی بدل جاتا ہے کیا محبت میں اتنا بڑا دھوکا بھی دیا جا سکتا ہے.....سب کچھ جھوٹ ہے سب کچھ فریب ہے عورت کا یہ روپ میرے لئے بالکل نیا تھا مجھے اس وقت رضیہ بالکل

بدلی ہوئی نظر آئی یہ سب کچھ جانتے ہوئے بھی کہ وہ سب کچھ میری ایما پر کر رہی ہے میری محبت کے ہاتھوں مجبور ہو کر اختر کو فریب دے رہی ہے مجھے رضیہ کا عمل نہ معلوم کیوں اچھا نہیں لگا.....نہ جانے اس وقت کے چہرے سے وہ بھولپن اور معصومیت کہاں غائب ہو گئی تھی جس پر میں جان چھڑکتا تھا مجھے رضیہ، فریبی اور عیار لڑکی نظر آ رہی تھی میری ہی طرح خود غرض اور قابل نفرت۔

دو دن بھی نہ گزرے تھے کہ رضیہ کی حویلی کا باغ اختر کی گرم سانسوں سے مہکنے لگا رضیہ اب اپنی حویلی کے پچھلے دروازے سے رات گئے نکلتی اور اختر کی بانہوں میں سمٹ جاتی کتنا فریب تھا ان جملوں میں کتنا زہر چھپا تھا ان لفظوں میں جو سرگوشیاں بن کر ہوا کے دوش پر بکھر جاتے تھے۔

اختر تم میری زندگی ہو میں تمہارے بغیر نہیں جی سکتی۔

.....بھول جاؤ جو کچھ ہوا سب کچھ بھول جاؤ میں بھی بھول جانا چاہتی ہوں میں تو تمہاری آغوش میں آ کر خود کو بھی بھول جانا چاہتی ہوں.....تم تو جانتے ہی ہو جو کچھ ہوا اس میں میں بے قصور ہوں میری خطا اگر ہے تو صرف یہ ہے کہ میں زندگی سے مایوس ہو گئی تھی میں اپنے آپ کو تمہارے قابل نہیں سمجھتی تھی مگر اس عرصے میں میں نے تمہارے عشق کی صداقت کو پرکھ لیا ہے تم سچے ہو تمہارا عشق سچا ہے اب ہم نے ایک دوسرے کو سمجھ لیا ہے ہم نے ایک دوسرے کو پا لیا ہے اب ہمیں کوئی جدا نہیں کر سکتا بولو اختر کیا ساری دنیا کی طرح تم بھی مجھے ٹھکرا دو گے.....اپنی آنے والی موت سے بے خبر معصوم اختر ان زہر بھرے جملوں کا جواب کانپتی ہوئی آواز میں دیتا تم جیسی ہو جو کچھ ہو، میری ہو، ہمیشہ سے اور ہمیشہ کے لئے.....

عہد و پیماں کے یہ سلسلے طویل سے طویل ہوتے جاتے تھے اور جب

رات اپنا سفر ختم کرنے لگی تو وہ دونوں کسی تازہ محبت کی خوشبو سے سر شار ایک دوسرے سے جدا ہو جاتے۔

کبھی کبھی تو مجھے شک گزرتا کہ رضیہ واقعی اختر کے قریب کی گرمی سے پگھل گئی ہے اسلئے کہ مجھے جھوٹے اور سچے لہجوں کی اس وقت اتنی تمیز نہیں تھی جتنی اب ہے۔

ایک ہی ہفتے میں رضیہ نے اختر کو پوری طرح اپنے جال میں پھانس لیا تھا اسی دوران رضیہ کی ماں زرینہ کو بھی رضیہ پر کچھ شک ہونے لگا۔

اور جب ایک رات اس نے اپنے شک کو یقین میں بدل لیا تو اس کے بجائے کہ وہ رضیہ پر برہم ہوتی اس کے چہرے پر ایک طرح کا سکون اور اطمینان سا نظر آنے لگا آخر ایک دن اس نے دبے دبے لفظوں میں رضیہ سے پوچھ ہی لیا۔

کیوں ری اگر میں بڑے بھیا سے تیرے لئے بات کروں تو اب تجھے

کوئی اعتراض تو نہ ہوگا۔؟

رضیہ نے خاموشی سے سر جھکالیا۔

اس کے بعد بات کچھ اور آگے بڑھی زرینہ نے اپنے شوہر مرزا قدیر بیگ سے بات کی اور ڈھکے چھپے لفظوں میں یہ بھی بتا دیا کہ لڑکا اور لڑکی دونوں راضی ہیں اب مسئلہ صرف اختر کے باپ جمشید علی کا تھا وہ اس رشتے پر آمادہ ہوتے ہیں یا نہیں اس خدشے کا اظہار قدیر بیگ نے اپنی بیگم سے بھی کیا، زرینہ نے جواب دیا۔

اختر میری مانگ ہے بچپن سے یہ رشتہ طے تھا بڑے بھیا منع کسی طرح کر سکتے ہیں وہ تو رضیہ کی وجہ سے میں چپ رہی کیونکہ وہ پہلے تو شادی کے نام ہی سے بدکتی تھی مگر اب ایسا نہیں ہے اچھا ہے اگر گھر کی عزت گھر ہی میں رہ جائے اور پھر کوئی ہماری رضیہ ہی کے ساتھ یہ واقعہ نہیں ہوا ہے دوسرے گھروں کی بیٹیوں کی عزت بھی کون سی محفوظ رہ گئی ہے

اس میں بے چاری لڑکیوں کا کیا قصور ہے قدیر بیگ نے بھی اثبات میں سر ہلایا اور کچھ سوچنے لگے۔

اب اپنا یہ سوچنا چھوڑو میں تو جا کے ابھی بھیا سے بات کر لیتی ہوں آخر تمہارے بھی بڑے ہیں تم بھی ان سے معافی مانگ لو گے تو کون سا عزت چلی جائے گی ساری زندگی کا معاملہ ہے کب تک لڑکی کو گھر میں بٹھائے رہیں گے پھر کوئی دوسرا لڑکا ملنا بھی مشکل ہے آخر کون قبول کرے گا ایسی لڑکی کو جس کے ایک بچہ بھی ہو۔

تم ٹھیک کہتی ہو میں بھائی صاحب سے معافی مانگ لوں گا، حالانکہ پہل انھیں کی طرف سے ہوئی تھی انھوں نے ہی ہمارے گھر آنا جانا بند کر دیا تھا اور اختر پر بھی پابندی لگا دی تھی۔

تم یہ تو سوچتے ہو مگر یہ نہیں سوچتے کہ اس زمانے میں حالت کیا تھی تمام میں تھوتھو ہو رہی تھی رضیہ کا لڑکا ہوا تھا آخر ان کی بھی تو بدنامی تھی

کہ نہیں۔زرینہ نے کہا۔

ہاں یہ بات تو ہے۔

اب معاملہ خاصا پک چکا تھا،ہمزاد کی بھی یہی رائے تھی کہ جلد سے جلد وہ سب کچھ ہو جانا چاہیے جسکے لئے یہ سب بکھیڑا کیا گیا تھا، کیونکہ اختر اور رضیہ کی شادی سے نہ تو مجھے دلچسپی تھی اور نہ خود رضیہ کو ہمارا مقصد تو اختر کو اعتماد میں لینا تھا اور وہ مقصد بڑی حد تک پورا ہو چکا تھا اس سے پہلے کہ رضیہ کے والدین بات آگے بڑھائیں اور دوبارہ تمام معاملات طے پا جائیں ہمزاد نے مجھے اپنا کام کر گزرنا تھا شادی ہونا تو خیر دوسری بات ہے میں تو یہ بھی نہیں چاہتا تھا کہ رضیہ کی شادی کی بات بھی طے ہو اس لئے کہ اس صورت میں رضیہ اور اختر کا ملنا بند ہو جاتا۔ہمزاد بھی نئی سے نئی سوچتا تھا جس زمانے میں رضیہ اور اختر کی ملاقاتیں جاری تھیں اس نے رضیہ کے یا میرے بیٹے کے لئے وہ

علاج تجویز کر دیا تھا کہ ساری رات بڑے سکون سے گزر جاتی اور وہ ایک مرتبہ بھی نہ اٹھتا رات بھر افیون کے نشے میں پڑا رہتا یہ ترکیب اس نے اس لئے نکالی تھی کہ رضیہ سکون کے ساتھ اختر کو وقت دے سکے۔

آج بھی اس نے رضیہ کو افیون کی گولی دیتے ہوئے کہا لو یہ ننھے کو کھلا دو اختر کے آنے کا وقت ہو رہا ہے۔

رضیہ نے بچے کو گود میں اٹھایا اور کڑوی گولی اس کے منہ میں رکھ کر اسے دودھ پلانے بیٹھ گئی تا کہ اسے تلخی کچھ کم محسوس ہو بچہ کچھ دیر میں سو گیا۔

آج رات اختر کے پاس جانے سے پہلے ہمزاد نے رضیہ سے کہا میرا خیال ہے کہ اب وہ وقت قریب آ گیا ہے جب تمہیں اپنی محبت اور ہمت دونوں کا ثبوت دینا ہے۔

میں سمجھی نہیں.....رضیہ نے آواز کی سمت دیکھا۔

میں تم سے بات نہیں چھپانا چاہتا کہ تمہارے والدین تمہاری شادی کے لئے راہ ہموار کر رہے ہیں اس کے بعد ہمزاد نے زرینہ اور قدیر بیگ کے درمیان ہونے والی گفتگو سے اسے آگاہ کر دیا۔ یہ بات کسی حد تک میرے علم میں بھی تھی اس لئے کہ اس نے بھی ڈھکے چھپے لفظوں میں میری رضامندی چاہی تھی مگر میں نے انھیں کوئی جواب نہیں دیا، اور جواب بھی کیا دیتی رضیہ بولی۔

تم نے جواب نہ دے کر اچھا ہی کیا تمہارا اقرار یا انکار دونوں ہی مصیبت ہوتے ابھی تو بات گول مول ہے مگر میں تمہیں یہ بھی بتا دوں کہ تمہاری امی ابھی اب اس بات سے آگاہ ہو چکی ہیں کہ تم اختر سے ملتی ہو وہ ایک رات تمہیں اور اختر کو باغ میں چھپ کر دیکھ چکی تھی۔

ہمزاد نے رضیہ کو سب کچھ صاف صاف بتا دیا۔

کیا؟ رضیہ اچھل پڑی تم نے مجھے پہلے کیوں نہیں بتایا؟

بتانے سے فائدہ بھی کیا تھا وہ اس بات سے خوش ہیں کہ ان کے سر سے ایک بوجھ اتر جائے گا اور تم ویسے بھی اختر سے منسوب تھیں آخر اس میں حرج ہی کیا تھا شاید یہی سب کچھ سوچ کر انھوں نے تمہیں آزاد چھوڑ دیا کہ تمہیں اور اختر کو زیادہ سے زیادہ قریب ہونے کا موقع دیا جائے.....لیکن اب.....رضیہ کچھ کہتے کہتے رک گئی کیونکہ اس وقت کھڑکی کے پاس ایک سایہ سا لہرایا تھا۔

وہ آ گیا،.....رضیہ نے سرگوشی کی اور جلدی سے اٹھ کر دبے پاؤں کمرے سے نکل گئی۔

رضیہ آخر اب کیا چاہتی ہے؟ اب اگر دیر ہوئی تو معاملہ بگڑنے کا خطرہ ہے میں نے ہمزاد کو مخاطب کیا۔

آپ کا خیال بالکل ٹھیک ہیں آج اس سے یہی بات کرنے والا تھا

آج دن ہی میں زرینہ اپنے بھائی جمشید علی سے مل کر آئی ہے زرینہ کی منت سماجت پر وہ کچھ نیم راضی ہو گئے ہیں اس لئے بہتر صورت یہی ہے کہ وہ ایک دن ہی میں رضیہ کے ہاتھوں اختر کا قتل ہو جائے ورنہ یہ راتیں پھر کبھی لوٹ کر نہیں آئیں گی ابھی میرے لئے اور بہت سے مسئلے ہیں جن سے قبل از وقت میں آپ کو آگاہ کر دینا چاہتا ہوں۔

وہ کیا؟ میں نے دریافت کیا۔

اختر کے قتل کے بعد بھی معاملہ فوراً ہی نہیں نمٹ جائے گا..... ہمزاد نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔

یعنی؟..... میں سمجھا نہیں

آپ کے سر کے ساتھ اس کا جسم جوڑنے کے بعد آپ کو پوری طرح حواس میں آنے کے لئے کم از کم 21 دن لگیں گے اور یہ 21 دن آپ کے لئے اور خود میرے لئے بھی بڑے صبر آزما اور عذاب ناک

ہوں گے میں آپ سے کچھ چھپانا نہیں چاہتا ان 21 دنوں میں میں بھی پوری طرح معطل ہو کے رہ جاؤں گا مجھے آپ کی اور اپنی تکمیل کے لئے یہ دن دنیا کی نظروں سے پوری طرح چھپ کر گزارنے ہوں گے ساتھ ساتھ اپنی حفاظت کا بھی پہلے ہی سے انتظام کرنا پڑے گا تا کہ ہمیں کوئی نقصان نہ پہنچا سکے۔

ہمزاد کی بات سن کر مجھے کچھ خوف سا محسوس ہوا آخر یہ 21 دن کس طرح گزریں گے میں نے اس سے پوچھا کیا تمہاری تمام قوتیں صلب ہو جائیں گی۔؟

تقریباً ہمزاد نے کہا۔ میرے لئے ضروری ہوگا کہ نئے جسم سے ربط پیدا کروں اس میں بے انتہا تکلیف کا سامنا مجھے بھی کرنا ہوگا اور آپ کو بھی ہم دونوں میں سے کوئی بھی کہیں آنے جانے کے قابل نہیں رہے گا

کیا مجھ سے یہ قوت بھی چھن لی جائے گی جو مجھے اس وقت حاصل ہے؟ میری مراد تصور کی قوت سے ہے میں نے گھبرا کر ہمزاد سے پوچھا۔

نہیں صرف یہی قوت مجھ میں اور آپ میں برقرار رہ جائے گی باقی تمام قوتیں اس 21 دن کے عرصے میں مفلوج ہو جائیں گی .....ہمزاد نے جواب دیا۔

تم نے مجھے بتایا تھا کہ اختر کے قتل ہوتے ہی تم اس کے جسم کے ساتھ میرا سر جوڑ دو گے لیکن اگر اختر کو حویلی کے باغ میں قتل کیا گیا تو ہر حال 21 دن وہیں گزارنے ہوں گے اور یہ میرے خیال میں بہت خطرناک ہوگا وہاں تو ہم ہر طرح غیر محفوظ ہوں گے۔

ہوگا یہ کہ میں اختر کے جسم کے ساتھ آپ کا سر جڑتے ہی آپ کو فوراً خانقاہ میں پناہ لے لوں گا پھر 21 دن تک ہم اس خانقاہ میں رہیں

گے ہمزاد نے بتایا۔

اور.....اور.....اور رضیہ کا.....رضیہ کا کیا ہوگا؟

ابھی کچھ نہیں کہا جا سکتا کہ حالات کیا رخ اختیار کریں گے اس امتحان میں مگر نہ معلوم کیوں کبھی کبھی مجھے یہ خیال آتا ہے کہ کہیں رضیہ ہمارے ساتھ دھوکا نہ کر رہی ہو تم نے کبھی اختر اور اس کے درمیان ہونے والی گفتگو سنی ہے؟ میں نے ہمزاد نے پوچھا۔

کئی بار سنی ہے مگر جہاں تک میرا علم مجھے بتاتا ہے وہ آپ کے ساتھ مخلص ہے اور یہ سب کچھ وہ آپ ہی کے لئے کر رہی ہے ورنہ یہ بھی ممکن تھا کہ اختر کے قتل پر آمادہ ہی نہ ہوتی، ہمزاد نے کہا۔

تمہارے علم پر مجھے کوئی شک نہیں لیکن میں خود بھی یہ نہیں سمجھ سکتا میرے ذہن میں ایسے خیالات کیوں آتے ہیں جب میں اسے اختر کے ساتھ دیکھتا ہوں تو وہ مجھے بدلی بدلی سی لگتی ہے جیسے وہ رضیہ نہ ہو

کوئی اور ہی لڑکی ہو پھر یہ کہ جو لڑکی ایک مرد سے بے وفائی کر سکتی ہے اس سے جھوٹی محبت جتا سکتی ہے وہ کسی دوسرے کے ساتھ کس طرح وفادار ہو سکتی ہے۔؟

آپ کا یہ سب کچھ کہنا بجا مگر آپ ہی نے اسے مجبور کیا ہے وہ آپ ہی کے بچے کی ماں ہے لیکن اس کے باوجود آپ اسے ناپسند کرتے ہیں تو یہ کوئی مسئلہ نہیں آپ اس بات پر مجبور تو بہر حال نہیں ہیں کہ آپ بھی اسکے وفادار ہیں آپ ایک خاص مقصد کے لئے اسے استعمال کر رہے ہیں وہ مقصد پورا ہو جانے کے بعد آپ اپنی مرضی کے مختار ہیں۔

رضیہ کا چکر میرے ساتھ کچھ عجیب ہے کبھی مجھے اسے پر رحم آتا ہے کبھی سخت نفرت محسوس ہوتی ہے اس کا کردار میرے لئے ایک معمہ بن گیا ہے تم خود سن لو وہ اس وقت اختر سے کیا باتیں کر رہی ہے کتنا عجیب ہے یہ سب کل جسے وہ موت کے گھاٹ اتار دینے والی ہے آج اس

کے گلے کا ہار بنی ہوئی ہے۔.....

ہمزاد سے یہ کہہ کر میں نے رضیہ کی حویلی کے باغ کا تصور کیا اور بہت جلد ایک کنج میں وہ دونوں مجھے مل گئے رضیہ اختر کے زانو پر سر رکھے نرم زمین پر لیٹی تھی اسکے ہاتھ میں گلاب کا پھول تھا جسے کبھی کبھی وہ شوخی سے اختر کے گالوں پر مارتی وہ اس وقت اختر سے کہہ رہی تھی ہماری تمہاری محبتوں کے راز دار یہ گلاب ہیں یہ گھنے پیڑوں کے سائے میں یہ کنج میں یہ حسین راتیں ہیں اور.....

اختر نے رضیہ کی بات کاٹ کر کہا۔ اور میرا دوست میرا خوار عابد ہے۔

رضیہ ایک دم اٹھ کر بیٹھ گئی، یہ عابد کون ہے۔

عابد کو بھول گئیں ہاں تمہیں بھول ہی جانا چاہیے تم تو مجھے بھول گئی تھیں ،اختر نے بجھے بجھے لہجے میں کہا۔

یہ آج تمہیں کیا ہو گیا ہے کیسی اکھڑی اکھڑی باتیں کر رہے ہو اب

اتنے دنوں کی بات مجھے کیا یاد رہ جاتی عابد وہی تو ہے نا دبلا پتلا سا تمہارا دوست جسے دیکھ کر مجھے اکثر ہنسی روکنا دوبھر ہو جاتی تھی اور تم ناراض ہو جاتے تھے؟ وہ تو بہت پہلے کسی اور شہر چلا گیا ہے۔

ہاں وہی آج رات ہی آیا ہے میرے پاس ٹھہرا ہے اب وہ پتلا دبلا نہیں رہا اور اس کی شادی بھی ہو گئی ہے اختر نے کہا کل رات اسی کے مشورے پر عمل کر کے میں نے ہمت کی اور امی جان سے صاف صاف سب کچھ کہہ دیا کہ مجھے دنیا والوں کی کوئی پرواہ نہیں جو چاہیں کہیں میں اگر شادی کروں گا تو رضیہ سے ورنہ کسی سے نہیں۔

سچ! رضیہ نے خوش ہو کر کہا۔ کیا کہا تمہاری امی نے؟ کہتیں کیا؟ فی الحال تو چپ ہو گئیں بہر حال میں انھیں راضی کر ہی لوں گا بس ذرا ابا جان کا معاملہ ہے۔

اگر وہ نہ مانے۔؟

میں ہر قیمت پر تمہیں حاصل کر کے رہوں گا، میں یہ فیصلہ کر چکا ہوں چاہے مجھے اس کے لئے اپنی جان کی بازی ہی کیوں نہ لگانی پڑے ابا جی کو راضی کرنا تو بہت چھوٹی سی بات ہے۔

کیا تم واقعی مجھے اتنا ہی چاہتے ہو کہ اپنی جان کی بازی لگا سکتے ہو۔؟

ہاں رضیہ میں تمہارے لئے جان بھی دے سکتا ہوں اختر کا لہجہ جذبات سے بوجھل تھا۔

میں اس کے بعد ان کی گفتگو سننے کی ہمت نہ کر سکا وہ جوان اپنی محبوبہ کے لئے جان تک دینے کو تیار تھا اس بات سے بے خبر تھا کہ اس کا انجام یہی ہونے والا ہے وہ اپنی موت سے بے خبر پڑے سکون کے ساتھ آنے والے اچھے دنوں کے خواب دیکھ رہا ہو گا کتنا بھولا اور معصوم سا ہے یہ نوجوان آنے والے دن سے بے خبر خود اپنی موت سے کھیل رہا ہے لیکن مجھے اس پر رحم کیوں آ رہا ہے میں سوچتا رہا اور یہی سوچتے

سوچتے مجھ پر غنودگی طاری ہوگئی میں نے ایک بہت بھیانک خواب دیکھا میں نے دیکھا کہ رضیہ کے باغ میں اختر کی جگہ میں ہوں اپنے پورے وجود کے ساتھ اور رضیہ میرے زانو پر اسی طرح سر رکھے نرم زمین پر لیٹی ہے جیسے اختر کے ساتھ لیٹی تھی پھر اچانک وہ اٹھ بیٹھی رفتہ رفتہ رضیہ کا چہرہ خوفناک حد تک ڈراؤنا ہوگیا اس کے دانت باہر کی طرف لٹک آئے اور منہ سے رال بہنے لگی اس کے بعد اس نے ایک دم اپنے دانت میرے نرخرے میں گاڑ دیئے میرے منہ سے چیخ نکل گئی اور میں نے گھبرا کر آنکھیں کھول دیں آنکھیں کھولنے کے باوجود بھی مجھے بہت دیر تک ایسا ہی محسوس ہوتا رہا جیسے میں خواب ہی کے عالم میں ہوں آنکھیں کہتیں جو کچھ میں دیکھ رہا ہوں حقیقت ہے لیکن ذہن اسے خواب ہی سمجھنے پر آمادہ تھا۔

کچھ دیر بعد نیند نے پھر مجھ پر یلغار کر دی اور میں سو گیا۔

دوسری صبح آنکھ کھولی تو ہمزاد موجود نہیں تھا میں اپنی خاص قوت کو بروئے کار لایا اور آج خلاف معمول رضیہ کی حویلی کی بجائے اپنی حویلی کا تصور کیا حویلی میرے سامنے تھی مگر نہیں مجھے خیال گزرا کہ یہ میری حویلی تو نہیں ہے کہیں میرا تصور مجھے دھوکا تو نہیں دے رہا پھر میرا تصور اس حویلی کے ایک کمرے ایک ایک دالان اور ایک ایک دریچے سے گزرا۔ ویران اُجاڑ حویلی عجیب ہیبت ناک قالینوں پر منوں گرد دالانوں میں ڈھیروں کوڑے کے ڈھیر حویلی کیا سے کیا ہوگئی اتنے سے دن میں۔؟ میں سوچ رہا تھا اور دیکھ رہا تھا یہ شام کا وقت تھا میرا تصور اپنی حویلی سے بھٹکتا ہوا بدایوں کے گلی کوچوں میں آ گیا لوگ اسی طرح ہیں سب کچھ وہی ہے وہی چہرے، وہی رستے وہی اپنے وہی بیگانے بدلا تو صرف میں بچھڑنے والوں کو لوگ کتنی جلدی بھول جاتے ہیں، کسی لب پر میرا ذکر نہیں کہیں میرا چرچا نہیں کیا سب لوگ

وہی ہیں؟ کیا میں اتنا ہی بے وقعت تھا اسی قابل تھا کہ بھلا دیا جاؤں
میرا تصور نہ جانے کب تک انھیں آشنا اجنبی رستوں سے گزرتا رہا
گزرتا رہا اور میں اس وقت چونکا جب میں نے بالکل سامنے رضیہ کی
حویلی دیکھی میرا تصور رضیہ تک پہنچنے کے لئے بے تاب ہو گیا، وہ
میرے سامنے تھی شاید ابھی کچھ دیر پہلے نہا چکی تھی بالکل کسی تازہ کھلے
ہوئے چنبیلی کے پھولوں کی طرح لگ رہی تھی سفید چمبہ اور غرارے
میں اسے میں نے پہلی مرتبہ دیکھا تھا کالے کالے لانبے بال شانوں
پر دونوں طرف بکھرے ہوئے تھے جنھیں وہ ہاتھوں سے جھٹک رہی
تھی اور اس کا بچہ اس وقت خلافِ معمول قلقاریاں مار رہا تھا۔
میں یہ کہہ رہی تھی کہ.....رضیہ کے الفاظ اس کے منہ سے
نکلتے رہ گئے اس کی ماں زرینہ اچانک ہی کمرے میں داخل ہوئی تھی
آتے ہی بولی میری سمجھ میں نہیں آتا کہ تو ہمیشہ اکیلے میں کس سے

باتیں کرتی ہے یا تو، تو پاگل ہے یا میں میں نے کئی بار تجھے اس طرح بہکی بہکی باتیں کرتے سنا ہے۔

رضیہ جلدی سے بولی کچھ بھی تو نہیں امی میں تو منے سے باتیں کر رہی تھی آپ تو بات کا بتنگڑ بنا دیتی ہیں۔

یہ بات نہیں بیٹی اب تو پرائے گھر کی ہونے والی ہے میں آج بات کر کے آئی ہوں وہاں اگر تو نے اس طرح کی حرکتیں کیں تو لوگ طرح طرح کی باتیں بنائیں گے تو ویسے ہی بدنام ہے میں نہیں چاہتی لوگ تیرے جنم پر تھوکیں مجھے برا بھلا کہیں.....

زرینہ کی بات سن کر رضیہ کے ساتھ ساتھ میرے اور ہمزاد کے کان بھی کھڑے ہو گئے جو اس وقت کمرے ہی میں موجود تھا اور غالباً تصور سے وہاں پہنچنے سے پہلے رضیہ سے کچھ بات کر رہا تھا جس کا جواب رضیہ نے دینا چاہا ہو گا کہ اچانک زرینہ آ گئی اور بات ادھوری رہ گئی۔

امی کیا بات کر آئی ہیں آپ؟ اور کس سے؟ رضیہ نے پوچھا۔ ارے اور کس سے بات کر کے آتی تیرے ماموں کو منا کر آئی ہوں اور آج دوپہر کے بعد تو تیرے ابا بھی میرے ساتھ گئے تھے دیکھ اب ایک بات کان کھول کر سن لے میں جلد سے جلد تیرے ہاتھ پیلے کر دینے والی ہوں اب اختر سے ملنا جلنا قطعی بند اور..... مگر امی میں تو ان سے کبھی ملتی بھی.....

بس بس، رہنے دے میں بھی تیری ماں ہوں جو کہہ دیا ہے اس پر عمل کرنا دیکھ بیٹی! اسی میں عزت ہے وقار ہے ہم لوگ کوئی ایرے غیرے خاندان کے تو ہیں نہیں پتہ نہیں وہ کون سی گھڑی تھی جب وہ بلا تیرے پیچھے پڑ گئی اور اللہ واسطے اتنی بدنامی مل گئی اب بھی کچھ نہیں بگڑا وقت کے ساتھ ساتھ لوگ سب کچھ بھول جاتے ہیں زرینہ نے اٹھتے ہوئے کہا۔

ادھر زرینہ کمرے سے نکلی ادھر میں نے فوراً ہمزاد کو مخاطب کیا یہ سب کیا ہو رہا ہے تمام بنا بنایا کھیل بگڑ جائے گا۔

جو کچھ ہو رہا ہے ہونے دیجئے اس لئے کہ آج اختر کی زندگی کا آخری دن ہے ہمزاد نے کہا۔

تم کہاں چلے گئے؟ میری آواز سن رہے ہو؟ جواب کیوں نہیں دیتے یہ رضیہ کی آواز تھی جو میرے اور ہمزاد کے درمیان ہونے والی گفتگو سننے کی اہل نہیں تھی، وہ سمجھ رہی تھی کہ شاید ہمزاد کہیں جا چکا ہے میں نے ہمزاد سے کہا پہلے تو رضیہ سے بات کر لو پھر میں بات کروں گا۔

ہوں.....کیا بات ہے بولو! میں یہیں تمہارے پاس ہوں ہمزاد نے رضیہ کو مخاطب کیا۔

میں یہ کہہ رہی تھی کہ تمہاری باتیں سن کر میرا دل گھبرا رہا ہے میں یہ سب کچھ کیسے کروں گی، اگر میرے ہاتھ کانپ گئے تو؟ یا.....

اختر نے میرے ہاتھ سے خنجر چھین لیا تو.....تو کیا ہوگا.....

اگر کسی نے دیکھ لیا تو.....

میں نے دیکھا کہ بات کرتے کرتے رضیہ کی سانس پھول گئی وہ بری طرح خوفزدہ معلوم ہوتی تھی۔

میں تمہارے بالکل قریب رہوں گا، اگر تمہیں یہ خوف ہے کہ تم اچانک اس پر حملہ نہیں کر پاؤ گی تو اسکا بھی انتظام میں کر دوں گا اختر مرنے سے پہلے ذرا بھی جدو جہد نہ کر سکے گا، تم اسے پھول تو سنگھا ہی سکتی ہو نا۔؟ ہمزاد نے پوچھا۔

ہاں ہاں پھر؟.....رضیہ جلدی سے بولی۔

بس پھر ٹھیک ہے جب تم آج رات اختر کے ساتھ باغ میں جاؤ گی اور وہ پوری طرح بے خبر ہوگا اور میں دیکھوں گا کہ یہ موقع غنیمت ہے تو میں تم سے کہوں گا کہ اب پھول سنگھا دو تم تو واقف ہی ہو کہ میری

آواز صرف تم ہی سن سکتی ہو اور کوئی نہیں، پھول اور خنجر تمہیں پچھلی کھڑکی کے دائیں ہاتھ والے کنج میں پتوں کے نیچے چھپے ہوئے مل جائیں گے بس تمہیں یہ خیال رکھنا ہے کہ اختر کو اسی کنج میں لے جانا ہے احتیاطاً کچھ دیر بعد تم باغ میں جا کر وہ کنج دیکھ آنا کہ وہاں خنجر اور پھول کس جگہ رکھے ہیں تا کہ تمہیں عین وقت پر پریشانی نہ ہو ویسے میں تمہارے پاس موجود ہی ہوں گا..... ہاں یہ بتاؤ کہ ایسا تو نہیں کہ آج رات وہ نہ آئے؟

وہ ضرور آئے گا ضرور، رضیہ نے کھوئے کھوئے سے لہجے میں کہا۔

اچھا میں ابھی آیا، رضیہ سے یہ کہہ کر ہمزاد مجھ سے مخاطب ہوا کہئے سب کچھ ٹھیک ہے نا۔!

شام ہی سے سمجھا رہا ہوں یہ بات پہلے ہی سے میرے علم میں آ چکی تھی کہ زرینہ آج شام تمام معاملہ طے کر آئی ہے اسی لئے میں نے رضیہ کو

آج ہی تیار کرلیا دراصل اسے اس قدر جلدی کی توقع نہیں تھی پھر یہ کہ بہر حال وہ لڑکی ہے گھبرانا قدرتی بات ہے یہی کیا کم ہے کہ اتنے پر اسرار اور عجیب حالات میں وہ اپنے ہوش وحواس برقرار رکھے ہوئے ہے ورنہ کوئی اور لڑکی ہوتی تو اب تک بول جاتی۔

ہاں یہ بات تو ہے بس تم ذرا اس کی ہمت بندھاتے رہو میں نے کہا۔

کچھ دیر بعد آپ کے پاس پہنچ رہا ہوں تا کہ آپ کو لے کر یہاں پہنچ سکوں ہمزاد بولا۔

ہاں یہ تو میں بھول ہی گیا تھا کہ آج رات تو رضیہ کی حویلی میں میری موجودگی ضروری ہے ٹھیک ہے تم آجاؤ میں تمہارا منتظر ہوں۔

پھر ایک ایک لمحہ گنتے گنتے وہ وقت بھی آ گیا جب ایک طویل عرصے کے بعد میں فضاؤں میں تیر رہا تھا فضا میں تیرنے کا ایک الگ ہی لطف ہے جسے الفاظ میں بیان کرنا میرے لئے ممکن نہیں ہمزاد نے

مجھے چند ہی لمحوں میں رضیہ کے باغ میں پہنچا دیا یہ وہ باغ تھا جسے ایک مدت سے میں اپنے تصور کی قوت کے بل بوتے پر دیکھتا رہا تھا مجھے رضیہ کی حویلی اور پھر اس کے باغ میں پہنچ کر قطعی اجنبیت محسوس نہیں ہوئی مجھے ایسا لگا جیسے میں برسوں سے یہاں رہتا بستا ہوں میرا تصور یہاں کسی قسم کا خوف نہیں محسوس کر رہا تھا۔

نصف رات گزر چکی تھی ہمزاد کے کہنے کے مطابق اس وقت رضیہ اور اختر کو باغ کے اس مقررہ کنج میں ہونا چاہیے تھا جس کا انتخاب ہمزاد نے کیا تھا میرا سر ایک پیڑ کی دو شاخوں کے درمیان میں رکھ دیا گیا تھا ،اسی پیڑ کے بالکل برابر وہ کنج تھا میں نے اپنی سماعت کو اس طرف متوجہ کر دیا اور کچھ ہی دیر میں مجھے وہ جملے صاف سنائی دینے لگے جو اس سے پہلے دھیمے لگ رہے تھے رضیہ کہہ رہی تھی۔

یہ تم نے کیا کیا؟ خواہ مخواہ کباب میں ہڈی کیا ضرورت تھی کہ تم آج ہی

اس سے مجھے ملاتے کبھی اور بھی کسی وقت ملاقات ہو سکتی تھی۔

تم یہ الفاظ عابد کے لئے استعمال کر رہی ہو وہ عابد جو تمہاری پرستش کی حد تک عزت کرتا ہے تم بھی عجیب ہو ارے اگر وہ آجائے گا تم سے مل لے گا تو کیا قیامت آجائے گی تمہیں اس سے پہلے اس نے دیکھا تو ہے ہی یہ بھی نہیں کہ کوئی نئی بات ہو، تم بھی خواہ مخواہ روٹھ جاتی ہو، یہ آواز اختر کی تھی۔

میرا دماغ سنسنانے لگا۔ اگر دل ہوتا تو اس کی دھڑکنیں ضرور تیز ہو جاتیں مجھ پر گھبراہٹ سی طاری تھی یہ دھڑکا لگا ہوا تھا کہ میں اختر کا جسم حاصل کر سکوں گا یا نہیں.....دراصل میں رضیہ کی طرف سے مشتبہ تھا وہ اختر سے ایسے ہی والہانہ انداز میں ملتی تھی کہ اس کی سچی انسیت کا گمان ہوتا تھا چنانچہ اس وقت بھی مجھے یہ فکر ہوئی تھی کہ رضیہ عین وقت پر مجھے دغا دے کر اختر سے نہ مل جائے۔

وقت ضائع مت کرو رضیہ اسے زیادہ باتوں میں مت الجھاؤ ہمزاد نے سرگوشی کی جسے صرف میں اور رضیہ ہی سن سکتے تھے۔

بس وہ آتا ہی ہوگا۔ اختر نے رضیہ سے کہا۔ اور اس سے پہلے کہ وہ آ جائے اختر نے رضیہ کو اپنی بانہوں میں سمیٹ لیا فقرہ اس نے ادھورا ہی چھوڑ دیا تھا۔

☆☆☆

یہ منظر میرے لئے بڑا صبر آزما تھا رضیہ کو اختر کی آغوش میں دیکھ کر مجھ سے ضبط نہ ہوا آخر اب کس بات کا انتظار ہے میں نے ہمزاد سے کہا۔ اور ہمزاد نے میری بات کا جواب دینے کی بجائے رضیہ کو مخاطب کیا، .....رضیہ جلدی کرو ورنہ بنا بنایا کھیل بگڑ جائے گا۔

اس وقت رضیہ اختر کی کسی بات کا جواب دے رہی تھی کیا واقعی تم میرے لئے جان دے سکتے ہو؟ لیکن ابھی جو تم نے کہا کہ عابد .....رضیہ کچھ کہتے کہتے رکی شاید اس کا سبب یہ تھا کہ اس نے ہمزاد کا فقرہ سن لیا تھا اس کا دایاں ہاتھ آہستہ سے کنج کی طرف رینگ گیا دوسرے ہی لمحے اس کے ہاتھ میں ایک پھول تھا۔

یہ ہماری محبت کی آخری یادگار ہے رضیہ نے معنی خیز لہجے میں اختر سے کہا۔

آخری یادگار؟ آختر نے کچھ نہ سمجھتے ہوئے رضیہ کے ہاتھوں سے پھول لے لیا۔

سونگھ کر دیکھو کیسی مست کن خوشبو ہے.....رضیہ سچ بات کہہ گئی تھی۔

یہ عام گلابوں سے مختلف لگتا ہے مگر ہے خوبصورت اختر نے یہ کہتے

ہوئے ایک گہری سانس لی پھول اب اس کی ناک تک پہنچ چکا تھا مگر اس کی خوشبو بہت عجیب ہے رضیہ! یہ میرا سر کیوں چکرا رہا ہیں .....رضیہ.....یہ.....یہ پھول.....مجھے کیا ہو رہا ہے.....میں.....میں میں اس کے ساتھ ہی رضیہ کی طرف اٹھے ہوئے اختر کے ہاتھ ایک طرف گر گئے اور سر بھی ڈھلک گیا اسکا جسم کنج میں بے حس وحرکت پڑا تھا اور رضیہ کھوئی کھوئی سی آنکھوں سے اس کی طرف دیکھ رہی تھی

کیا یہ مر گیا؟ میں نے ہمزاد سے پوچھا۔

نہیں صرف بے ہوش ہوا ہے مگر اب کبھی ہوش میں نہیں آئے گا ہمزاد نے جواب دیا پھر رضیہ کو مخاطب کر کے بولا میری روح سخت مضطرب ہے اب دیر نہ کرو میں ہلکان ہو رہا ہوں۔

ہمزاد کی آواز میں ایک عجیب سی رقت طاری ہو گئی جس نے رضیہ کو

چونکا دیا، ہاں میں اپنا وعدہ پورا کروں گی تمہیں جسم مل جائے گا اختر کا جسم.....اس کے بعد رضیہ کا ہاتھ پھر ایک بار کنج کی طرف بڑھا اور اس بار اس کے ہاتھ میں خنجر تھا میں اپنی محبت کی خاطر اختر کا قتل کروں گی میں اختر کو قتل کروں گی رضیہ پر اس وقت جنونی سی کیفیت طاری تھی اچانک قریبی کنج میں کچھ کھٹک سی ہوئی جیسے کوئی دبے پاؤں گزر رہا ہو مگر میں نے اس پر کچھ دھیان نہ دیا اور نہ ہی رضیہ نے اس طرف توجہ کی میری تمام تر توجہ اس وقت اس پر مرکوز تھی رضیہ خنجر ہاتھ میں لئے نہ معلوم کس بات کی منتظر تھی مجھے یہ لمحے بہت گراں گزر رہے تھے نہ جانے کیسے رضیہ کی ہیجانی کیفیت ختم ہوگئی تھی میں نے دیکھا کہ اب اس کا ہاتھ نمایاں طور پر کانپ رہا ہے۔

شکار سامنے اور شکاری بے بس آخر رضیہ کو ہو کیا گیا ہے میں نے سوچا اور ہمزاد سے بولا کیا ہمارا سب کچھ کیا دھرا رہ جائے گا؟ کسی طرح

اسے راہ پر لاؤں۔

ہمزاد نے میری بات کا جواب دیا میں اپنی پوری کوشش کر رہا ہوں مگر آپ جانتے ہیں کہ وہ ایک لڑکی ہے اس کی یہ حالت قدرتی طور پر ہے ویسے اس وقت اس کا جذباتی ہونا بہت ضروری ہے ورنہ وہ کبھی قتل نہ کر پائے گی اور اس کے جذبات کو مزید حیرت انگیز کرنا آپ ہی کا کام ہے۔

میں نے ہمزاد کے مشورے پر فوراً عمل کیا اور با آواز بلند میں رضیہ کو مخاطب کیا رضیہ ان قیمتی لمحوں کو ضائع نہ کرو یہ لمحے پھر کبھی واپس نہیں آئیں گے، اگر تمہیں مجھ سے محبت نہیں تو اپنے بچے ہی کا خیال کرو دنیا ہماری منتظر ہے جہاں تم اور میں اپنے بچے کے ہمراہ ہمیشہ ہمیشہ کے لئے چلے جائیں گے اس ذلت اور رسوائی کی دنیا سے بہت دور بہت دور جہاں ہمیں روکنے والا کوئی نہ ہوگا، میں کہے جا رہا تھا میں

نے دیکھا کہ رضیہ کے چہرے کا رنگ بدلنے لگا ہے۔ میری باتوں کا اس پر خاصا اثر ہوا تھا۔

تم.....تم.....کیا تم سچ کہہ رہے ہو.....ہاں تم ٹھیک ہی کہتے ہو میں یہ دنیا چھوڑ دوں گی میں اختر کو قتل کر دوں گی میں اپنے بچے کا مستقبل تاریک نہیں کر سکتی نہیں نہیں، رضیہ واقعی جذباتی ہو گئی۔

تو پھر چلاؤ خنجر! انتظار کس بات کا ہے۔؟

اچانک جیسے رضیہ کے ہاتھوں میں بجلی کی سی تیزی آ گئی اس نے اختر کے گلے پر تیز خنجر پھیر دیا تھا گرم گرم خون کی دھار اختر کے گلے سے ابل کر رضیہ کے کپڑوں سے ٹکرائی۔

رکو مت، رکو مت رضیہ، میں نے رضیہ سے کہا اختر کا جسم اس وقت ایک مرتبہ زور سے تڑپا اور اس کے کٹے ہوئے گلے سے خرخر کی آوازیں نکلنے لگیں جیسے بکرے کو ذبح کرنے کے بعد اس کے گلے

سے نکلتی ہیں اختر کا آدھا گلا کٹ چکا تھا اور اسکا خون کنج کی ہری ہری گاس کو سرخ کر رہا تھا اسی وقت قریبی کنج سے ایک سایہ نکل کر بھاگا اور اندھیرے میں نہ جانے کدھر غائب ہو گیا یہ ایسا وقت نہیں تھا کہ میں اس طرف توجہ دے سکتا میں نے رضیہ کو پھر مخاطب کیا۔

اب کیا دیکھ رہی ہو؟ اس کی گردن اس کے جسم سے علیحدہ کر دو ورنہ کام ادھورا ہی رہے گا۔

میرے فوراً بعد ہی ہمزاد بولا۔ اور ہاں ذرا دیکھ کر چلانا گردن سیدھی ہی کٹے۔

لیکن میں نے دیکھا کہ نہ تو میری ہی بات کا رضیہ پر کوئی اثر ہوا اور نہ ہمزاد کے فقرے کا وہ ایک مرتبہ پھر ہاتھ میں خنجر لئے اٹھ کھڑی ہوئی تھی جیسے پتھر کی ہو گئی ہو۔

رضیہ۔

رضیہ۔

باری باری میں نے اور ہمزاد نے اسے کئی مرتبہ مخاطب کیا خود کو سنبھالو رضیہ! یہی تمہاری محبت کا امتحان کا وقت ہے.....ایک مرتبہ میں نے جب زور سے اس کا نام لے کر پکارا تو جیسے اس کا سکتہ ٹوٹ گیا ہو مگر ایک دم اس کے منہ سے چیخ نکل گئی جو رات کے وقت اور بھی تیز محسوس ہوئی تھی یقیناً اس کی چیخ اتنی ہی تیز تھی کہ آس پاس کے گھروں اور حویلیوں تک ضرور پہنچی ہوگی میرے اوسان خطا ہو گئے مگر ہمزاد ہمت نہ ہارا وہ برابر رضیہ کو اس بات پر اکساتا رہا کہ وہ اختر کا سر اس کے جسم سے علیحدہ کر دے آخر وہ اپنی کوشش میں کامیاب ہو گیا رضیہ کا ہاتھ اب تیزی سے اختر کی گردن پر چل رہا تھا جیسے ہی اختر کا سر کٹ گیا ہمزاد نے مجھ سے کہا۔

تکلیف تو بہت ہوگی لیکن وقتی طور پر مجھے امید ہے آپ برداشت کر

جائیں گے پھر مجھے محسوس ہوا کہ میرا سر ایک جھٹکے سے اپنی جگہ سے اٹھا اور نیچے کنج کی طرف بڑھنے لگا۔.....رضیہ نے جیسے ہی میرا کٹا ہوا سر دیکھا اسکے منہ سے پھر چیخ نکل گئی اب وہ بالکل پاگلوں کی طرح چیخ رہی تھی دیکھ لو میں نے اسے قتل کر دیا میں نے اختر کو قتل کر دیا میں نے قتل کر دیا، یہ کہتے کہتے وہ دھاریں مار مار کر رونے لگی اسی لمحے ایک جھٹکے کے ساتھ میرا کٹا ہوا سر اختر کی کٹی ہوئی گردن سے مس ہوا اور مجھے ایسا لگا جیسے کسی نے میری گردن کی ہڈی پر بھرپور ضرب لگائی ہو میرے منہ سے چیخ نکل گئی میں ہزار کوشش کے باوجود اپنی چیخوں پر قابو نہ پا سکا اس وقت میری وہی حالت تھی جیسی اس رات جب مجھے قتل کیا گیا تھا مجھے ایسا محسوس ہو رہا تھا جیسے میرے گلے پر کوئی خنجر چلا رہا ہو، ہمزاد میرے سامنے ہی کھڑا تھا اور اس کی حالت بھی تقریباً وہی تھی اس کے چہرے کا اتار چڑھاؤ بتا رہا تھا کہ وہ بھی اس وقت

سخت کرب واذیت میں مبتلا ہے۔

ایک دم تیز تیز سیٹیاں بجنے اور دوڑتے ہوئے لوگوں کے قدموں کی آوازیں سنائی دینے لگیں جو لمحہ بہ لمحہ قریب ہوتی جارہی تھیں ہمزاد نے فوراً کنج سے باہر نکل کر دیکھا پھر بغیر وقت ضائع کئے اس نے مجھے اٹھایا اور فضا میں بلند ہوتا چلا گیا رضیہ مجھے پکار رہی تھی سنو تو مجھے کہاں چھوڑے جارہے ہو۔ میں بھی تمہارے ساتھ چلوں گی تھوڑی دیر رک جاؤ ذرا منے کو اندر سے لے آؤں سنو! سنو!

مگر ہمزاد نے اس کی ایک نہ سنی میں نے فضا میں بلند ہوتے ہوئے وہ سب کچھ دیکھا جس نے ہمزاد کو ایک دم وہاں سے بھاگنے پر مجبور کر دیا تھا وہ تیز سیٹیاں پولیس والوں کی تھیں اگر ہمزاد چند لمحے بھی دیر کر دیتا تو پولیس مجھ تک پہنچنے میں کامیاب ہو جاتی چاندنی رات نے قدم قدم پر میری اور ہمزاد کی رہنمائی کی تھی اگر رات اندھیری ہوتی تو

پولیس اتنی دور سے نظر نہ آتی اور پھر جو کچھ ہوتا ظاہر ہے میرے حق میں بہتر نہیں تھا۔

میں ہمزاد کے ہمراہ فضا میں تیر رہا تھا، اور اب ہم شہر سے کافی دور نکل آئے تھے میری تکلیف ابھی تک بدستور تھی میں ہی جانتا ہوں کہ میں اس وقت کس طرح ضبط کئے ہوئے تھا۔

ہماری منزل کہاں ہے؟ میں نے رک رک کر بمشکل ہمزاد سے پوچھا۔

وہی پرانی خانقاہ!..... ہمیں وہاں پورے 21 دن بحفاظت گزارنے ہیں..... یہ سب کچھ میری اور آپ کی تکمیل کے لئے بے حد ضروری ہے اس وقت بھی میں سخت عذاب میں مبتلا ہوں یقین کیجئے اس وقت جو کرب آپ محسوس کر رہے ہیں اسی سے میں بھی گزر رہا ہوں اس لئے کہ میں آپ ہی کا تو جسم لطیف ہوں جب مادی جسم

جادوگرنی

ایک ایسے علاقے کے ہاسٹل کی کہانی جہاں پر باہر سے آکر کام کرنے والے افراد کو اس ہاسٹل میں رہنا پڑتا۔ جس کی مالک ایک جادوگرنی تھی۔ یہاں پر انہیں ہر طرح کی پابندی برداشت کرنی پڑتی۔ سونے جاگنے کھانے پینے کی پابندی جس کے لئے اس نے ایک پراسرار بلی رکھی ہوئی تھی۔ جو رات کو پہرہ دیتی۔

ابھی پڑھیے ''اردو رسالہ'' پر

اذیت میں مبتلا ہوتا ہے تو جسم لطیف پر بھی وہی کیفیت ہوتی ہے۔

نہ معلوم اس وقت کیوں مجھے ہمزاد پر کیوں بے انتہا رحم آیا وہ خواہ مخواہ میرے لئے عذاب میں مبتلا تھا۔

ہم بہت جلد اپنے مسکن پر پہنچ گئے ویران خانقاہ میں پہنچ کر ہمزاد نے نہ معلوم میری گردن کو کس نس کو چٹکی میں لے کر دباتے ہوئے کہا اب یہ بہت ضروری ہے کہ آپ سو جائیں اور آپ کو اگر نیند آ گئی تو میں بھی سو رہوں گا کچھ آرام بے حد ضروری ہے ورنہ کسی نقصان کا احتمال بھی ہو سکتا ہے اور.....اس کے بعد ہمزاد نے کیا کہا میں نہ سن سکا.....اس لئے کہ میرا ذہن تاریکیوں میں ڈوبنے لگا تھا۔...

کسی کے آہستہ آہستہ کراہنے کی آواز سے میری آنکھ کھل گئی میں نے اپنے چاروں طرف نگاہ دوڑائی میں نے دیکھا کہ ہمزاد آہستہ آہستہ اپنی گردن پر مساس کر رہا ہے اور کراہنے کی آواز بھی اسی کی تھی۔

کیوں کیا ہوا تمہیں؟ میں نے اس سے پوچھا.....

آپ کو تو میں نے سلا دیا لیکن میں پوری رات نہیں سو سکا آپ بھی کچھ دیر بعد یہی تکلیف محسوس کریں گے جس سے میں گزر رہا ہوں دراصل آپ کی اذیت میں نے اوڑھ لی ہے میں جانتا ہوں کہ آپ اتنی شدید تکلیف برداشت نہیں کر سکیں گے لیکن اس سے زیادہ میرے بس میں نہیں آپ کو بہر حال کچھ نہ کچھ تکلیف اٹھانی ہی پڑے گی، ہمزاد نے کہا اور کچھ دیر بعد واقعی میں ایک بار پھر اسی کیفیت سے گزرنے لگا جس سے رات کو دوچار ہوا تھا۔

میں یہ سب برداشت نہیں کر سکتا، میں بمشکل ہمزاد سے کہہ سکا، وہ مجھے طرح طرح سے بہلانے کی کوشش کر رہا تھا مجھے اپنی گردن اور اختر کے جسم کے درمیان ایک خلاء سی محسوس ہو رہی تھی ایک ایسی خلاء جس میں آگ ہی آگ بھری ہو اس آگ میں مجھے اپنا پورا جسم جھلستا

ہوا لگ رہا تھا میں نے اپنی توجہ بٹانے کے لئے کچھ اور سوچنا شروع کر دیا اور وہ سوچ سوائے رضیہ کے اور کیا ہو سکتی تھی ہمزاد نے مجھے بتایا کہ تمام قوتیں سلب ہو جانے کے باوجود اس میں اور مجھ ابھی ایک قوت ضرور برقرار تھی اور وہ تھی تصور کی قوت ذہن میں یہ خیال آتے ہی میں نے رضیہ کا تصور کیا میں یہ جاننے کے لئے مضطرب تھا کہ اس کے ساتھ کیا سلوک ہوا ہے کچھ دیر کے لئے میں اپنی تکلیف جیسے بھول ہی گیا تھا میری چشم تصور رضیہ کو ڈھونڈ رہی تھی اس وقت میری آنکھوں کے سامنے سے بدایوں کے گلی کوچے گزر رہے تھے یہ صبح کا وقت تھا لوگ دو دو چار چار ٹولیوں میں محلوں اور گلیوں میں محو گفتگو تھے میرا تصور کچھ دیر کے لئے یہاں ٹھہر گیا۔

آخر یہ لوگ کیا باتیں کر رہے ہیں؟ میں نے سوچا اب میں ان کی باتیں سن سکتا تھا، میں نے جو کچھ سنا اور دیکھا اس کا حاصل یہ تھا کہ

اختر کے قتل کی اطلاع تمام شہر میں پھیل چکی تھی اور لوگ آپس میں اس کے بارے میں باتیں کر رہے تھے جتنے منہ اتنی باتیں لوگ طرح طرح کی قیاس آرائیاں کر رہے تھے یہ سب کچھ شاید چند لمحوں میں میں نے دیکھ لیا اور سن لیا مجھے اب رضیہ کی تلاش تھی دوسرے ہی لمحے میرے تصور میں حوالات کی سلاخیں ابھریں اور ان کے پیچھے مجھے وہ چہرہ نظر آ گیا جس کی مجھے تلاش تھی یہ رضیہ تھی جو حوالات کے فرش پر سر جھکائے بیٹھی تھی اس کے بال بکھرے ہوئے لباس خون آلودہ اور چہرہ انتہائی مضمحل تھا ایک ہی رات میں جیسے وہ قطعی بدل کر رہ گئی تھی ایسا لگ رہا تھا جیسے اسکے جسم کا سارا خون کسی نے نچوڑ لیا ہو وہ بھیانک ہونے کی حد تک اُجڑی ہوئی لگ رہی تھی میرے دل میں اچانک یہ خیال آیا کہ اسے مخاطب کروں مگر کچھ سوچ کر رک گیا میں بغیر ہمزاد سے مشورہ لئے کچھ نہیں کرنا چاہتا تھا.....

آپ نے اسے دیکھا؟ اچانک ہمزاد کے مخاطب ہونے پر میرے تصور کا سلسلہ منقطع ہو گیا۔.....

ہاں۔ میرے منہ سے ایک سرد آہ نکلی .....آخر وہ میرے بارے میں کیا سوچتی ہو گی؟

یہی کہ آپ نے اسے دھوکا دیا مگر اس کا ضمیر بھی تو مجرم ہے اس نے بھی تو کسی کو دھوکا دیا ہے اور کسی دھوکے باز کو دھوکا دینا اتنا بڑا گناہ نہیں .....ہمزاد نے دلیل پیش کی۔.....

مگر نہیں میں ایسا نہیں سمجھتا، اس نے یہ سب کچھ میری محبت میں کیا وہ بے قصور ہے قطعی بے قصور اسے بہر حال اس مصیبت میں سے نکالنا ہمارا فرض ہے.....میں نے ہمزاد کی دلیل کو مسترد کرتے ہوئے کہا۔

لیکن ان حالات میں نہ صرف آپ بلکہ میں بھی مجبور ہوں ہم اس کے

لئے کچھ بھی نہیں کر سکتے ہمزاد بولا۔

یہ تو خیر تم ٹھیک کہتے ہو مگر کیا یہ مناسب نہیں ہوگا، کہ ہم رضیہ کو اس بات سے آگاہ کر دیں کہ وہ کسی طرح 21 دن کاٹ لے اس کے بعد ہم اسے بچا لیں گے۔

لیکن آپ اسے کہاں باندھے باندھے پھریں گے وہ ہمارے لئے عذاب بن جائے گی لڑکیوں کی آپ کے لئے کوئی کمی نہیں پھر کیا ضروری ہے کہ وہ رضیہ ہی ہو میرے خیال سے آپ اس کے سلسلے میں کچھ جذباتی ہو رہے ہیں ہمزاد نے کہا۔

نہیں ایسا نہیں بلکہ بات دراصل یہ ہے کہ اس سے پہلے خود میری رائے رضیہ کے بارے میں اچھی نہیں تھی اور میں اسکی طرف سے قطعی مطمئن نہیں تھا لیکن اب جب کہ وہ میرے لئے اتنی بڑی قربانی دیکر اپنی محبت کا عملی ثبوت فراہم کر چکی ہے اس کی طرف سے میرا دل

صاف ہو چکا ہے وہ یقیناً مجھے چاہتی ہے۔

بہر حال جو بھی ہے آپ کے سامنے ہے ہاں ایک بات بتایئے یہ 21 دن پورے کرنے کے بعد کیا آپ اسی شہر میں رہنا پسند کریں گے؟ ہمزاد نے بات کا رخ دوسری طرف موڑ دیا پھر کافی دیر میں اور ہمزاد مستقبل کے بارے میں پروگرام بناتے رہے مجھے مسلسل گفتگو میں الجھائے رکھنے سے مقصد ہمزاد کا یہ بھی تھا کہ میں کم سے کم تکلیف کی طرف توجہ دے سکوں میرا دھیان بٹا رہا اور اس دن وہ اس میں کامیاب بھی رہا۔ اس دن کئی مرتبہ اس نے میرے ذہن کو سکون بخشنے کے لئے مجھے مشورہ دیا کہ میں اپنے تصور کی قوت بروئے کار لاؤں اور وہ سب کچھ خود معلوم کرنے کی کوشش کروں جو رات کو ہمارے بعد رضیہ کی حویلی میں ہوا۔

میں نے لوگوں کی گفتگو سے جو کچھ سنا..... شہر کوتوال اور پولیس

کے دوسرے عملے کی باتوں سے جو نتیجہ اخذ کیا وہ یہ تھا کہ اختر کا کوئی دوست عابد جو اس کا راز دار تھا کل رات باغ میں موجود تھا عابد بدایوں ہی کا رہنے والا تھا مگر اپنے والد کی سرکاری ملازمت اور ان کے تبادلے کے بعد وہ مراد آباد چلا گیا تھا جن دنوں رضیہ اور اختر کا عشق زوروں پر تھا عابد مستقل طور پر بدایوں ہی میں تھا اختر کا دوست ہونے کے سبب وہ رضیہ سے بھی مل چکا تھا آج کل عابد بدایوں آیا ہوا تھا اور اختر ہی کے پاس ٹھہرا ہوا تھا اختر نے اسے تازہ حالات سے آگاہ کیا تو اس نے رضیہ سے ملنے کی خواہش ظاہر کی جسے اختر نے قبول کر لیا اور اسی سبب اس نے رضیہ سے بھی اس کے بارے میں بتایا عابد کو اختر کی ان باتوں پر یقین نہیں آ رہا تھا کہ رضیہ ایک بار پھر اس کا دم بھرنے لگی ہے اختر نے ثبوت کے طور پر اس سے کہا تھا کہ اگر عابد کو اس کا یقین نہیں تو آج رات خود برابر والے کنج میں چھپ

کران کی گفتگو سن لے اور جب اختر اسے بلائے وہ آجائے مگر عابد کا بیان ہے کہ جب اس نے اختر کے یہ الفاظ سنے کہ اس کا سر چکرا رہا ہے اور پھر رضیہ کو یہ کہتے سنا کہ میں اپنا وعدہ پورا کروں گی تمہیں جسم مل جائے گا.....اور میں اختر کو قتل کر دوں گی تو عابد گھبرا گیا اس نے سوچا کہ یہاں رضیہ اور اختر کے علاوہ بھی کچھ اور لوگ موجود ہیں جن سے رضیہ مخاطب ہے عابد فطرتاً ذرا بزدل واقع ہوا تھا اس نے لاکھ چاہا کہ اپنے کنج سے نکل کر دیکھے کہ کیا معاملہ ہے مگر اسکی ہمت نہ ہوئی اور ایک مرتبہ کوشش کرنے کے باوجود وہ کنج سے باہر نکلتے نکلتے ٹھٹک کر رک گیا مگر جب پانی سر سے اونچا ہو گیا اور اس نے پوری طرح دیکھ لیا کہ رضیہ نے اس کی آنکھوں کے سامنے اختر کے گلے پر خنجر پھیر دیا تو وہ ضبط نہ کر سکا اور تیزی کے ساتھ اپنے کنج سے نکل کر حویلی کے پچھلے دروازے سے تقریباً بھاگتا ہوا تھانے پہنچا اور پھر پولیس کے

ہمراہ باغ میں واپس آیا.....

رضیہ کی مسلسل چیخوں سے اس کی ماں زرینہ بھی جاگ گئی تھی مگر اس میں اتنی ہمت نہیں تھی کہ باہر نکل کر دیکھ سکے اس نے رضیہ کے باپ مرزا قدیر بیگ کو جگایا اور تقریباً پولیس کے ساتھ ساتھ یہ دونوں بھی باغ میں پہنچے اختر کے باپ جمشید علی پولیس کے موقع پر پہنچنے کے بعد باغ میں آئے تھے لیکن پولیس نے رضیہ تک پہنچنے سے قبل ہی میں اور ہمزاد وہاں سے فرار ہونے میں کامیاب ہو گئے تھے پولیس نے رنگے ہاتھوں رضیہ کو پکڑ لیا اختر کے قتل کا عینی شاہد عابد بھی اس وقت پولیس کے ساتھ موجود تھا پولیس نے باغ کے چپے چپے کو کھنگال ڈالا مگر وہ اختر کے سر کے علاوہ اس کا بقیہ جسم نہ پا سکے اختر کا کٹا ہوا سر انھیں کنج میں مل گیا تھا رضیہ نے دہشت زدہ ہو کر پولیس کے سامنے قبول کر لیا تھا جس پر کسی نے یقین کیا ہو یا نہ کیا ہو مگر شہر کو تو اس ضرور گھبرا گیا تھا،

اسکی سمجھ سے باہر تھا کہ یہ سب کچھ کیا ہو رہا ہے رضیہ نے میرا جو حلیہ بیان کیا تھا اس سے شہر کوتوال ہی کیا ہر وہ شخص جس نے مجھے دیکھا تھا یہی نتیجہ اخذ کرتا کہ وہ شیخ کرامت کے علاوہ اور کوئی نہیں ہو سکتا جب کہ وہ سب اس بات سے بھی آگاہ تھے کہ شیخ کرامت کو قتل ہوئے ایک عرصہ گزر چکا ہے اور اس کا سر پراسرار طور پر لاش سے غائب ہو گیا تھا شہر کوتوال نے لاکھ چاہا کہ یہ بات چھپی رہے کہ رضیہ نے پولیس کو کیا بیان دیا ہے مگر اس کے باوجود صبح ہوتے ہی تمام شہر میں یہ بات آگ کی طرح پھیل گئی لوگ یہ تمام باتیں سن کر حیرت زدہ بھی تھے اور خوفزدہ بھی رضیہ نے جو کچھ پولیس کو بتایا تھا وہ ان کے لئے بہت عجیب و غریب تھا رضیہ نے شروع سے اب تک میرے بارے میں سب کچھ بتا دیا تھا کہ کس طرح میری اور اس کی ملاقات ہوئی اور پھر میں نے اس سے کیا کہا پھر ایک طویل عرصہ کے بعد جب وہ

میرے بچے کی ماں بن گئی تو کس طرح میرا کٹا ہوا سر اس نے دیکھا اور میں نے کس طرح اسے اختر کے قتل پر آمادہ کیا وہ.....ہمزاد کے وجود سے تو بے خبر رہی تھی اس لئے اس نے پولیس کو یہی بتایا کہ وہ ہر وقت مجھ سے مخاطب رہتی تھی اور میں ہی اس کے پاس رہتا تھا اس بات کی گواہی رضیہ کی ماں نے بھی دی تھی کہ اس نے اکثر رضیہ کو تنہائی میں کسی سے باتیں کرتے سنا ہے جب کہ اس کا کمرہ قطعی خالی ہوتا تھا.....

رضیہ کے بیان کے بعد پولیس نے باغ سے وہ پھول اور خنجر بھی برآمد کر لئے تھے جن کے بارے میں رضیہ نے بتایا کہ وہ اسے اس نے دیئے تھے شہر کوتوال وہ خنجر دیکھ کر ایک دم چکرا گیا تھا خنجر کے پھل پر اس نے اپنا نام پڑھ لیا تھا ہمزاد نے وہ خنجر خود شہر کوتوال کے گھر سے حاصل کیا تھا اور اتفاق یہ کہ اس خنجر کے پھل پر شہر کوتوال کا نام کندہ

تھا وہ سخت الجھن میں مبتلا تھا کہ اس کا خنجر یہاں تک کیسے پہنچ گیا یہ تمام کیس اس کے لئے خطرناک تھا اسی لئے اس نے اپنی مدد اور مشورے کے لئے ایس پی کو بلاوا بھیجا.....ایس پی کے سامنے اس نے تمام واقعات تفصیل سے بیان کئے ایس پی کو بلانے سے ایک مقصد شاید اس کا یہ بھی تھا کہ ایس پی بھی میرے معتقدین میں سے ایک تھا ایس پی بھی تمام حالات تفصیل سے سن کر الجھ کر رہ گیا حالات اتنے عجیب اور پراسرار تھے کہ سوچتے سوچتے ان کے ذہن تھک گئے اختر کے بقیہ جسم غائب ہو جانا اور خود اختر کا رضیہ جیسی لڑکی کے ہاتھوں قتل اس بات کی کھلی شہادت ہے کہ رضیہ کا بیان قطعی درست ہے پھر شہر کوتوال کے خنجر کا آلہ قتل بننا ایک الگ الجھاوا تھا ان سب باتوں کی روشنی میں یہی نتیجہ اخذ کیا جا سکتا تھا کہ یقیناً کچھ پر اسرار قوتیں ان حالات کے پسِ پشت کام کر رہی ہیں لیکن یہ سب

کچھ جاننے کے باوجود دنیا کی کوئی عدالت ان باتوں کو ماننے کے لئے تیار نہ ہوتی اس بات سے شہر کوتوال اور ایس پی دونوں ہی واقف تھے اب یہ بات عام لوگوں تک بھی پہنچ چکی تھی کہ ان سب حالات کا ذمہ دار میں ہوں اس لئے کہ جو حلیہ رضیہ نے پولیس کو بتایا تھا وہ میرا تھا اور پولیس ہی کے کچھ عملے سے وہ بات عوام تک پہنچی تھی کہ رضیہ نے کیا بیان دیا ہے شہر کوتوال کے لئے اب یہ بھی مشکل ہو گیا تھا کہ وہ رپورٹ میں سے خنجر کے ذکر کو غائب کر دے اس لئے کہ خنجر کے بارے میں رضیہ کا بیان بھی تھا اور عابد نے بھی دیکھ لیا تھا پھر وہ اس بات سے بھی خوفزدہ تھا کہ جو پراسرار ہستی اس کے گھر سے خنجر غائب کرا کے رضیہ تک پہنچا سکتی ہے اسے بھی کسی مرحلے پر پھانس سکتی ہے اس لئے اس نے اپنی بہتری اسی میں سمجھی کہ وہ جو کچھ ہے اسے اسی طرح عدالت کے سامنے رکھ دے اور اپنی طرف سے نہ کچھ کم کرے

نہ بڑھائے رضیہ کے پاس خنجر کی موجودگی کے بارے میں وہ سوائے اپنی لاعلمی ظاہر کرنے کے اور کر بھی کیا سکتا تھا.....اس نے ایس پی سے یہی کہا کہ ان حالات میں اس کا ہر قدم انتہائی محتاط اٹھے گا اور وہ جو کچھ بھی سچ سچ ہے عدالت کے روبرو کہے گا اب یہ فیصلہ عدالت کرے گی کہ اختر کے قتل میں کس کا ہاتھ ہے۔

اختر کے والد جمشید علی اور رضیہ کے باپ مرزا قدیر بیگ کا بھی برا حال تھا جوان بیٹے کے پراسرار قتل نے جمشید علی کی کمر توڑ دی تھی اختر ان کا اکلوتا بیٹا تھا اور یہی حال کچھ قدیر بیگ کا تھا ان کی اکلوتی اولاد بھی رضیہ ہی تھی، دونوں گھروں میں صفِ ماتم بچھی ہوئی تھی اسی دن شام کو تھک ہار کر پولیس نے صرف اختر کا سر جمشید علی کے سپرد کر دیا اس کا جسم تلاش کرنے میں وہ ناکام ہو چکے تھے اختر کے سر کو سپرد خاک کر دیا گیا اختر کے جنازے میں پورا شہر جمع ہو گیا اور ہر شخص اپنی بساط بھر

قیاس آرائیاں کررہا تھا۔

لیکن ایک بات محسوس کئے بغیر میں نہ رہ سکا کہ لوگ یہ جانتے ہوئے بھی کہ ان حالات کے پیچھے میرا ہاتھ ہے مجھے برا بھلا کہنے سے گریز کررہے تھے کسی کی زبان سے میرے لئے کوئی نازیبا جملہ نہیں نکلا تھا وہ میرا نام زبان پر لانے کے بعد خوفزدہ ہوکر اس طرح ادھر اُدھر دیکھتے جیسے میں کہیں قریب ہی موجود ہوں اور کہیں مجھے ان کی کوئی بات گراں نہ گزرے جس کی انھیں سزا بھگتنی پڑے میں جانتا تھا کہ یہ سب کچھ کیوں ہے؟.....وہ سب کچھ جانتے بوجھتے بھی مجھے قصوروار کیوں نہیں ٹھہرا رہے تھے اور یہ کتنی عجیب بات تھی کہ واقعی میں ان کے اتنا ہی قریب تھا کہ ان کی ایک ایک بات سن سکتا تھا ان کی ایک ایک حرکت پر نظر رکھ سکتا تھا۔.....

شام کے بعد جب خاصی رات ہوگئی تو مجھے رضیہ کا خیال آیا میں نے

صبح سے اب تک اس کی خبر تو لی نہیں تھی میں نے ہمزاد سے پوچھا کیا میں یہاں رہ کر جس طرح تمہیں پہلے مخاطب کر سکتا تھا کیا رضیہ سے بھی اسی طرح بات کر سکتا ہوں صبح بھی میرے دل میں یہ خیال آیا تھا مگر میں نے بغیر تمہارے مشورے کے ایسا مناسب نہیں سمجھا۔.....

جی نہیں ایسا ممکن نہیں.....آپ فاصلے کے باوجود صرف مجھ سے بات کرنے کے اہل ہیں کسی اور سے نہیں اس لئے کہ میں تو خود آپ ہی کا جسم لطیف ہوں کسی دوسرے سے بات کرنا قطعی ناممکن ہے اگر ایسا ممکن ہوتا کہ آپ میرے علاوہ دور رہ کر بھی رضیہ کو مخاطب کر سکتے تو پہلے ہی میں رضیہ کے پاس کیوں رہتا یہ پراسرار قوت صرف دیکھنے اور سننے تک محدود ہے یا صرف مجھ سے بات کرنے تک جس کی وجہ میں بیان کر چکا ہوں کہ آپ صرف مجھے ہی فاصلے کے باوجود کیوں مخاطب کر سکتے ہیں۔

ہمزاد سے یہ سب کچھ جان کر مجھے سخت ملال ہوا اور بجھے ہوئے لہجے میں کہا تو کیا ایسی کوئی صورت نہیں کہ رضیہ کو کم از کم یہ تسلی ہی دے دی جائے کہ اسے بچا لیا جائے گا وہ یہ 21 دن کسی طرح گزار دے...

نہیں یہ بھی ناممکن ہے میں آپ کو پہلے ہی سب کچھ بتا چکا ہوں کہ ان 21 دنوں میں ہم کچھ بھی نہیں کر سکتے، ہمزاد بولا،

اور اگر اس عرصہ میں رضیہ کو پھانسی ہو گئی تو؟

مجبوری ہے۔ اب جو بھی ہو، لیکن میرا خیال ہے کہ اتنی جلدی یہ کیس نہیں نمٹے گا اس لئے کہ اسمیں بہت سے الجھاوے ہیں جو میں نے جان بوجھ کر پیدا کئے ہیں جو آپ کے علم میں بھی ہیں مثلاً شہر کوتوال کے خنجر والا معاملہ ایک طرح سے وہ بھی اس قتل میں ملوث نظر آتا ہے اس لئے کہ قتل اسی کے خنجر سے ہوا ہے۔

کیا یہ ممکن نہیں کہ کسی طرح شہر کوتوال کس اس چکر میں پھنسا دیا جائے

اور سارا الزام اس پر ڈال دیا جائے میں نے پوچھا۔

ممکن تو سب کچھ ہوسکتا ہے 21 دن سے پہلے کچھ بھی نہیں ہوسکتا

ہمزاد نے جواب دیا۔

اور یہ 21 دن کاٹنا میرے لئے سخت اذیت ناک ہیں، میں نے کہا

اب میرا ذہن تھکنے لگا تھا اور کچھ نیند بھی محسوس ہو رہی تھی بقیہ باتیں کل

صبح ہوں گی میں نے یہ کہہ کر آنکھیں موند لیں.....تکلیف اب

پہلے سے کچھ کم تھی وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ یا تو واقعی تکلیف میں

کمی ہو رہی تھی یا میں اتنے عرصہ میں کچھ عادی ہو گیا تھا بہر حال جو

حالت کل رات تھی آج نہیں تھی چنانچہ اس کی ضرورت پیش نہیں آئی

کہ ہمزاد کس طرح مجھے سلا دیتا، میں رضیہ ہی کے بارے میں سوچتے

سوچتے سو گیا۔

جس دن رضیہ عدالت میں پیش ہوئی میں سترہ دن پورے کر چکا تھا

اوراب مجھے پوری طرح ٹھیک ہونے میں صرف چاردن کی ضرورت تھی میرے علم میں سب کچھ تھا جوان سترہ دنوں میں ہوا تھا شہر کوتوال نے اس عرصہ میں ایس پی سے مل کر پورا کیس تیار کیا تھا.....قتل کا عینی شاہد موجود تھا اسکے علاوہ دیگر گواہوں میں رضیہ کی ماں زرینہ ،باپ مرزا قدیر بیگ،اوراختر کے والد جمشید علی تھے رضیہ کوعدالت میں پیش کیا گیا تو جیسے پوراشہر کچہری پرٹوٹ پڑا۔ ہر شخص اسے دیکھنے کا خواہشمند تھا لیکن کسی کی امید بر نہیں آئی سیشن جج نے کمرہ عدالت میں داخل ہونے کی اجازت صرف چند خاص لوگوں کودی تھی جن میں معززین شہر کے علاوہ صرف وہ لوگ تھے.....

جن کا کوئی نہ کوئی تعلق موجودہ کیس سے تھا وہ یا تو اختر کے رشتے دار تھے یا مرزقدیر بیگ کے جاننے والے تھے جو اس کے ساتھ آئے تھے جج ایک انگریز ایڈورڈ تھا مجھے اس کا پورا نام یاد نہیں رہا مقدمے کی

کارروائی شروع ہوئی اور لنچ ٹائم کے بعد تک جاری رہی۔

.....آئندہ تاریخ فیصلے کی تھی اس لئے کہ عدالت کی نظر میں کیس صاف تھا مجرمہ اقبال جرم کر چکی تھی جس وقت جج آئندہ تاریخ کا اعلان کرنے والا تھا میرا دل بری طرح دھڑک رہا تھا اور میں دل ہی دل میں دعا کر رہا تھا کہ تاریخ چار دن کے بعد پڑے تو بہت اچھا ہے تا کہ میں رضیہ کے لئے کچھ کر سکوں میری مراد بر آئی جج نے آئندہ ہفتے کی تاریخ دی تھی یعنی اب سے ٹھیک آٹھویں دن بعد میرا دل یہ جان کر بہت خوش تھا کہ رضیہ ہر طرح پھنس چکی ہے اور اب کوئی قانون اسے نہیں بچا سکتا مگر مجھے اپنے اور ہمزاد کے اوپر بھروسہ تھا کہ ہم اسے اس مصیبت سے نجات دلا یں گے.....

وہ چار دن کاٹنے میرے لئے عذاب بن گئے میں ایک ایک لمحہ گن رہا تھا خدا خدا کر کے وہ شام بھی آئی جب میں اس قابل ہوا کہ اپنے

پیروں پر کھڑا ہو سکوں مگر نہیں.....پیر میرے کب تھے یہ تو اس شخص کے تھے جس کے قتل میں رضیہ ملوث تھی میں اختر کے پیروں پر کھڑا تھا.....جسم میرے اپنے جسم سے زیادہ صحت مند اور خوبصورت تھا میں نے پہلی مرتبہ اس پر ہاتھ پھیر کر دیکھا اب بھی میرے ذہن کے کسی گوشے میں یہ خیال ضرور موجود تھا کہ یہ میرا اپنا جسم نہیں ہے میں نے ذہنی طور پر ابھی اس جسم کو قبول نہیں کیا تھا میں نے اپنی گردن پر ہاتھ پھیرا اور حیران رہ گیا وہاں مجھے کوئی ایسی نشانی نہیں ملی جس سے یہ پتہ چلتا کہ میری گردن کو کسی دوسرے جسم کے ساتھ جوڑا گیا ہے کھال ملائم اور چکنی تھی ہمزاد اس وقت بھی میرے پاس موجود تھا وہ میری حرکات کو بڑی محبت بھری نگاہ سے دیکھ رہا تھا، جیسے میری صحت یابی اور نئے جسم کا ملنا اس کے لئے بھی اتنی ہی مسرت کی بات ہو سب کچھ ٹھیک تھا سوائے ان کپڑوں کے جو میں پہنچے

ہوئے تھا ان پر ابھی تک خون کے دھبے موجود تھے میں نجانے کب تک اپنی اسی حالت میں رہتا کہ ہمزاد نے کہا۔

آپ کو نیا جسم مبارک ہو، آیئے ذرا باہر کھلی فضا میں چلیں ایسا لگتا ہے جیسے ہم صدیوں سے اس خانقاہ میں قید ہیں آنے والی صبح تک آپ قطعی اعتدال پر آ جائیں گے اب مجھے آپ کے کھانے وغیرہ اور کپڑوں کی فکر بھی کرنی پڑے گی۔

ہمزاد اور میں باتیں کرتے ہوئے اس شکستہ خانقاہ سے باہر آ گئے ہلکا ہلکا اندھیرا اطراف میں پھیلنے لگا تھا۔

کپڑے تو خیر میں آپ کے لئے اختر ہی کے لا دوں گا تا کہ آپ کے جسم پر بالکل ٹھیک آئیں.....رہا کھانے کا مسئلہ تو صبح دیکھا جائے گا.....آپ نہیں جانتے کہ کتنے بڑے تجربے سے گزرے ہیں کئی مرتبہ تو خود میں گھبرا گیا تھا حالات نے اتنی جلدی جلدی اور غیر

متوقع طور پر نئے نئے رخ اختیار کئے ہیں کہ اگر آپ کی جگہ کوئی دوسرا ہوتا تو جی چھوڑ جاتا مگر آپ نے ہمت نہیں ہاری۔اب آپ بالکل ایک عام آدمی کی طرح اعتدال پر ہیں اب آپ کو بھوک بھی لگنے لگی ہے اور پیاس بھی اب تک میں آپ کو سنبھالے ہوئے تھا.....

آپ کا اتنے دن ان خطرناک حالات میں زندہ رہنا جب کہ آپ اور میں تقریباً بے بس تھے کسی معجزے سے کم نہیں ہمزاد کہتا رہا

.....اب یہ بھی ضروری ہو گیا ہے کہ اس شہر کو چھوڑ دیا جائے یہاں سبھی آپ سے واقف ہیں سب جانتے ہیں کہ آپ قتل کئے جا چکے ہیں دوسرے ایک قتل کے سلسلے میں بھی آپ ملوث ہیں میرا مشورہ تو یہی ہے ویسے آپ کو اختیار ہے کہ اگر آپ کی مرضی اس شہر میں رہنے کی ہے تو یہ ضمانت میں لے سکتا ہوں کہ آپ پر کوئی ہاتھ نہیں ڈال سکے گا لوگ پہلے ہی آپ سے خوفزدہ ہیں اور جب وہ آپ کو

دوبارہ زندہ حالت میں دیکھیں گے تو کسی میں اتنی ہمت نہیں ہوگی کہ آپ کی طرف آنکھ اٹھا کر دیکھ سکے لیکن اس کے باوجود اگر کسی نے آپ کے حضور گستاخی کی وہ سخت سزا پائے گا۔

میں ہمزاد کی بات سن کر فکرمند ہو گیا.....سب کچھ خود میری نظر میں تھا بدایوں میں رہنا اپنے لئے نئی نئی مصیبتیں مول لینے کے مترادف تھا اور ان مشکلوں پر کسی طرح قابو بھی پا لیا جائے تو ہر وقت کسی بھی ناگہانی مصیبت کے لئے خود کو تیار رکھنا میرے بس سے باہر تھا خواہ مخواہ زندگی اجیرن ہو کر رہ جاتی، اسی لئے میں نے بہت سوچ سمجھ کر یہی فیصلہ کیا کہ یہ شہر چھوڑ دوں گا.....لیکن اس وقت تک نہیں جب تک رضیہ کو رہا نہ کرا لوں یہ مسئلہ میرے لئے ابھی باقی تھا اس کے علاوہ یہ بھی سوچنا تھا کہ یہاں سے اگر جایا بھی جائے تو کہاں جایا جائے یہی سوال میں نے ہمزاد سے کر دیا.....

میرا سوال سن کر وہ مسکرایا اور کچھ دیر بعد بولا میں پہلے ہی سمجھتا تھا کہ آپ کا فیصلہ کچھ مختلف نہ ہوگا میں نے یہی سوچا کہ یہ شہر چھوڑ دیا جائے اب مسئلہ یہ کس شہر میں جانا چاہیے یہ مجھ سے بہتر آپ جانتے ہیں اس لئے کہ میں سمجھتا ہوں کہ ابھی آپ اپنے قاتلوں کو نہیں بھولے ہوں گے۔

کیا مطلب۔ میں ہمزاد کے معنی خیز لہجے کو سن کر چونک پڑا کیا تمہاری مراد میرٹھ کے نواب صاحب کے غنڈوں سے ہے۔

جی ہاں ان سے انتقام ابھی باقی ہے.....ہمزاد نے سنجیدگی سے کہا۔

ہمزاد کی بات سن کر میرا خون کھولنے لگا.....میں اس عرصے میں اپنے قاتلوں کو قطعی بھول گیا تھا.....

یقیناً میں انھیں ایسی موت ماروں گا کہ ان کی روح بھی پناہ مانگیں گی

.....مجھے سب یاد ہے وہ ہولناک رات میں نہیں بھولا،
جب ان بزدلوں نے مجھے نہتے کو گھیر کر قتل کر دیا تھا ہم میرٹھ ہی چلیں گے لیکن اس سے پہلے ضروری ہے کہ رضیہ کی رہائی کا بندوبست کیا جائے۔

ہمزاد کے ساتھ انھیں باتوں میں رات ہوگئی وہ اسی رات جا کر نہ جانے کہاں سے بستر اور چارپائی اٹھالایا اس کے علاوہ وہ میرے لئے کپڑے لانا بھی نہیں بھولا تھا.....وہ اختر کے کپڑوں کے کئی جوڑے لے آیا تھا جو میں نے پہن کر دیکھے جسم تو ظاہر ہے اختر ہی کا تھا کپڑے بالکل ٹھیک تھے.....اس رات نہ جانے کتنی راتوں کے بعد میں ایک قدرتی نیند سویا.....

صبح اٹھا تو ہمزاد نے میرے غسل کا پورا سامان سجا رکھا تھا دو بڑی بالٹیوں میں پانی لوٹا وغیرہ سب کچھ تھا.....ایک طویل عرصے

کے بعد میں جی بھر کے نہایا، پھر کپڑے وغیرہ تبدیل کرنے کے بعد مجھے ایسا لگا کہ اب سے پہلے گزرنے والے دن مجھ پر نہیں کسی اور پر گزرے تھے وہ سب جیسے ایک بھیانک خواب تھا جس کا مجھ سے کوئی تعلق نہیں.....اس وقت میرے دل میں ایک عجیب سی خواہش نے جنم لیا۔

ہمزاد میں اپنی حویلی میں جانا چاہتا ہوں۔

لیکن ایسا کرنا خطرناک ہے وہاں آپ کی موجودگی راز نہیں رہ سکے گی میرا مشورہ ہے کہ جب تک آپ یہ شہر نہیں چھوڑتے اسی خانقاہ میں رہیں یہاں میں آپ کو کسی طرح کی پریشانی نہیں ہونے دوں گا آپ جو کہیں گے میں یہیں مہیا کر دوں گا۔

تم ٹھیک کہتے ہو مگر میرا ارادہ وہاں مستقل طور پر رہنے کا نہیں بس نہ معلوم کیوں جی چاہ رہا تھا میں نے کہا۔

آپ کا جو حکم، چلئے، ہمزاد تیار ہو گیا.....

چند ہی لمحوں بعد میں پاگلوں کی طرح اپنی حویلی کے ایک ایک کمرے میں چکراتا پھر رہا تھا نہ جانے کتنے دنوں بعد میں پیروں پر چل کر اپنے دربار سے گزر رہا تھا میرے اس احساس کو وہ لوگ اچھی طرح سمجھ سکتے ہیں جو ایک طویل عرصہ تک اپنے گھر سے دور رہنے کے بعد دوبارہ گھر آئے ہوں حالانکہ میرا یہاں آنا لاحاصل ہی تھا ان خالی در و بام میں کیا دھرا تھا مگر میرے ماضی سے ان کے رشتے ضرور تھے ماضی جسے میں چاہوں بھی تو نہیں بھلا سکتا میں اپنے حافظے سے ایک معمولی واقعہ بھی کھرچ کر نہیں پھینک سکتا تھا سرگزشت واقعی اتنی عجیب اور پر اسرار ہے کہ خود مجھے کبھی کبھی ایسا لگتا ہے جیسے یہ سب کچھ میرے ساتھ نہیں ہوا۔ اس حویلی میں جس میں اس وقت میں تھا میرا بچپن گزرا تھا یہیں پہلی مرتبہ میں نے خود کو نوجوان محسوس کیا تھا بلکہ جوان

ہونے کا ثبوت دیا تھا میں جب اپنے سونے کے کمرے میں پہنچا تو نہ جانے کتنے حسین چہرے میری آنکھوں کے سامنے گھوم گئے کیسے کیسے بدن تھے جو یہاں میرے پہلوں میں کسمائے تھے میری وحشت بڑھتی گئی میں پھر ایک مرتبہ حویلی کے مختلف کمروں کے چکر کاٹنے لگا یہاں محفلِ عام جمتی تھی یہاں میں قوالیاں کراتا تھا اور یہاں یہ اور وہاں وہ ہمزاد نے میری حالت کا اندازہ کرتے ہوئے واپس چلنے کو کہا حویلی سے خانقاہ پہنچنے کے بعد میرے جسم کی پیاس جگ چکی تھی میں نے ہمزاد سے کہا آج کی رات خالی نہیں جائے گی.....

رات تو آنے دیجئے.....ہمزاد نے جواب دیا.....آپ حیرت زدہ نہ رہ جائیں تو کہئے گا۔.....

اور واقعی ہمزاد نے مجھے جو کچھ کہا تھا ویسا ہی ہوا.....پہلے تو میں اسے پہچانا ہی نہیں.....میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ اتنے

تھوڑے سے دنوں میں اس کا یہ حال ہو جائے گا.....اس کے رخساروں کی ہڈیاں باہر آ گئی تھی چمکتی ہوئی آنکھیں اب بجھی بجھی سی تھیں وہ بالکل بدلی ہوئی تھی.....مجھے دیکھ کر اسے بھی جیسے سکتہ ہو گیا شاید اس کے وہم و گمان میں بھی نہیں تھا کہ میں اس سے مل جاؤں گا۔

رضیہ۔اے رضیہ۔.....میں نے اسے مخاطب کیا وہ جیسے نیند سے بیدار ہو گئی.....یہ تمہاری حالت کیا ہو گئی ہے کیا میں کوئی خواب دیکھ رہی ہوں؟ وہ پہلی مرتبہ بولی۔

نہیں یہ کوئی خواب نہیں حقیقت ہے تم میرے پاس ہو میری آغوش میں میں نے رضیہ کو اپنے سینے سے لگاتے ہوئے کہا۔

وہ میرے سینے سے لگتے ہی ایک دم پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی پھر ہچکیوں کے دوران بولی۔تم.....تم.....تم بے وفا ہو تم نے

مجھے بھلا دیا تھا تم خود غرض ہو.....نہ جانے وہ کیا کیا کہتی رہی اور میں اسے اپنے سینے سے لگائے اسے تسلیاں دیتا رہا.....پھر اچانک اس نے ایک ایسی اطلاع دی جس نے مجھے لرزا دیا۔

جانتے ہو وہ مر گیا.....

کون؟ میں نے پوچھا.....

ہمارا منا.....وہ بولی اور پھر رونے لگی.....

مجھے رضیہ سے یہ اطلاع سن کر سخت صدمہ ہوا میں اس تمام ہنگامے میں اس ننھے کو قطعی بھول گیا تھا جس پر مجھے کئی بار انتہا پیار آیا تھا اور مجھ میں خواہش جاگی تھی کہ کاش میں اسے اپنی گود میں لے سکتا پیار کر سکتا .....یہ خبر سن کر میری نفسانی خواہشات نہ جانے کہاں غائب ہو گئیں.....اسی وقت ہمزاد نے مجھ سے کہا۔

اسے صبح ہونے سے پہلے واپس بھی پہنچانا ہے اس لئے کہ جب تک

کیس کا قانونی طور پر اس کے حق میں فیصلہ نہ ہو جائے اس کا آزاد ہونا دشوار ہے میں اسے صرف آپ کے لئے جیل سے نکال کر لایا ہوں یا دوسری صورت یہ بھی ممکن ہے کہ اسے غائب ہی کر دیا جائے مگر اس صورت میں ہر وقت اسے ساتھ رکھنا آپ کے لئے بھی خطرناک ہو سکتا ہے اس لئے کہ جیل سے فرار ہونے کا الزام بھی اس کے سر آ جائے گا..... پولیس اس کی تلاش میں رہے گی۔

ہمزاد کی باتیں صرف میں ہی سن سکتا تھا، یہ ہمزاد کے لئے بہت معمولی سا کرشمہ تھا کہ وہ اپنی بات جسے سنانا چاہتا صرف وہی سنتا کوئی دوسرا نہیں حالانکہ ایک عرصہ تک وہ رضیہ سے ہمکلام رہ چکا تھا مگر اب رضیہ بھی اس کی بات سننے کی اہل نہیں تھی میں نے ہمزاد کی بات پر غور کیا وہ صحیح کہہ رہا تھا.....اس وقت رضیہ کو جیل سے فرار میرے لئے مسئلہ بن سکتا تھا.....

رضیہ کی ہچکیاں اب کسی قدر کم ہوگئی تھیں میں نے دانستہ بچے کے بارے میں مزید تفصیل سے اس وقت اجتناب کیا تا کہ بچے کے ذکر سے رضیہ کو تکلیف نہ ہو میں نے اس کے رخساروں سے آنسو صاف کر دیئے۔

تم واقعی شیخ کرامت ہو یا کوئی اور مجھے اس سے کوئی مطلب نہیں میں صرف اتنا جانتی ہوں کہ تم میرے ہو اور میرے لئے یہی جاننا کافی ہے میں نے تمہارے لئے تمام دنیا سے رشتہ منقطع کر دیا ہے لوگ کہتے ہیں کہ تم اس دنیا کے آدمی ہو اور بدایوں ہی کے رہنے والے ہو جو بھی ہو میں کچھ نہیں جانتی لیکن میں تم سے اتنا ضرور پوچھوں گی کہ تم نے مجھے دھوکا کیوں دیا۔؟ رضیہ کافی سنبھل چکی تھی۔

میرے لئے اب ضروری ہو گیا تھا کہ اس کے ذہن سے اپنے بارے میں شکوک وشبہات دور کر دوں اسی لئے میں نے اس سے کہا.....

رضیہ میں نے تمہیں کوئی دھوکا نہیں دیا اگر میرا مقصد تمہیں دھوکا دینا ہوتا تو اسوقت تم میرے پہلو میں نہ ہوتیں.....حالات کچھ اس طرح کے تھے کہ اختر کے جسم سے رابطہ پیدا کرنے کے لئے مجھے وقت چاہیے تھا جس کا علم مجھے پہلے سے نہیں تھا عین وقت پر مجھے معلوم ہوا کہ میں 21 دن تک قطعی عضو معطل ہو کے رہ جاؤں گا ورنہ تم ان حالات سے نہ گزرتیں میں نے تم سے اپنے بارے میں جو کچھ کہا تھا وہ حرف بہ حرف سچ ہے لوگ ایک بڑی غلط فہمی میں مبتلا ہیں ہوسکتا ہے کہ شیخ کرامت میرا ہمشکل ہو جس کی بنا پر سارے مفروضات لوگوں نے خود بخود گھڑ لئے تم بہت جلد خود دیکھو گی کہ میں نے جو کچھ تم سے کہا تھا اس میں کچھ بھی جھوٹ نہیں.....

میں اپنے الفاظ سے ایک مرتبہ پھر رضیہ کو دھوکا دے رہا تھا اس کے چہرے سے بے یقینی کی پرچھائیاں دور ہوتی جا رہی تھیں ایسا اس لئے

بھی ضروری تھا کہ مجھے اب واقعی رضیہ کے ساتھ دلی لگاؤ محسوس ہونے لگا تھا حالانکہ اس وقت رضیہ میں اتنی جسمانی کشش نہیں رہ گئی تھی جو کبھی تھی لیکن اس کی خود سپردگی کا والہانہ انداز اب بھی وہی تھا میں رضیہ کو سمجھا رہا تھا اگر میں واقعی تمہاری ہی دنیا کا کوئی فرد ہوتا تو تم خود سوچو کہ بغیر جسم کے اتنے دن زندہ کس طرح رہتا پھر اپنا کٹا ہوا سر کسی دوسرے جسم کے ساتھ کس طرح جوڑ لیتا اور سب سے آخر میں یہ کہ تم اس وقت میری آغوش میں کس طرح ہوتیں؟؟.....میں نے دیکھا کہ میرے دلائل سے اب وہ مطمئن ہو چکی ہے اور تمہیں ابھی تین دن جیل میں اور گزارنے پڑیں گے مجھے معلوم ہے کہ فیصلہ ہونے میں ابھی تین دن باقی ہیں میں چاہتا ہوں تمہیں قانونی طور پر با عزت بری کر دیا جائے اور تم دیکھو گی کہ ایسا ہو گا۔

سچ۔ وہ ایک دم خوش ہو کر مجھ سے لپٹ گئی۔

ہاں صبح ہونے سے پہلے تمہیں پھر جیل میں پہنچا دیا جائے گا یہ تین دن مصیبت کے اور کاٹ لو اور ہاں میں تم سے اب کچھ چھپانا نہیں چاہتا تمہارے رہا ہونے کے بعد میں کچھ دن کے لئے اپنی دنیا میں جاؤں گا وہاں سے واپسی پر تمہیں ساتھ لے کر ہمیشہ کے لئے ہم یہ دنیا چھوڑ دیں گے اس عرصہ میں تم اپنے گھر ہی رہو گی.....

لیکن کیوں؟.....مجھے بھی اپنے ساتھ کیوں نہیں لے جا رہے؟

بہت سی باتیں ہیں بہت سی مصلحتیں ہیں جن سے رفتہ رفتہ تم بھی آگاہ ہو جاؤ گی فی الحال جو میں تم سے کہہ رہا ہوں اس پر خاموشی سے عمل کرو یہی میرے اور تمہارے لئے بہتر ہے تم نے حالات سے گھبرا کر اب تک میرے بارے میں پولیس کو جو کچھ بتایا ہے میں جانتا ہوں کہ اس میں تمہارا کوئی قصور نہیں تمہاری جگہ کوئی بھی لڑکی ہوتی تو وہ ایسا ہی کرتی اتنے غیر متوقع اور عجیب تھے مجھے اس سلسلے میں تم سے کوئی شکوہ

نہیں ہے لیکن اب آئندہ تم میرے بارے میں کسی سے کچھ نہیں کہو گی.....

میری بات سن کر رضیہ نے اثبات میں سر ہلایا اور کچھ دیر خاموش رہ کر بولی، تم کتنے دن بعد واپس آؤ گے۔؟

پہلے سے کچھ کہنا میرے بس میں نہیں لیکن میں جلد سے جلد تم تک پہنچنے کی کوشش کروں گا اور سنو یہ رات آخری نہیں میں جانے سے پہلے تم سے مل کر جاؤں گا.....خیر ان باتوں کو چھوڑو دیکھو رات دبے پاؤں گزر رہی ہے اور یہ رات بہت دن بعد آئی ہے ایک طویل اور تھکاوٹ والے انتظار کے بعد.....

رضیہ میرا اشارہ سمجھ کر اور بھی سمٹ گئی۔

جب ہلکا ہلکا اُجالا ہوا۔

تو میں نے رضیہ سے جدا ہوا رات ہی میں نے غسل کے لئے پانی

منگوا کر رکھ لیا تھا میں خانقاہ کے ایک حصے میں جا کر نہایا اور کپڑے تبدیل کر کے میں نے ہمزاد کو طلب کیا.....

آپ نے بہت دیر کر دی دیکھئے بالکل صبح ہونے والی ہے بہر حال میں کوشش کروں گا کہ رضیہ پر کچھ شبہہ نہ کیا جائے اور جس طرح خاموشی سے میں سے لایا تھا اسی طرح واپس پہنچا دوں.....

ہمزاد رضیہ کو لے کر چلا گیا اور میں رات بھر جاگنے کے سبب فوراً ہی سو گیا.....

اس رات کے بعد احتیاطاً میں نے رضیہ کو نہیں بلایا اور بقیہ دو راتیں میری آغوش خالی رہی میں نے مصلحتاً بھی ایسا کیا تھا تا کہ کوئی نیا ہنگامہ نہ کھڑا ہو جائے.....اب میں جو بھی کرنا چاہتا تھا میرٹھ پہنچ کر ہی کرنا چاہتا تھا.....دوسرے جذبہ انتقام مجھے مجبور کر رہا تھا کہ میں جلد سے جلد میرٹھ پہنچ کر اپنے قاتلوں کو مزا چکھاؤں۔

نواب صاحب کے غنڈوں کو میں ابھی بھولا نہیں تھا اور نہ خود نواب صاحب کو جن کے سبب مجھے اتنے بڑے عذاب سے گزرنا پڑا تھا پھر نواب صاحب کا طبیب خاص بھی میری نظر میں تھا جس نے نرگس کے ذریعے مجھے دھوکا دیکر معلوم کرلیا تھا کہ میں کس شہر کا ہوں۔ یہ سارے قرض مجھے بیان کرنے تھے،.....وہ تین دن انھیں حالات کو سوچتے ہوئے گزر گئے تین دن سے پہلے میں بدایوں نہیں چھوڑ سکتا تھا اس لئے کہ رضیہ کا معاملہ ابھی بیچ ہی میں لٹکا ہوا تھا ہمزاد نے مجھے بتایا تھا کہ شہر میں لوگ یہی سوچ رہے ہیں کہ رضیہ کو عمر قید ہو جائے گی میں نے ہمزاد سے گفتگو کی رضیہ کے لئے جو کچھ سوچا تھا وہ بالکل قرین قیاس اور ممکن تھا رضیہ اس طرح صاف بچ سکتی تھی۔

جس دن رضیہ کے مقدمے کا فیصلہ سنایا جانے والا تھا ہمزاد میرے حکم پر صبح ہی کچہری پہنچ گیا آج بھی تمام شہر اختر کے قتل کا فیصلہ سننے ٹوٹ

پڑا تھا حالانکہ ان سب کو یقین تھا کہ رضیہ عمر قید سے نہیں بچ سکتی اور فیصلہ یہی سنایا جائے گا مگر ہر شخص مضطرب تھا۔

مقدمہ پیش ہوا۔ مگر وکیل صفائی کی کمزور جرح مشکل سے پانچ منٹ بھی نہ چلی جج ایڈورڈ نے فیصلہ لکھنے کے لئے قلم اٹھایا میں یہ سب کچھ خانقاہ میں آنکھیں بند کیے دیکھ رہا تھا اچانک جج کی کرسی کے پیچھے مجھے ہمزاد نظر آیا میں سمجھ گیا کہ اب کیا ہونے والا ہے شاید جج بھی فیصلہ لکھنے کے لئے قلم اٹھانے سے پہلے ناواقف تھا کہ اس کا قلم کیا فیصلہ لکھے گا جج پر ہمزاد پوری طرح مسلط ہو چکا تھا جج فیصلہ لکھ کر جب با آواز بلند پڑھنے لگا تو اچانک اس کی آواز بے جان سی ہونے لگی وہ لمحے کے لئے رکا اور پانی مانگا، اسے فوراً پانی پیش کیا گیا جج اپنے فیصلے پر خود حیران تھا اور اب آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر سامنے رکھے ہوئے کاغذ کو گھور رہا تھا ساری عدالت میں سناٹا تھا لوگوں نے جو کچھ اب تک سنا

تھا وہ ان کے لئے انتہائی غیر متوقع اور حیرت میں ڈال دینے والا تھا
وہ پورا فیصلہ سننے کے منتظر تھے جج ایڈورڈ اپنی پیشانی رگڑ رہا تھا ایک
مرتبہ اس نے کرسی سے اٹھنا چاہا مگر لوگوں نے دیکھا کہ ایک جھٹکے کے
ساتھ وہ پھر کرسی پر بیٹھ گیا وہ عدالت برخواست کرنا چاہتا تھا مگر ایسا
نہیں کر سکا اس کی زبان بھی اب اس کے قابو میں نہیں تھی اس نے کچھ
کہنا چاہا مگر لوگوں کو کچھ سنائی نہ دیا، جج پسینے میں شرابور ہو گیا لوگوں کو
جیسے سکتہ سا ہو گیا تھا ان کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ جج کو کیا ہو گیا جج
نے ایک دم گھبرا کر جلدی سے سامنے رکھا ہوا کاغذ اٹھایا اور پھر شروع
سے بلند آواز پڑھنے لگا اب لوگ اس کی آواز سن رہے تھے جج نے
فیصلہ سنایا اور عدالت برخواست کر دی اور فوراً اپنی کرسی سے اٹھ کر
اپنے چیمبر کی طرف بڑھنے لگا اس کے قدم واضح طور پر ڈگمگا رہے
تھے ایک اردلی نے آگے بڑھ کر اسے سہارا دیا۔.....

جج کے کرسی سے اٹھتے ہی عدالت کا کمرہ جیسے مچھلی بازار بن گیا ہر شخص جج کے فیصلے پر الجھ رہا تھا جج نے رضیہ کو باعزت بری کر دیا تھا اس کی دلیل اس نے یہ دی تھی کہ رضیہ کا ذہنی توازن ٹھیک نہیں ہے جو اس کے بیان سے ظاہر ہے اور اختر کا قتل بھی اسی کا نتیجہ ہے۔

فیصلہ مختصر ہونے کے باوجود جامع تھا اس فیصلہ پر مرزا قدیر بیگ ہی نہیں بلکہ جمشید علی بھی خوش تھے اور یہ ان کی اعلیٰ ظرفی ہی تھی کہ وہ اپنے بیٹے کی قاتلہ کے باعزت بری ہو جانے پر بھی خدا کا شکر ادا کر رہے تھے رضیہ بہر حال ان کی بھانجی تھی، بیٹے کا غم تو جھیل ہی چکے تھے اور بہن کی بیٹی کی موت وہ کس طرح برداشت کرتے فیصلہ سننے کے بعد مرزا قدیر بیگ اور جمشید علی گلے لگ کر رونے لگے قدیر بیگ بھی اختر کے قتل پر بہت غمزدہ تھے سارا شہر اس غیر متوقع فیصلے کو سن کر ششدر رہ گیا تھا، انھیں اس فیصلے کے پیچھے بھی شیخ کرامت کی کوئی

کرامت نظر آ رہی تھی.....

رضیہ اپنے باپ مرزا قدیر بیگ کے ساتھ اپنے گھر چلی گئی۔

.....میرے ذہن سے ایک بڑا بوجھ ہلکا ہو گیا تھا ہمزاد نے واقعی بہت بڑا کام کیا تھا.....دوپہر کے بعد جب وہ واپس لوٹا تو میں نے اسے بہت شاباش دی.....

اب کیا ارادہ ہے؟ یہ کام تو ہو گیا میرا خیال ہے کہ آج ہی کیوں نہ میرٹھ چلا جائے لگے ہاتھوں نواب کے غنڈوں سے بھی نمٹ لیا جائے ،ہمزاد بولا۔

بس آج کی رات میں شہر میں اور رہنا چاہتا ہوں کیا تم جانتے ہو کہ میں یہ رات کہاں گزارنا چاہتا ہوں؟ میں نے ہمزاد سے پوچھا۔رضیہ کی حویلی.....کہیے کیا میں غلط کہہ رہا ہوں۔

تم نے ٹھیک کہا ہے۔.....دراصل میں نے اس سے وعدہ کیا

تھا کہ بدایوں چھوڑنے سے قبل ایک مرتبہ پھر اس سے ملوں گا.....

میں نے کہا۔

آدھی رات گزرنے سے کچھ دیر پہلے ہمزاد مجھے لے کر شہر کی طرف روانہ ہو گیا اس نے مجھے رضیہ کی حویلی کی چھت پر اتار دیا میں اندھیرے میں ہمزاد کی رہنمائی میں نیچے جانے والے زینے کی طرف بڑھا.....نیچے پہنچ کر میں نے دیکھا کہ رضیہ کا کمرہ اندر سے بند ہے میں نے بہت آہستہ سے دستک دی مگر کوئی جواب نہ ملا مجبوراً مجھے پھر چھت پر آنا پڑا اور ہاں سے پشت کی طرف باغ میں اتر کے اس کھڑکی تک پہنچ گیا جو اکثر کھلی رہتی تھی مگر آج خلافِ معمول وہ بھی بند تھی میں نے کھڑکی پر دباؤ ڈالا تو وہ اندر کی طرف کھل گئی اندر سے بند نہیں کی گئی تھی میں کھڑکی پر چڑھ کر اندر کمرے میں آہستگی کے ساتھ کود گیا اور پھر جیسے ہی رضیہ کی مسہری کی طرف بڑھا ایک دم کسی کی گھٹی

گھٹی چیخ نکل گئی.....

چور.....چور.....چور.....چور.....وہ

بری طرح چیخے جارہی تھی میں نے جلدی سے آگے بڑھ کر اس کے منہ پر ہاتھ رکھ دیا میں اس کی آواز سے پہچان چکا تھا کہ یہ رضیہ کی ماں زرینہ ہے رضیہ بھی ایک دم اپنی ماں کی چیخ سن کر ایک دم اٹھ بیٹھی تھی اور حیرت سے اس تمام منظر کو دیکھنے لگی کمرے میں ہلکی بہت ہی ہلکی لالٹین کی روشنی پھیلی ہوئی تھی اس سے پہلے کہ صورت حال مزید بگڑتی، میں نے ہمزاد کو طلب کر لیا اور نہ معلوم اس نے کیا کیا کہ زرینہ ایک دم میرے ہاتھوں میں جھول گئی.....

جلدی سے رضیہ اٹھی اور اس نے لالٹین کی لو اونچی کر دی میں جھنجھلا گیا .....یہ کیا حماقت تھی، جب تمہیں معلوم تھا کہ آج رات میں آنے والا ہوں تو تمہیں الگ سونا چاہیے تھا اپنی ماں کو دوسرے

کمرے میں سلانا چاہیے تھا.....

رضیہ میرا غصہ دیکھ کر سہم گئی پھر اس نے اپنی ماں کی طرف دیکھا

.....انھیں کیا ہو گیا.....یہ کیا کر دیا تم نے.....؟

رضیہ نے رقت بھرے لہجے میں پوچھا.....

یہ صرف بے ہوش ہوئی ہیں صبح تک ہوش میں آ جائیں گی مگر تم نے

میرے سوال کا جواب نہیں دیا.....میں نے برہمی سے

کہا.....

امی خود ضد کر کے میرے پاس سو گئی تھی ورنہ تم تو جانتے ہو کہ ان کا کمرہ

الگ ہے اور.....رضیہ ابھی اتنا ہی کہہ پائی تھی کہ کمرے کا

دروازہ زور زور سے پیٹا جانے لگا.....رضیہ! رضیہ! کیا ہوا

میری بیٹی!.....دروازہ کھولو.....یہ آواز مرزا قدیر

بیگ کی تھی۔

یہ ایک نئی مصیبت تھی یقیناً قدیر بیگ نے زرینہ کی چیخ سن تھی میں نے آہستہ سے رضیہ کے کان کے قریب منہ لے جا کر کچھ کہا اور رضیہ کی مسہری کے نیچے گھس گیا، رضیہ نے دروازہ کھول دیا میں نے رضیہ کی مسہری کے نیچے پڑے پڑے آنکھیں بند کر کے اپنے تصور کی قوت کو جگایا اب میرے سامنے رضیہ کا پورا کمرہ تھا.....مرزا قدیر بیگ گھبرائے ہوئے کمرے میں داخل ہوئے۔

وہ چیخ کس کی تھی.....کیا ہوا تھا تمہیں؟ میں نے محسوس کیا کہ دوری کے سبب قدیر بیگ یہ تمیز نہیں کر پائے کہ چیخ رضیہ کی تھی یا زرینہ کی تھی۔

نہیں تو ابو.....یہاں تو کچھ بھی نہیں.....دیکھئے امی بھی آرام سے سو رہی ہیں.....میری آنکھ تو آپ کے دروازہ پیٹنے سے کھلی ہے۔

نہ معلوم مجھے کیا ہو گیا ہے.....قدیر بیگ بڑبڑاتا ہوا واپس چلا گیا اور کہہ گیا۔تم سو جاؤ.....تم سو جاؤ.....

رضیہ نے فوراً آگے بڑھ کر دروازہ بند کر دیا.....جب قدیر بیگ کے قدموں کی چاپ کہیں دور جا کر معدوم ہو گئی تو میں مسہری کے نیچے سے نکلا اور رضیہ سے بولا.....یہ سب تمہاری حماقت کا نتیجہ ہے بہر حال جو ہوا اس پر خاک ڈالو.....میں آج تمہاری دنیا چھوڑ کر جا رہا ہوں میں نے تم سے وعدہ کیا تھا کہ جانے سے پہلے تم سے ضرور ملوں گا دیکھ لو میں آ گیا.....یہ کہہ کر میں نے رضیہ کو اپنی طرف کھینچ لیا وہ مسہری کے سرہانے کھڑی تھی.....وہ اپنی ماں کی طرف دیکھ کر کسمسائی.....

وہ صبح سے پہلے نہیں جاگیں گی.....کیا خیال ہے یہ مسہری کچھ دیر کے لئے خالی کر لی جائے.....

اور امی.....رضیہ نے پوچھا۔؟

وہ کچھ دیر نیچے بستر پر لٹا دی جائیں گی اور ہاں سنو! صبح جب یہ جاگ کر اٹھیں تو تم ان سے یہی کہنا کہ رات کچھ بھی نہیں ہوا، وہ تم سے کچھ بھی کہیں مگر تم یہی کہو گی کہ انہوں نے کوئی ڈراؤنا خواب دیکھا ہو گا، سمجھ گئیں.....

رضیہ نے اثبات میں سر ہلایا پھر میرے حکم پر ہمزاد نے زرینہ کو مسہری سے اٹھا کر نیچے دری بچھا کر لٹا دیا رضیہ حیرت سے اپنی ماں کی طرف دیکھ رہی تھی مسہر سے اٹھ کر نیچے بچھی ہوئی دری پر دراز ہوتے ہوئے تک دیکھتی رہی اسے ہمزاد نظر نہیں آ رہا تھا صرف مجھے دکھائی دے رہا تھا کہ ہمزاد نے زرینہ کو مسہری سے اٹھا کر نیچے فرش پر لٹا دیا ہے

.....جب رضیہ نے مجھے کسی ان دیکھے وجود کو مخاطب کرتے ہوئے دیکھا تو حیرت زدہ رہ گئی اور اس وقت کچھ بھی نہ بولی تھی کہ اپنی

ماں کے جسم کو اس طرح فضا میں بلند ہوتے دیکھ کر اور پھر نیچے فرش پر لیٹتے دیکھنے کے بعد وہ ضبط نہ کر سکی.....

یہ.....یہ.....یہ کیا ہے.....تم.....تم کس سے بات کر رہے تھے.....ابھی تم نے کسے حکم دیا تھا.....

ان سب باتوں میں نہ پڑو.....تم تو جانتی ہو کہ میں اپنی دنیا کا بے تاج بادشاہ ہوں میرے کچھ خادمین ہر وقت میرے حضور ہر کام بجالانے کے لئے موجود رہتے ہیں، آؤ یہ حسین رات ان بیکار باتوں میں ضائع نہ کرو، میں نے یہ کہہ کر رضیہ کا ہاتھ پکڑا۔

.....لیکن اس سے پہلے کہ۔ میں کھو جاتا میں نے ہمزاد کو طلب کیا اور اسے حکم دیا کہ باغ میں کہیں نہ کہیں سے پانی لا کر رکھے تا کہ میں فوری طور پر غسل کر سکوں.....

آپ کو اسی کمرے کی کھڑکی کے نیچے دو بالٹی پانی بھرا ہوا مل جائے گا

آپ مطمئن رہیں آپ آرام سے باغ میں غسل کر سکتے ہیں مگر یہ خیال رہے کہ بالکل صبح نہ ہو جائے.....ہمزاد یہ کہہ کر مجھ سے رخصت ہو گیا۔

رضیہ صرف میرا حکم سن سکی تھی ہمزاد کی بات اس نے نہیں سنی تھی۔

تم نے مجھے بڑے عجیب حالات سے دو چار کر دیا ہے یقین کرو کہ اب میرے قریبی عزیز بھی مجھ سے خوف زدہ رہنے لگے ہیں آج دن بھر کوئی میرے قریب نہیں آیا، وہ نہ معلوم مجھے کیا سمجھتے ہیں رضیہ میرے سینے سے لگی ہوئی بولی.....

ایسا ہونا قدرتی چیز ہے تم نے پولیس کے سامنے جو بیانات دیئے پھر اس سے پہلے تم نے قتل کیا سب سے تعجب خیز بات یہ کہ تم باعزت بری کر دی گئیں ان حالات میں لوگ سب کچھ سوچنے پر مجبور ہیں کہ تمہارے ساتھ یقیناً کچھ پراسرار اور نادیدہ قوتیں ہیں جنھیں سمجھنا ان

کے بس میں نہیں اور تم خود بھی تو کتنی پراسرار ہو ہر بار تمہارا قرب ایک نیا پردہ اٹھاتا ہے۔

رضیہ میری بات سن کر شرما گئی، لالٹین کی مدہم روشنی میں میں نے دیکھا کہ اسکا چہرہ سرخ ہو گیا.....اب رضیہ تین دن پہلے والی رضیہ نہ تھی.....ان تین ہی دنوں میں اس نے حیرت انگیز طور پر سنبھال لیا تھا، میں صبح ہونے سے کچھ دیر پہلے ہی اٹھ گیا.....

میں نے رضیہ کو آخری بار گلے لگایا اور بہت جلد لوٹنے کا وعدہ کر کے اس سے رخصت ہو گیا.....میں نے دیکھا کہ آنسوؤں کے بوجھ سے اس کی پلکیں بوجھل تھیں۔

میں کھڑکی ہی کے راستے نیچے باغ میں اتر گیا.....میرے حکم کے مطابق کھڑکی کے نیچے ایک طرف دو بالٹیاں پانی سے لبالب بھری ہوئی تھیں میں انھیں اٹھا کر اندر گھنے درختوں کے درمیان لے گیا،

کپڑے اتارے اور جلدی جلدی غسل سے فارغ ہو کر میں نے ہمزاد کو طلب کیا.....جب میری نظر سامنے رضیہ کے کمرے کی کھڑکی پر پڑی تو دیکھا کہ وہ ابھی تک کھڑکی میں کھڑی تھی لیکن میں نے دوبارہ اس سے ملنا مناسب نہیں سمجھا اور چپ چاپ ہمزاد کو ساتھ لے کر ویران خانقاہ کی طرف روانہ ہو گیا.....رات بھر کی تھکن کے بعد میرا سونا بہت ضروری تھا.....اور خانقاہ سے بہتر پناہ گاہ کہاں ہو سکتی تھی.....میں خانقاہ میں پہنچتے ہی بستر پر گر گیا اور بہت جلد بے خبر ہو گیا.....

﴿جاری ہے﴾

(قسط نمبر ۳)
ہمزاد
(شمیم نوید)
www.urdurasala.com

میری آنکھ کھلی تو شام قریب تھی۔ میں جلدی جلدی ہاتھ منہ دھو کر فارغ ہوا اور ہمزاد کو طلب کیا.....

حکم!.....اس نے کہا۔

میں چاہتا ہوں کہ رات ہونے سے پہلے میرٹھ پہنچ جائیں۔

.....تمہارا کیا خیال ہے.....میں نے ہمزاد سے پوچھا۔

جیسا آپ کا حکم!.....لیکن آپ کس طرح چلنا پسند کرینگے۔؟

میرا مطلب یہ ہے کہ اگر آپ چاہیں تو سفر کی طوالت کو کم کیا جا سکتا ہے۔ میں تمہارا مطلب نہیں سمجھا.....میں نے کہا۔

میں آپ کو صرف چند لمحوں میں وہاں تک پہنچا سکتا ہوں مگر اس کے لئے ضروری ہے کہ آپ ہوش میں نہ ہوں.....ہمزاد نے کہا۔

مجھے کیا اعتراض ہے۔.....رہا بے ہوش ہونے کا مسئلہ تو یہ تم

جانو.....تم نے اسے ضروری کہا ہے تو یقیناً کوئی بات ہوگی۔

ایسا اس لئے ضروری ہے کہ آپ کے حواس پر کوئی غلط اثر نہ پڑے میں ایک مرتبہ دیکھ چکا ہوں کہ زیادہ اونچی پرواز آپ کے لئے نا قابل برداشت ہے ہمزاد بولا۔

وہ شہر میرے لئے قطعی اجنبی ہے مجھے قدم قدم پر تمہاری رہنمائی کی ضرورت ہوگی اس لئے میں تمہیں اجازت دیتا ہوں کہ تم بغیر طلب کئے بھی اس وقت تک میرے ساتھ رہ سکتے ہو جب تک میں تمہیں منع نہ کردوں۔

بہتر ہے.....

ہمزاد نے آناً فاناً تمام تیاری کر لی اب نہ تو خانقاہ میں وہ چارپائی اور بستر تھا جس پر سو کر میں نے دن گزارے تھے نہ دوسرا سامان بالٹیاں لوٹے اور نہ جانے کیا کیا اگڑم جھگڑم اس نے سمیٹا اور کہیں چلا گیا چند

لمحوں بعد جب وہ لوٹا تو میں نے پوچھا۔ وہ سارا سامان کہاں پھینک دیا ہے۔؟

جن غریبوں کا تھا انہیں واپس کر آیا۔ اچھا اب چلتے ہیں یہ کہہ کر اس نے اپنا ہاتھ میری آنکھوں پر رکھ دیا۔

میرا ذہن تاریک ہوتا چلا گیا۔.....جب مجھے دوبارہ ہوش آیا تو میں نے خود کو ایک کنویں کی آڑ میں لیٹا ہوا پایا یہ جگہ میرے لئے اجنبی تھی شاید یہ کوئی گاؤں تھا۔ دور دور تک اندھیرا اور سناٹا تھا۔ میں نے ہمزاد کو اپنے اوپر جھکا ہوا محسوس کیا.....وہ مجھے ہوش میں آتا دیکھ رہا تھا .....آپ خلاف توقع بہت دیر بے ہوش رہے یہ میرٹھ کا ایک قریبی گاؤں ہے میں نے سوچا تھا کہ یہاں تک پہنچ کر آپ کو ہوش میں لے آؤں گا مگر آپ کی بے ہوشی طویل ہوگئی غالباً ابھی تک آپ پوری طرح صحت مند نہیں ہوئے ہیں.....میرا مشورہ ہے

کہ اب آپ لڑکیوں سے گریز کریں۔ اصولاً نیا جسم ملنے کے بعد کم از کم آپ کو چالیس دن تک لڑکیوں سے گریز کرنا تھا مگر میں نے اس وقت یہ مشورہ اس لئے نہیں دیا کہ آپ مجھے غلط سمجھیں گے بہر حال اچھا تھا کہ یہ جگہ گاؤں سے باہر تھی ورنہ آپ کو دیکھ کر پہچان لیا جاتا۔ میرا خیال یہ تھا کہ اس جگہ سے میرٹھ تک کیونکہ بہت کم فاصلہ ہے اس لئے آپ باقاعدہ ہوش میں سفر کریں تاکہ شہر میں پہنچ کر مشکلات کا سامنا نہ کرنا پڑے ابھی وہاں پہنچ کر سب سے پہلے کوئی ٹھکانہ تلاش کرنا ہے میرا خیال تھا کہ ہم دن ڈھلنے سے پہلے میرٹھ پہنچ جائینگے تو آج ہی رہائش کا مسئلہ بھی حل ہو جائے گا اب رات ہو چکی ہے آپ کو کسی سرائے میں رات گزارنی پڑے گی۔.....

چلو اب جو بھی ہوا ٹھیک ہے.....میں نے کہا اب ہمیں چلنا چاہیے.....

ہمزاد

ہمزاد نے میرا ہاتھ پکڑا اور بلندیوں میں پرواز کرنے لگا پرواز کا تجربہ میرے لئے نیا نہ ہوتے بھی عجیب سا تھا۔ اس سے پہلے میں نے صرف اپنے کٹے ہوئے سر کے ساتھ پرواز کی تھی۔ پورے جسم کے ساتھ میری پہلی پرواز تھی..... میرے کانوں کے ادھر اُدھر تیز ہوا سائیں سائیں کرتی گزر رہی تھی۔ ہم نہ معلوم کتنی تیز پرواز کر رہے تھے اس لئے کہ چند لمحوں میں ایک شہر کے آثار نمودار ہونے لگے شہر سے کچھ فاصلے ہی پر ہمزاد نے مجھے زمین پر اتار دیا بہت آہستگی کے ساتھ کہ مجھے گمان بھی نہ ہوا کہ میں اتنی بلندی سے زمین پر پہنچ گیا ہوں..... چند منٹوں میں ہی ہم شہر میں داخل ہو گئے..... کہیں کسی قریبی مسجد سے اذان کی آواز آئی میں نے اندازہ لگایا کہ عشاء کا وقت ہو چکا ہے..... ہمیں بدایوں سے چلے کافی دیر ہو چکی تھی..... ہمزاد مجھے محلوں کے نام بتاتا جا رہا تھا۔

یہ گھنٹہ گھر ہے، یہ خیر نگر دروازہ، اور یہ صدر یہ لال کی بنی سرائے۔

وغیرہ وغیرہ۔

میں بہت دیر تک شہر میں گھومتا رہا بازار بند ہو چکے تھے لیکن گلی کوچوں میں ابھی سبھی زندگی باقی تھی۔ مجھے یہ شہر اچھا لگا۔ ویلی بازار سے کچھ پہلے اس زمانے میں ایک سرائے تھی میں نے رات وہیں بسر کرنے کا پروگرام بنایا ہمزاد نے مجھے بتایا کہ ویلی بازار طوائفوں کا محلّہ ہے مجھے اس کی ستم ظریفی پر بہت ہنسی آئی اس نے مجھے ٹھہرایا بھی تو کہاں .....پھر اس پر اس کے یہ مشورے کہ میں لڑکیوں سے دور رہوں۔.....وہ رات میں نے سرائے میں بسر کی ہمزاد بھی میرے ساتھ تھا.....صبح اٹھ کر سب سے پہلا کام ہمزاد نے یہ کیا کہ میرے کپڑوں اور دیگر ضروری سامان کا انتظام کر دیا تھا اور ساتھ ہی ساتھ اس نے میری جیبیں روپوں سے بھر دیں.....

همزاد

سامان سرائے میں چھوڑ کر وہ مجھے لے کر شہر میں نکل گیا۔ اس نے مجھے بتایا کہ میرے قاتل کہاں رہتے ہیں۔.....اس شہر میں کوئی میرا شناسا نہیں تھا سوائے ان غنڈوں کے جنہوں نے مجھے قتل کیا تھا یوں نواب صاحب کی لڑکی نرگس کے یا ان عالموں کے جو میری تلاش میں بدایوں پہنچے تھے۔ اس لئے سب سے پہلا کام میرے لئے یہ تھا کہ ان غنڈوں کو ٹھکانے لگاؤں.....اب ان کے ڈھونڈھنے کا مسئلہ درپیش تھا.....ہمزاد قدم قدم پر رہنمائی کر رہا تھا ہمیں اب چلتے چلتے دوپہر ہوگئی تھی.....ہم اس وقت صدر کے علاقے میں تھے وہیں ایک بوسیدہ سے ہوٹل میں میں نے کھانا کھایا ہمزاد نے مجھے بتایا کہ نواب صاحب کا قیام بیگم پل میں ہے اسی دن میں نے ایک مکان اس علاقے میں خریدا تھا.....روپوں کی میرے پاس کوئی کمی نہیں تھی.....یہ مکان مجھ سے پہلے کسی انگریز افسر

کے تصرف میں تھا جواب اپنے وطن جانے والا تھا مالک مکان سے
میں ملا تو اسکا ارادہ اس مکان کو کرائے پر اٹھانے کا تھا۔ لیکن جب میں
نے ایک بڑی رقم کی پیشکش کی تو وہ مکان بیچنے پر راضی ہو گیا۔
.....بیگم پل کے علاقے میں مکان خریدنا دشوار کام تھا اس لئے
کہ اس علاقے میں زیادہ تر طبقہ امراء کی رہائش تھی اور زیادہ تر مکان
ان کے اپنے تھے بہت سی مصلحتیں میرے پیش نظر تھیں۔
.....ایک تو یہاں مکان لینے کا سبب یہ تھا کہ نواب صاحب کی
کوٹھی یہاں سے بہت قریب تھی دوسرے یہ علاقہ صاف ستھرا تھا
.....سر چھپانے کے لئے جگہ ملنے کے بعد مجھے اب دوسری
باتیں سوجھیں.....اسی دن ہمزاد نے اس مکان کو اعلیٰ درجے
کے ساز و سامان سے لیس کر دیا ایرانی قالین، وہ میری بدایوں والی
حویلی سے اٹھالایا تھا آس پاس رہنے والے لوگ مجھ سے قطعی نا آشنا

تھے مصلحتاً مالک مکان کو میں نے اپنا نام بھی رشید یار جنگ بتایا تھا.....اس پر میرا یہی تاثر قائم ہوا تھا کہ میرا تعلق بھی زابین کے خاندان سے ہے.....میرے گھر کے ٹھاٹ ٹھاٹ اب کسی نواب کی حویلی سے کم نہیں تھے ان سب ہنگاموں میں رات ہوگئی مغرب کی اذان کے بعد میں نے ہمزاد سے کہا۔

قبلہ نواب صاحب کی تو کچھ خبر لو وہ کیسے ہیں۔

میرے لہجے سے ہمزاد سمجھ گیا کہ میرا کیا مطلب ہے ہمزاد کے جانے کے بعد میں نے اس کا تصور کیا.....میں نے دیکھا کہ وہ ایک حویلی میں داخل ہو رہا ہے اسی کے ساتھ ساتھ میں اپنے تصور کو مہمیز دیتا رہا۔ یہ بڑا دالان تھا.....یہ حویلی کسی بھی طرح میرے مکان کی سج دھج سے کم نہ تھی ہمزاد ایک بڑے کمرے میں داخل ہوا کمرے میں دبیز قالین بچھے ہوئے تھے دائیں طرف ایک بڑی سی

چوکی پڑی تھی اور اس کے قریب ایک بڑی میز کے گرد کچھ کرسیاں رکھی تھیں جن میں سے ایک پر کوئی ضعیف شخص بیٹھا شراب پینے میں مصروف تھا ضعیف شخص کے ساتھ اس نوجوان کو دیکھ کر میرے ذہن میں عجیب سے خیالات آئے۔ یہ دونوں چہرے میرے لئے اجنبی تھے میں نے دیکھا کہ ہمزاد ضعیف شخص اور نوجوان کی کرسیوں کے بیچوں بیچ کھڑا ہے میں نے ہمزاد کو مخاطب کیا.....

یہ کون لوگ ہیں اور تم کہاں ہو.....میں نے تمہیں نواب صاحب کی خبر لینے کے لئے بھیجا تھا کیا یہی ضعیف شخص نواب صاحب ہے۔

آپ کا خیال درست ہے۔ یہ ضعیف آدمی ہی نواب ہے یہ شخص کچھ غیر فطری علتوں میں بھی گرفتار ہے جسکا ثبوت یہ نوجوان لڑکا ہے جو اس کے پاس بیٹھا شراب پی رہا ہے ہمزاد نے بتایا آپ دیکھ رہے

ہیں کہ ضعیف ہونے کے باوجود اس کے چہرے پر کیسی سرخی دوڑ رہی ہے کشتے کھاتا ہے کشتے !ہمزاد نے کہا۔

اسی وقت نواب نے اپنے سامنے رکھا ہوا شراب کا گلاس خالی کر دیا اور لڑکے سے بولا۔.....ایک پیگ اور بناؤ تمہارے ہاتھوں سے شراب پی کر نشہ دگنا ہو جاتا ہے۔

لڑکے نے شراب گلاس میں انڈیلنے کے بعد اسمیں پانی ملایا اور نواب صاحب کے سامنے گلاس رکھ دیا۔

نواب صاحب منمنائے نہیں اب تو خود اپنے ہاتھوں سے پلاؤ۔

لڑکے نے گلاس اٹھایا اور دوسرے ہی لمحے ساری کی ساری شراب نواب صاحب کے منہ پر پھینک دی۔نواب صاحب کا چہرہ شراب سے بھیگ گیا اور کپڑے بھی خراب ہو گئے یہ سب کچھ اتنی جلدی ہوا کہ نواب صاحب کچھ سمجھ ہی نہ پائے.....ایک دم ان کا چہرہ

غصے سے لال ہو گیا اور وہ کرسی چھوڑ کر اٹھ کھڑے ہوئے بدتمیز گستاخ !تیری یہ مجال!!!

لڑکا خوف سے تھر تھر کانپ رہا تھا.....وہ خود بھی یہ نہیں سمجھ پایا تھا کہ کس طرح اس نے ایسا کر دیا اس نے تو شراب کا گلاس نواب صاحب کے ہونٹوں کی طرف بڑھایا تھا۔

ہمزاد ان دونوں سے دور کھڑا مسکرا رہا تھا۔ دراصل یہ حرکت اسی کی تھی جیسے ہی لڑکے نے گلاس نواب صاحب کے چہرے کے قریب کیا تھا ہمزاد نے اس کا ہاتھ پکڑ کر ساری شراب نواب صاحب کے چہرے پر پھینک دی تھی اور نواب صاحب یہ سمجھے تھے کہ یہ گستاخی لڑکے نے کی ہے.....لڑکا نواب صاحب کے قدموں میں گر کر ان سے معافی مانگ رہا تھا مگر نواب صاحب کا غصہ کم ہونے میں نہیں آ رہا تھا.....مجھے نواب صاحب کی فرعونیت پر سخت غصہ آ رہا تھا

اور شاید یہی احساس ہمزاد کو بھی ہوا تھا اس لئے کہ دوسرے ہی لمحے میں نے دیکھا کہ ہمزاد نے نواب صاحب کے پیروں کے نیچے بچھی ہوئی قالین کھینچ لی تھی نواب صاحب اوندھے منہ گرے اور جب انھوں نے اپنا چہرہ اٹھایا تو میں نے دیکھا کہ ان کے اوپری ہونٹ سے خون بہہ رہا تھا نواب صاحب گرتے گرتے بہت زور سے چیخے تھے۔

ملازمین کی پوری کی پوری فوج انکے کمرے میں آ گئی تھی دو ملازمین نے انھیں پکڑ کر اٹھایا اور ایک طرف پڑی ہوئی مسہری کی طرف لے چلے لڑکا ایک طرف خوفزدہ سا کھڑا تھا۔ کوئی ملازم باہر کی طرف دوڑا کچھ دیر بعد ہی نواب صاحب کے کمرے میں اچھا خاصہ اژدہام ہو گیا نواب صاحب کے طبیب خاص بھی دوڑے ہوئے آئے اور ان کے ہونٹ کے زخم کا معائنہ کیا اندر شاید زنانخانے میں بھی یہ خبر پہنچ چکی تھی

کہ نواب صاحب زخمی ہو گئے ہیں پردہ کرایا گیا اور خود بڑی بیگم صاحبہ نواب صاحب کو دیکھنے کے لئے تشریف لائیں۔ موقع غنیمت جان کر لڑکا وہاں سے کھسک گیا بڑی بیگم کے ساتھ ہی نواب صاحب کی اکلوتی بیٹی نرگس بھی تھی.....نرگس کو ایک طویل عرصے کے بعد دیکھ کر مجھے بہت خوشی ہوئی وہ اب پہلے سے بھی زیادہ بھرپور ہوتی جا رہی تھی سے دیکھ کر میرا دوران خون تیز ہو گیا اور اسکے ساتھ گزرے ہوئے حسین لمحات یاد آنے لگے اسی کے ساتھ میرے تصور کا سلسلہ منقطع ہو گیا میں نے کچھ دیر بعد ہمزاد کو طلب کیا اور اس سے نواب کے غنڈوں کے بارے میں دریافت کیا۔

اگر آپ حکم کریں تو آج رات ان سبھی کو ٹھکانے لگا دوں.....

ہمزاد نے کہا۔

نہیں۔ میں انہیں تڑپا تڑپا کر اور خوفزدہ کر کے مارنا چاہتا ہوں۔ آج

کی رات ان میں سے دو کے لئے آخری ہوگی تا کہ کل جب وہ مردہ پائے جائیں تو بقیہ کو اپنے بارے میں فکر ہو اور میں چاہتا ہوں کہ اس وقت خود میں بھی وہاں موجود رہوں۔.....

تو پھر چلئے۔.....ہمزاد بولا۔

ہمزاد مجھے وہاں سے ویلی بازار کے ایک تاڑی خانے میں لے گیا جو ایک عمارت کے نچلے حصے میں بنا ہوا تھا وہ بھی زمین کی سطح سے کافی نیچے وہاں موجود لوگوں کے سامنے مٹی کے کلھڑوں میں تاڑی رکھی ہوئی تھی وہاں نہ کوئی میز تھی نہ کرسی بلکہ لوگ زمین پر لکڑی کی کندیوں پر بیٹھے تھے کندیاں دور تک فرش پر بکھری پڑی تھی.....ایک خالی کندی پر میں بھی بیٹھ گیا ہمزاد نے ایک شخص کی طرف اشارہ کیا وہ میرے دائیں طرف بیٹھا تھا اس کے سامنے تاڑی کی بوتل اور آنجورے کے علاوہ ایک پتے پر ابلے ہوئے چنے بھی رکھے ہوئے

تھے۔وہ آہستہ آہستہ تاڑی کی چسکیاں لے رہا تھا۔

میں نے بہت آہستہ آواز میں کہا۔یہ تم مجھے کہاں لے آئے ہو.....؟

آپ کے شکار کے پاس.....ہمزاد نے جواب دیا۔

لیکن میں یہاں اسے کیسے ماروں گا.....میری سرگوشیاں جاری تھیں آپ کو کچھ کرنے کی ضرورت نہیں.....آپ تو بس دیکھتے رہیں کہ وہ کس طرح کرتا ہے.....ہمزاد بولا۔میں اس کی بات سن کر خاموش ہو گیا اور میلا کچیلا سا لڑکا مجھ تک آ گیا۔کہو بابو کتنا لاؤں میں نے اسے ٹالنے کے لئے ایک بوتل کہہ دیا۔.....

وہ میرا آرڈر لے کر سامنے بنے ہوئے کاؤنٹر کی طرف چلا گیا جسے کاؤنٹر کہنا بھی بس محال ہی تھا اس لئے کہ لکڑی کی گھڑونچی پر تین چار بڑے بڑے مٹکے رکھے ہوئے تھے جن میں ٹوٹیاں فٹ کر دی گئی تھیں

ان مٹکوں کے سامنے بڑی بڑی مونچھوں والا ایک بڑا شخص کھڑا تھا۔ جوان مٹکوں میں سے تاڑی سامنے پڑی ہوئی خالی بوتلوں میں بھر رہا تھا اور کئی میلے کچیلے لڑکے بوتلیں گاہکوں کو سپلائی کر رہے تھے.....

جس شخص کی طرف ہمزاد نے اشارہ کیا تھا اس کا چہرہ مجھے قطعی یاد نہیں آیا.....دراصل اس رات جن حالات میں مجھے قتل کیا گیا تھا اس میں مجھے اتنی مہلت ہی نہیں ملی تھی کہ میں اپنے قاتلوں کے چہرے ٹھیک طرح شناخت کر سکتا اس وقت تو مجھے اپنی زندگی بچانے کی فکر تھی اگر ہمزاد اپنی پراسرار قوتوں کے ذریعے ان کا پتہ نہ لگا لیتا تو میں ہمیشہ ان سے لاعلم رہتا.....وہ شخص مجھ سے کچھ فاصلے پر ہی اطمینان سے تاڑی پینے میں مصروف تھا۔

اچانک تاڑی خانے میں موجود لوگوں نے ایک نا قابل یقین منظر

دیکھا چند لمحے تو یہی سمجھے کہ وہ کچھ زیادہ ہی پی گئے ہیں مگر اس شخص کی پے در پے چیخوں نے سب کے اوسان خطا کر دیئے وہ سب اسے اپنی آنکھوں کے سامنے مرتا دیکھ رہے تھے مگر کچھ نہیں کر سکتے تھے

.....واقعہ یہ تھا کہ اس شخص کے قریب رکھی ہوئی لکڑی کی کندی خود بخود اپنی جگہ سے اٹھی اور زور سے اس کے سر سے ٹکرائی وہ شخص چیخ مار کر اوندا گرا اور اس سے پہلے کہ وہ اٹھتا کندی پھر فضا میں بلند ہوئی اور اس کے سر کے پچھلے حصے پر پڑی وہ دونوں ہاتھوں کے بل اٹھا اور پھر گر پڑا۔ اس کا چہرہ لہولہان تھا سر سے مستقل بہنے والے خون نے اس کا چہرہ بھیانک کر دیا تھا اس کے اردگرد لوگ کھڑے ہوئے چیخ رہے تھے ان کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ انہیں کیا ہو گیا ہے انہی میں میں بھی تھا اور بالکل خاموش کھڑا تھا اسے تڑپتا دیکھ رہا تھا.....کندی ایک بار پھر فضا میں بلند ہوئی اور اس کے ساتھ ہی کئی لوگوں کے منہ

سے چیخ نکل گئی.....کندی اب تیزی سے نیچے آ رہی تھی زمین پر پڑا ہوا شخص ابھی تک اپنے ہوش میں تھا اس نے چیخ کر اپنے دونوں ہاتھ اوپر کر دیئے مگر وہ کندی کی ضرب سے نہ بچ سکا۔ اس مرتبہ کندی کی ضرب نے اس کے چہرے کا بھرتا بنا دیا تھا پھر تو جیسے اس کے چہرے پر کندی کی ضربوں کی بارش ہو گئی پے در پے ضربوں نے اسے بے ہوش کر دیا تھا مگر اس کی بے ہوشی اسے آنے والی موت سے نہ بچا سکی چند لمحوں بعد ہی اس کے سر کا بھیجا تاڑی خانے کے فرش پر پڑا تھا۔

لوگ یہ پراسرار قتل دیکھ کر اپنے ہوش و حواس پر قابو نہ پا سکے اور چیختے ہوئے تاڑی خانے سے بھاگنے لگے.....

ہمزاد نے آہستہ سے سرگوشی کی۔ ایسے میں آپ بھی نکل چلئے۔

میں نے بھی یہ موقع غنیمت سمجھا.....کچھ دیر بعد ہی میں اپنے

مکان کی طرف جا رہا تھا.....

اس بھیانک قتل نے میرے اعصاب پر بھی برا اثر ڈالا تھا۔

.....ابھی زیادہ رات نہ ہوئی تھی لیکن میں نے محسوس کیا کہ مجھے آرام کی سخت ضرورت ہے ابھی میں اپنے مکان سے کچھ دور ہی تھا کہ ایک نوعمر لڑکے کے ہمراہ ایک برقعہ پوش لڑکی ایک مکان کے دروازے سے اندر داخل ہوئی.....لڑکا ابھی مکان کے باہر ہی تھا کہ لڑکی نے پلٹ کر اس سے کچھ کہا اور اسی وقت میں نے اس کی ایک جھلک دیکھ لی۔

اور وہ ایک جھلک ہی مجھے پاگل بنا دینے کے لئے کافی تھی ممکن ہے اس نے بھی مجھے دیکھا ہو لیکن مجھے اس وقت یہ ہوش ہی نہ تھا۔ وہ چلی بھی گئی اور میں اسی طرف دیکھتا رہا۔ مکان کا دروازہ بند ہو گیا مگر میں ابھی بھی بیچ سڑک کھڑا تھا ہمزاد اس وقت بھی میرے ساتھ تھا اس

نے میری یہ حالت دیکھی تو بولا۔.....جانتے ہیں یہ کون ہے۔؟

میں ایک دم چونکا.....کیا تم اس سے واقف ہو۔؟

ابھی ابھی آپ کی یہ حالت دیکھ کر معلوم کیا ہے.....اس کا نام۔مہ پارہ ہے اور یہ نواب صاحب کے طبیب خاص ارشاد احمد صاحب کی لڑکی ہے۔

کیا؟ میں اچھل پڑا.....طبیب خاص کی لڑکی پھر تو مزہ آ گیا۔ مجھے کیا خبر تھی کہ ظالم نے اپنے گھر میں ایسے ہیرے چھپا رکھے ہیں.....اب آپ چلیں گے بھی یا رات ہونے کا یہیں انتظار کریں گے۔

ہمزاد نے مجھے چھیڑا۔وہ میری دلی کیفیت سے آگاہ ہو چکا تھا۔

یہ میں ہی جانتا تھا ہوں کہ میں نے رات کا کس بے چینی سے انتظار کیا جب ہر طرف سناٹا چھا گیا تو میں نے ہمزاد کو طلب کیا۔.....اب

تو بہت دیر ہو چکی ہے وہ سو چکی ہو گی اٹھالاؤ.....

صبر کیجئے۔ ابھی طبیب خاص جاگ رہا ہے وہ نواب کے لئے کوئی دوا بنانے میں مصروف ہے اور مہ پارہ کا کمرہ اس کے قریب ہے ہمزاد نے مجھے آگاہ کیا جیسے ہی اس نے اپنا کام ختم کیا میں یہاں سے روانہ ہو جاؤں گا کچھ دیر اور انتظار کر لیجئے.....

میں بے چینی سے کمرے میں ٹہلنے لگا۔ کچھ دیر بعد ہمزاد نے مجھے بتایا کہ وہ مہ پارہ کو لینے جا رہا ہے میرا دل زور زور سے دھڑک رہا تھا چند ہی لمحوں بعد اس نے میرے بستر پر اس سراپا قیامت کو لا کے لٹا دیا.....نہ جانے وہ لڑکیوں کو کتنی آہستگی سے اٹھا کر لاتا تھا مگر خلاف معمول ان کی آنکھ ہمیشہ میرے پاس ہی آ کر کھلتی تھی.....

میں بستر کی طرف بڑھا۔ لیکن خلاف معمول آج پہلی مرتبہ ایسا ہوا کہ میں جیسے ہی بستر کی طرف بڑھا لڑکیا یک دم بستر پر اٹھ کر بیٹھ گئی۔

.....وہ اپنی بڑی بڑی ہرنی جیسی آنکھوں سے مجھے دیکھ رہی تھی اس کی آنکھوں میں ایک عجیب سا سحر تھا.....وہ آنکھیں عام آنکھوں سے قطعی مختلف تھی.....میں نے کچھ کہنا چاہا مگر میرے الفاظ حلق میں ہی گھٹ کر رہ گئے.....

وہ بولی.....سنو! تم جو کوئی بھی ہو اس سے مجھے کوئی غرض نہیں لیکن میں تمہیں یہ بتا دینا چاہتی ہوں کہ آج تک کوئی مرد بغیر میری مرضی کے مجھے ہاتھ لگانے میں کامیاب نہیں ہوا تم نے زبردستی میری نیند خراب کی ہے اور میری خلاف مرضی مجھے یہاں اٹھوایا تم اگر عام حالات میں مجھے ملتے تو ممکن تھا کہ میں خود تمہاری مردانہ وجاہت دیکھ کر اپنا جسم تمہیں سونپ دیتی لیکن اب یہ ناممکن ہے قطعی ناممکن.....

میں اس کی باتیں سن کر ششدر رہ گیا.....آج کے اس طرح

صاف اور سچی گفتگو میں نے کسی لڑکی سے نہیں سنی تھی۔ اور پھر اس کا مضبوط لہجہ.....جیسے وہ ایک ایک لفظ سچا بول رہی ہو اس کے لہجے سے اس کے ارادے کی پختگی کا پتہ چلتا تھا میں نے دل ہی دل میں سوچا کہ ممکن ہے یہ لڑکی مجھے بے وقوف بنا رہی ہو.....یہی سوچ کر میں اس کی طرف بڑھا۔

وہ مجھے اپنی طرف آتا دیکھ کر ہاتھ اٹھا کر بولی.....میں کہتی ہوں رک جاؤ.....جو شعبدے تم جانتے ہو ان سے میں بھی واقف ہوں.....

پھر جب میں نہ رکا تو اس نے کہا ٹھیک ہے۔ آؤ میرے قریب آؤ تمہیں خود میری قوت کا اندازہ ہو جائے ہاں۔ ہاں! لو پکڑو میرا ہاتھ۔

اب مجھے بھی اس کی اس دیدہ دلیری پر غصہ آ گیا اور میں نے آگے بڑھتے ہوئے ہاتھ کو اپنی طرف کھینچنا چاہا۔.....لیکن جیسے ہی

میرا ہاتھ اس کے ہاتھ سے مس ہوا مجھے بہت زور کا جھٹکا لگا جیسے میں نے بجلی کے کسی ننگے تار کو چھو لیا ہو.....

وہ مجھے زمین پر گرتا دیکھ کر زور سے ہنسی.....بس ختم ہو گئی مردانگی میں جا رہی ہوں.....اگر روک سکتے ہو تو روک لو یہ کہہ کر وہ دروازے کی طرف بڑھی اور اسی وقت میں زور سے چیخا ہمزاد۔

ہمزاد۔

میرے چیختے ہی ہمزاد فوراً حاضر ہو گیا، اس وقت تک مہ پارہ میرے کمرے کا دروازہ عبور نہیں کر پائی تھی اسے دیکھتے ہی میں نے تقریباً چیختے ہوئے حکم دیا اس لڑکی کو بتاؤ میں کون ہوں.....یہ یہاں سے نکل کر نہ جانے پائے میرا حکم سنتے ہی ہمزاد اس کی طرف بڑھا اور ابھی وہ اس کے قریب ہی پہنچا تھا کہ اچانک مہ پارہ مڑی .....مجھے ایسا محسوس ہوا جیسے اسے ہمزاد کی موجودگی کا اور اپنی

طرف بڑھنے کا احساس ہو گیا ہو.....حالانکہ میرے علم میں یہ تھا کہ ہمزاد کو دیکھنے کا کوئی اہل نہیں.....کہنے کو تو وہ صرف چند لمحے تھے مگر میں وہ چند لمحے کبھی نہیں بھول سکتا اس کی ایک ایک تفصیل مجھے آج تک یاد ہے۔.....جیسے ہی مہ مارہ ہمزاد کی طرف مڑی میں نے دیکھا کہ ہمزاد کے بڑھتے ہوئے قدم ایک دم رک گئے اور اسی لمحے میں نے مہ پارہ کی آنکھوں میں ایک چمک سی محسوس کی میں اس وقت اس کی آنکھوں ہی کی طرف دیکھ رہا تھا میری آنکھوں کے سامنے اندھیرا سا چھا گیا.....میری کیفیت اس وقت بالکل ایسی تھی جیسے میں نے سورج کی طرف دیکھ لیا ہو۔.....مہ پارہ کی آنکھوں میں ایسی ہی تیز چمک تھی کہ کچھ دیر کے لئے میری بصارت ناکارہ ہو گئی اور جب میں دوبارہ کچھ دیکھنے کے قابل ہوا۔تو کمرے میں کوئی نہیں تھا.....نہ وہاں ہمزاد تھا اور نہ مہ پارہ

مجھے کچھ دیر پہلے گزرے ہوئے واقعات ایک خواب کی طرح محسوس ہوئے.....کیا یہ ممکن ہے کہ وہ ہمزاد کی دسترس سے بھی باہر ہو.....؟میرے ذہن میں بار بار یہی سوال گونج رہا تھا۔

.....اس سے پہلے تو کبھی ایسا نہیں ہوا.....آخر اس لڑکی میں کون سی ایسی پراسرار قوت تھی جس نے مجھے پیچھے دھکیل دیا؟میں سوچ رہا تھا اور پھر اس کے ساتھ میں ہمزاد کی طرف سے بھی فکرمند تھا .....میں ابھی سوچ ہی رہا تھا کہ اسے طلب کروں کہ وہ خود حاضر ہو گیا.....میں نے اسے دیکھتے ہی بیتابی سے پوچھا۔کیوں کیا وہ نکل گئی؟.....ہاں.....ہمزاد نے بجھے بجھے سے لہجے میں کہا.....مگر کیوں؟ کیسے۔؟یہ کس طرح ہو سکتا ہے کیا تمہاری ساری قوتیں اس کے سامنے مفلوج ہو گئیں۔میں نے ہمزاد پر سوالوں کی بوچھار کر دی.....یہ جانے بغیر کہ اس کے پاس

کیا پراسرار قوتیں ہیں اس پر ہاتھ ڈالنا قطعی غلط ہے میں صرف اتنا جان سکا ہوں کہ اس کے پاس یقیناً کچھ ایسی نا قابل فہم قوتیں ہیں جس کے بل بوتے پر اس نے کچھ دیر کے لئے مجھے بھی معطل کر دیا آپ نے اس کی آنکھوں میں وہ تیز اور پراسرار روشنی دیکھی تھی ہمزاد نے سوال کیا۔؟

ہاں! وہ عجیب روشنی دیکھ کر ہی تو میں چند لمحوں کے لئے اپنی بصارت سے محروم ہو گیا تھا.....اور میں نے تمہیں یہ تو بتایا ہی نہیں کہ میں نے جیسے ہی اس کا ہاتھ پکڑا مجھے شدید جھٹکا لگا۔! اور میں زمین پر گر گیا تھا۔ میں نے ہمزاد کو بتایا اور پھر جذباتی لہجے میں بولا۔.....اس نے میری توہین کی ہے میں ہر قیمت پر اس سے بدلا لوں گا۔.

ضرور۔ ہمزاد بولا۔ مگر اس کے لئے آپ کو کم از کم تین دن انتظار کرنا پڑے گا۔

کیوں؟ آخر کیوں؟ میں نے بے تابی سے پوچھا۔

اس لئے کہ اس کے بارے میں تمام معلومات اکٹھا کرنے کے لئے مجھے مکمل تین دن چاہئیں.....یہ میرے اور آپ کے لئے بہتری ہوگی۔

تم اپنی گفتگو سے مجھے سخت مایوس معلوم ہوتے ہو پہلے تو ایسا کبھی نہیں ہوا.....میں نے کہا۔

تمام بات حالات کی ہے اس سے پہلے کبھی ایسے حالات بھی تو پیش نہیں آئے.....میں آپ سے کچھ چھپانا نہیں چاہتا۔ اس لئے کہ آپ کو صاف صاف بتا دوں کہ مہ پارہ کے پاس مجھے کچھ ایسی پر اسرار قوتیں بھی معلوم ہوتی ہیں جو میرے یا آپ کے پاس نہیں اس لئے اب ہمارا ہر قدم بہت محتاط ہونا چاہیے.....میں آپ کو مشورہ دوں گا کہ ان تین دنوں کے لئے آپ اس کا خیال اپنے دل

سے نکال دیں۔

ہمزاد کی باتیں سن کر مجھے سخت مایوسی ہوئی۔ میری عزت نفسی کو مہ پارہ نے جو ٹھیس پہنچائی تھی اس نے مجھے اندر سے ٹکڑے ٹکڑے کر دیا تھا .....میرا خون کھول رہا تھا.....آج تک مجھے جتنی لڑکیاں ملی تھیں کسی نے بھی میری مرضی کے خلاف کچھ نہیں کیا تھا۔ اب تک قسمت نے قدم قدم پر میرا ساتھ دیا تھا.....یہ پہلا موقع تھا کہ ہمزاد کی موجودگی کے باوجود میں بے بس ہو گیا اور اس پر ستم یہ کہ میں اپنی بے عزتی کا انتقام لینا بھی میری دسترس سے باہر تھا۔ میرا ذہن اس وقت صرف ایک گردان کر رہا تھا.....انتقام! انتقام!!

چند لمحوں ہی میں اس لفظ کے ساتھ ساتھ میرے خیالات کی رو بہک کر نواب صاحب اور ان کے غنڈوں تک پہنچ گئی۔ میں اپنے پرانے

دشمنوں کو تو بھول ہی گیا تھا میں نے سوچا کہ میرے ذہن نے ایک راہ فرار ڈھونڈ لی تھی.....ہمزاد اب تک نظر جھکائے گم سم میرے سامنے کھڑا تھا.....اس سے پہلے کبھی میں نے اسے اتنا اداس اور پریشان نہ دیکھا تھا.....اس سے پہلے لیکن یہ وقت ان سب باتوں کو سوچنے کا نہیں تھا.....مجھے اس وقت کچھ نہ کچھ مشغلہ چاہیے تھا اور حالات کے پیش نظر وہ مشغلہ صرف انتقام ہو سکتا تھا.....اور انتقام بھی اپنے قاتلوں سے.....مہ پارہ سے بعد میں نمٹ لیا جائے گا آج کی رات ایک دشمن اور کم ہو جائے تو کیا مضائقہ ہے.....میں نے خود سے سوال کیا اور ہمزاد سے بولا۔

کیا یہ ممکن ہے کہ یہ رات ضائع نہ جائے۔

جی ہاں! آپ نے جو کچھ سوچا ہے وہ درست ہے مگر میں سمجھتا ہوں کہ اس کے لئے آپ کو زحمت کرنے کی ضرورت نہیں ان کاموں کو میں

خود دیکھ لیتا ہوں.....ہمزاد نے جواب دیا۔

نہیں.....تم شاید میری بات پوری طرح سمجھ نہیں پائے میں خود اس کھیل میں شامل ہونا چاہتا ہوں میں اسے اپنی آنکھوں کے سامنے تڑپ تڑپ کر مرتا ہوا دیکھنا چاہتا ہوں جس کی شاید میں نے ایک جھلک دیکھی ہو.....

تو پھر چلئے۔.....

مگر کہاں.....؟

نواب کے غنڈوں میں سے ایک لال کرتی میں رہتا ہے آج وہی سہی .....ہمزاد نے کہا۔

وہ ہے کون.....میں نے پوچھا۔؟

وہ میرٹھ کے بڑے بدمعاشوں میں سے ایک ہے.....لال کرتی ہی میں اس کی کچی شراب کی ایک بھٹی ہے وہ اتنا عیار اور ہوشیار ہے

کہ تنہا رہتا ہے اور اپنے سائے پر بھی بھروسہ نہیں کرتا اسے نواب صاحب کہ پشت پناہی حاصل ہے اس لئے آج تک قانون کے ہاتھ بھی ان تک پہنچنے میں کامیاب نہیں ہوئے۔

چلو چل کر دیکھ ہی لیتے ہیں.....میں نے کہا۔

پھر چند لمحوں بعد ہی میں ہمزاد کے ہمراہ ایک چھوٹے سے مکان کی چھت پر اتر گیا یہاں تک پہنچنے میں مشکل سے ہمیں دو تین سیکنڈ لگے ہوں گے ہمزاد نے میرا ہاتھ تھام لیا تھا اور فضا میں تیر گیا تھا۔

چھت سے ایک زینہ نیچے کی طرف جاتا تھا جو گھر کے آنگن میں جا کر ختم ہو گیا تھا.....میں اسی زینے سے نیچے اتر کر گھر کے آنگن میں آ گیا.....ہمزاد میرے ساتھ ساتھ تھا.....میں اب آنگن میں کھڑا تھا میں نے دیکھا کہ سامنے کی طرف ایک کمرہ بنا ہوا ہے جس کے دروازوں کی جھریوں سے روشنی باہر آ رہی ہے۔

.....کیا وہ جاگ رہا ہے میں نے سوچا؟

نہیں.....ہمزاد نے سرگوشی کی.....اور مجھے آگے بڑھنے کا اشارہ کیا.....

دروازا اندر سے بند معلوم ہوتا تھا.....میں نے ہمزاد سے کہا

جی ہاں!.....مگر ابھی کھل جائے گا۔ ہمزاد یہ کہہ کر میرے دیکھتے ہی دیکھتے اس بند دروازے سے گزر کر کہیں غائب ہو گیا۔ میں حیران سا یہ سب کچھ دیکھتا رہا۔ میری آنکھوں نے ایک نا قابل یقین منظر دیکھا تھا اس وقت میرے ذہن میں وہ تمام باتیں تازہ ہو گئیں جو میں نے ہمزاد کے بارے میں قدیم قلمی نسخے میں پڑھی تھیں.....اور خاص طور پر یہ کہ ہمزاد ٹھوس اشیاء کے درمیان سے گزر سکتا ہے جس کا عملی تجربہ آج مجھے پہلی مرتبہ ہوا جب میں نے اسے بند دروازے میں تحلیل ہوتے ہوئے اپنی آنکھوں سے دیکھا تھا.....میرے

خیالات کا سلسلہ اچانک منقطع ہو گیا.....سامنے والا دروازہ کھل چکا تھا.....اور ہمزاد مجھے اندر آنے کا اشارہ کر رہا تھا کمرے کے اندر ایک لالٹین روشن تھی.....جو سامنے ہی ایک طاق میں رکھی تھی میں کمرے میں داخل ہو گیا.....کمرے میں گھس کر جیسے ہی بائیں طرف نظر پڑی میرے خون کی گردش تیز ہو گئی.....میرے لئے وہ منظر ایسا ہی تھا.....ایک بڑی مسہری پر ایک صحت مند توانا شخص محو خواب تھا جس کے پہلو میں ایک نیم برہنہ لڑکی تھی دونوں شراب پی کر بدمست پڑے ہیں.....ہمزاد نے میرے خیالات پڑھ کر جواب دیا پھر بولا.....شروع ہو جاؤں.....

نہیں پہلے اسے جگاؤ.....میں چاہتا ہوں کہ یہ مرنے سے پہلے جان لے کہ میں نے اسے کیوں مارا ہے.....میں نے ہمزاد سے کہا۔

لیکن ایسا کرنے سے خطرہ بھی ہے اگر میں اکیلا ہوتا تو کوئی بات نہیں تھی.....مگر اس وقت آپ میرے ساتھ ہیں اگر آس پاس کے لوگ ہنگامہ سن کر جاگ گئے تو خواہ مخواہ مسئلہ ہو جائے گا۔ ہمزاد نے کہا.....لیکن نہ معلوم کیوں میری یہی خواہش تھی کہ وہ غفلت میں نہ مارا جائے یا شاید لاشعوری طور پر میں اس وقت اس فعل کو بزدلی سمجھ رہا تھا کہ کسی کو سوئے ہوئے موت کے گھاٹ اتار دیا جائے اسی لئے میں نے ہمزاد کی بات سے اختلاف کیا اور خود آگے بڑھ کے اس شخص کی بڑی بڑی مونچھوں کو کھینچ لیا.....وہ ایکدم بڑبڑا کر اٹھ بیٹھا.....اور پھر جیسے ہی اس کی نظر مجھ پر پڑی اس کی گھگی بندھ گئی

بھ.....بھ.....بھوت.....بھوت.....؟

میں سمجھ گیا کہ اس نے مجھے پہچان لیا ہے اس شخص کے چونک کر اٹھنے

سے لڑکی نے بھی ایک مرتبہ کسمسا کر کروٹ بدلی۔

اسی لمحے ہمزاد نے شاید میری بے خودی کو محسوس کر لیا تھا۔ ہمزاد نے وقت ضائع کئے بغیر اس شخص کو مخاطب کیا۔ میرے آقا کا حکم ہے کہ تمہیں موت کے گھاٹ اتار دیا جائے اور اس سے پہلے تمہیں تمہارا جرم بتا دیا جائے۔ تو سنو کہ تمہیں شیخ کرامت کے قتل کے جرم میں موت دی جا رہی ہے اب یہ فیصلہ تم خود کرو کہ تم کس طرح مرنا پسند کرو گے۔

ہمزاد کو صرف میں ہی دیکھ سکتا تھا اس لئے وہ شخص گھبرا کر .....پھٹی پھٹی آنکھوں سے چاروں طرف دیکھ رہا تھا اس لئے کہ اسے تو صرف یہ نظر آ رہا تھا کہ میرے ہونٹ ساکت ہیں.....میں نے محسوس کیا جیسے وہ کچھ کہنا چاہتا ہو مگر خوف کے سبب نہ کہہ پا رہا تھا۔

تم نے کوئی جواب نہیں دیا.....ہمزاد نے پھر مخاطب کیا۔

اس مرتبہ وہ ہمت کر کے بولا..... یا پیر! مجھ کو معاف کر دو میں سب سے بڑا..... گنہگار ہوں..... ہاں اور .....اور..... یہ شانتی..... یہ..... اسی نے مجھے .....خود بہکایا..... میں ایسا خراب..... نہیں .....میں سویرے ہی..... تمہارے مجار پر..... چادر چڑھوا دوں گا.....

وہ خود ہی نشے میں پتہ نہیں کیا کیا بک رہا تھا..... لیکن اب اس کمرے میں ایک حسین و گزار جسم کی موجودگی کے سبب میں نے تمام قصے کو جلد سے جلد ختم کرنے کے بارے میں سوچا۔ ہمزاد نے میرے ذہن کو پڑھ لیا تھا۔..... اور پھر دوسرے ہی لمحے اس کے نادیدہ ہاتھ اس شخص کی گردن تک پہنچ گئے۔..... اس سے پہلے کہ وہ چیختا یا کوئی اور حرکت کرتا اس کی آنکھیں باہر ابل پڑی..... اس کا جسم

مسہری پر بری طرح تڑپ رہا تھا.....ہمزاد کے ہاتھوں کی گرفت اس کی گردن پر مضبوط سے مضبوط ہوتی جا رہی تھی.....اور وہ شخص موت کے نادیدہ ہاتھوں سے بچنے کے لئے اپنی گردن سے الجھ رہا تھا.....بار بار وہ کوشش کرتا کہ وہ ہمزاد کے ہاتھوں کو اپنی گردن سے الگ کر دے مگر ناکام رہتا.....

اس کے تڑپنے سے لڑکی جاگ گئی۔اس نے جاگ کر جیسے ہی اپنے برابر میں اس شخص کو تڑپتے ہوئے دیکھا اور پھر اس کی نظر مجھ پر پڑی تو اس کے منہ سے چیخ نکل گئی.....وہ اس وقت خوفزدہ ہو کر ادھر اُدھر دیکھ رہی تھی.....

چند ہی لمحوں میں اس شخص کا جسم تڑپ تڑپ کر ہمیشہ کے لئے ساکت ہو گیا اس کا جسم ڈھیلا پڑتے ہی ہمزاد نے کہا جلدی کیجئے ممکن ہے اس لڑکی کی چیخ سے آس پاس کے لوگ جاگ گئے ہوں۔

یہ بھی ہمارے ساتھ جائے گی.....میں بولا۔.....پھر نہ جانے ہمزاد اس لڑکی کو کیسے بے ہوش کیا اس کا بے ہوش جسم اس نے اپنے ہاتھوں پر اٹھایا اور مجھے باہر چلنے کا مشورہ دیا ہم چھت پر آ گئے .....ہمزاد نے لڑکی کے برہنہ جسم کو اپنے کاندھے پر ڈال کر میرا ہاتھ پکڑا اور فضا میں تیر گیا.....مجھے نہیں معلوم کہ آس پاس کوئی تھا.....یا نہیں.....لیکن ہمیں وہاں سے جاتے ہوئے شاید کسی نے نہیں دیکھا اس لئے کہ جب ہم وہاں سے چلے تھے تو آس پاس کے لوگوں کے درمیان خاموشی طاری تھی۔

.....ممکن ہے اس کا سبب یہ رہا ہو کہ جاگنے کے باوجود کوئی اپنی جان خطرے میں نہ ڈالنا چاہتا ہو اسلئے کہ ہمزاد نے مجھے بتایا ہی تھا کہ مرنے والا میرٹھ کا مشہور بدمعاش ہے.....

حویلی پہنچ کر میری شہوانی خواہشات کچھ اور تیز ہو گئیں اسکا بڑا سبب وہ

نرم جسم تھا جو سامنے میری مسہری پر بکھرا پڑا تھا۔ جسے اپنی آغوش میں سمیٹنے کی خواہش مجھ میں تیز سے تیز تر ہوتی جا رہی تھی۔

اسے ہوش میں لاؤ.....میں نے ہمزاد سے کہا۔.....

ہمزاد لڑکی کی طرف بڑھ گیا۔ اس کی پشت میری طرف تھی میں نہیں دیکھ سکا کہ اس نے کیا کیا مگر جب وہ ہٹ کر ایک طرف ہو گیا تو میں نے دیکھا کہ لڑکی جو اب تک بے سدھ پڑی تھی ایک دم ہوش میں آ گئی تھی.....میری طرف حیرت سے دیکھنے لگی مجھے یاد آیا کہ مرنے والے نے لڑکی کو شانتی کے نام سے یاد کیا تھا.....یہ اتنی بے باک اور بے حیا کیوں ہے؟ خوف اور حیرت نے اس کے احساس برہنگی کو ختم کر دیا ہے یا.....اس سے آگے میں نہ سوچ سکا اس لئے کہ لڑکی نے مجھے مخاطب کیا تھا.....تو کون ہے بابو؟ میں کہاں ہوں؟ کیا تو نے دلاور کو مار دیا؟.....وہ.....وہ...

...کیسے مر گیا۔؟.....

مگر.....وہ ہکلانے لگی.....میں نے اس کی بات کا جواب دینے سے پہلے ہمزاد کو اشارے سے رخصت کر دیا اور کمرہ اندر سے بند کر کے اس کے پاس مسہری پر بیٹھ گیا اور بولا.....

شانتی میں کون ہوں اس سے تمہیں کوئی مطلب نہیں ہونا چاہیے .....اور تم کہاں ہو؟ جان کر بھی تمہیں کوئی فائدہ نہیں ہوگا .....دیکھو.....کتنی حسین رات ہے اس رات کو بے کار مت بناؤ۔

ہاں۔ میں تمہیں اتنا یقین ضرور دلا سکتا ہوں کہ صبح ہونے سے پہلے تم جہاں کہوں گی تمہیں پہنچا دیا جائے گا اس رات کے بعد تم وہ سب کچھ بھول جاؤ گی جو تم نے دیکھا ہے.....مرنے والا جس کا نام .....تم نے دلاور بتایا ہے اپنے گناہوں کی سزا پا چکا ہے۔

.....اسے میں نے نہیں اس کے گناہوں نے قتل کیا ہے۔

.....تم نے دیکھا ہی ہوگا کہ میں اس سے کتنی دور کھڑا تھا اگر تم نے کسی کو آج رات کے واقعے کے بارے میں کچھ بتایا تو یہ تمہارے لئے نقصان دہ ہوسکتا ہے۔ تم صبح سے پہلے اپنے گھر پہنچا دی جاؤ گی

.....اور پھر اگر پولیس یا کوئی اور تم سے کچھ پوچھے تو تم یہی کہو گی.....کہ تم اپنے گھر پر ہی تھیں اور یہ کہ تم سے مگر.....مگر بابو.....شانتی کچھ کہتے کہتے رک گئی۔

ہاں! ہاں! کہو کیا کہنا چاہتی ہو.....میں نے اس کی ہمت افزائی کی تم نے کہا کہ بابو کہ میں پولیس کو بولوں کہ میں گھر پر تھی پر بابو ماں جی کو پتہ ہے کہ میں دلاور کے ٹھکانے پر گئی تھی اور بھی لوگ جانتے ہیں

.....اس کے بولتے ہی ایک بدبو کا بھبکا میں نے محسوس کیا

.....اور میں نے کراہت سے کہا.....یہ تمہارے منہ سے

بدبو کیسی آرہی ہے ہم نے شام دارو پیا تھا.....وہ عجیب بھولپن سے بولی جیسے شراب پینا کوئی بات ہی نہ ہو.....

ہوں.....تو تم شراب پیتی ہو۔

ہاں بابو! ماں جی بھی پیتی ہے اب تو وہ بوڑھی ہوگئی ہے پر لت نہیں گئی .....شانتی نے کہا۔

مجھے اس کی باتوں اور حرکات وسکنات سے اندازہ تو ہوگیا تھا کہ اس کا تعلق کس طبقے سے ہے مگر میں نے بھی اپنے خیال کو یقین میں بدلنے کے لئے اس سے پوچھا۔.....کیا تم ویلی بازار میں رہتی ہو.....

ہاں بابو.....ہم ارور ہی پیدا ہوائے ہے ارور ہے ہوش سنبھالا ہے اور اب ارور ہی کاروبار کرتے ہیں۔

ابی آپ کوایک بات بولوں کہ یہ سالا دلاور ہمکوایک رات کاپورا کھنٹا ک دوروپیہ دیتا تھا.....ابی ایسا اگرا ہک کہاں ملتا۔ خیراب تم اسے بھول جاؤ۔ ہم تمہیں مالا مال کردینگے۔تم ہمیں پسند آئی ہو.....مگر یہ شراب وراب نہیں چلے گی.....میں نے اس کی نرم اور چکنی جلد پر ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا۔.....

اور یہ کتنی عجیب بات تھی کہ میں جواسے شراب نہ پینے کی تاکید کررہا تھا۔خوداس وقت یہ سوچ رہا تھا کہ میں بھی کبھی نہ کبھی شراب کامزہ ضرور چکھوں گا۔کہ آخر یہ ظالم ہے کیابلا.....؟میری بات سن کرشانتی نے کوئی جواب نہ دیا۔میں نے اسے خاموش دیکھ کر پھر کہا.....خیر یہ تمہارافعل ہے اسے تم جانو۔نہ پیوتو بہتر ہے .....میں تو تمہیں دراصل یہ بتانا چاہتا تھا کہ اگر تمہاری ماں جی یا کوئی اوراس بات سے واقف ہے کہ تم دلاور کے پاس تھیں تو تم انہیں

منع کر دینا کہ وہ یہ بات کسی سے نہ کہیں تا کہ کل جب پولیس کو دلاور کی لاش ملے تو وہ تمہیں اس سلسلے میں نہ گھسیٹے۔.....سمجھ گئیں .....میں نے اس کی تھوڑی پکڑ کر آنکھوں میں جھانکتے ہوئے کہا۔.....شانتی نے فوراً اثبات میں گردن ہلا دی میں سمجھ گیا کہ وہ طوائف زادی اتنی بدھو ہرگز نہیں جتنی صورت سے نظر آتی ہے.....

وہ تمام رات اب تک بسر کی ہوئی سب راتوں سے زیادہ حسین گزری جو میں نے مختلف خوبصورت جسموں کی پناہ میں گزاری تھیں۔

صبح جب میں نے غسل کرنے کے بعد اسے رخصت کیا تو ساتھ ساتھ آئندہ رات ملنے کا وعدہ بھی اس سے لے لیا۔.....میرا جی اس سے ابھی نہیں بھرا تھا.....میں نے اس سے کہا۔شانتی کل رات تمہیں پھر بلا لیا جائے گا۔میں نے تم سے جو کچھ کہا ہے اس کا

خیال رکھنا اور یہ کہہ کر میں نے اپنی جیب میں ہاتھ ڈالا اور جتنے روپے بھی مٹھی میں آ گئے اس کی طرف بڑھا دیئے.....ابھی کچھ اندھیرا ہے تمہیں بحفاظت تمہارے گھر پہنچا دیا جائے گا.....

جب تمہاری دوبارہ آنکھ کھلے گی تو تم خود کو اپنے بستر پر پاؤ گی۔.....

اسے میری باتیں سن کر حیرت ہو رہی تھی.....میں نے ہمزاد کو اشارہ کیا وہ آگے بڑھا اور شانتی کی کنپٹیوں کو اس نے ایک ہاتھ سے دبایا.....شانتی کا جسم لہرا کر گرنے ہی والا تھا کہ ہمزاد نے اسے اپنے ہاتھوں پر اٹھا لیا۔.....اور کمرے سے نکل گیا میں جانتا تھا کہ ہمزاد کے لئے یہ معلوم کرنا کوئی بڑی بات نہیں کہ ویلی بازار میں شانتی کا کوٹھا کون سا ہے۔.....

ہمزاد چند لمحوں میں واپس آ گیا.....اس کے علم میں تھا کہ میں اس کا منتظر ہوں.....میں سونے سے پہلے اس سے کچھ

بات کرنا چاہتا تھا اور وہ بات مہ پارہ سے متعلق تھی.....ہمزاد میں ایک صلاحیت اور تھی کہ وہ میرے جذبات پڑھ سکتا تھا..... میں جس الجھن میں ہوتا جو کچھ سوچتا وہ اس سے باخبر ہوتا اس لئے اگر کبھی میں اسے طلب بھی نہ کرتا تو وہ میری اجازت لے کر حاضر ہوتا اور مجھے مشورہ دیتا اس بات کا تجربہ مجھے کئی مرتبہ ہو چکا تھا اسی لئے جب وہ شانتی کو لے کر جا رہا تھا میں نے اس سے کوئی بات نہیں کی کیونکہ میں جانتا تھا وہ باخبر ہے کہ مجھے اس سے کچھ اہم گفتگو کرنا ہے .....وہ آتے ہی بولا۔!

میں نے آپ سے عرض کیا تھا کہ مہ پارہ کے بارے میں تمام معلومات حاصل کرنے کے لئے مجھے مکمل تین دن کی ضرورت ہے ممکن ہے مجھے اس سلسلے میں اس شہر سے باہر بھی جانا پڑے یا جو بھی صورت ہو ان تین دنوں میں آپ مجھے طلب کرینگے تو کام بگڑنے یا

قاتل پرچھائیں

ایک خوفناک کہانی جس میں ایک پراسرار
پرچھائیں ایک حویلی پر قبضہ کر لیتی ہے۔
جس کے خوف سے لوگ بھاگتے ہیں وہ
پرچھائیں کس چیز کی ہے اور لوگ کس طرح
سے اس کی بھینٹ چڑھتے ہیں یہ جاننے کیلئے

ابھی پڑھئے ''اردو رسالہ'' پر

ادھورا رہنے کا خطرہ بھی ہے.....اسی لئے میں چاہتا ہوں کہ تین دن آپ مجھے طلب نہ کریں اور کسی طرح بغیر میرے گزار لیں۔ ٹھیک ہے مجھے تمہاری ہر بات منظور ہے اس لڑکی نے میری انا کو مجروح کر دیا ہے میں ہر قیمت پر اس سے بدلا لینے کا متمنی ہوں۔ چاہے اس کے لئے کچھ بھی نہ کرنا ہو۔ میں یہ تین دن گزار لوں گا۔ .....میں نے ہمزاد کو جواب دیا اور اسے رخصت کرنے سے پہلے ایک بڑی رقم اس سے طلب کی جو اس نے چند لمحوں بعد ہی مجھے لا کر دے دی تھی۔ یہ تقریباً 25 یا 30 ہزار روپے تھے جیسا کہ ہمزاد نے مجھے بتایا تھا کہ یہ روپے حفاظت سے رکھنے کے بعد میں نے ہمزاد کو تین دن کے لئے خیر باد کہہ دیا اور رات بھر کی تھکن اتارنے کے لئے سو گیا۔.....لیکن جب شام کو میری آنکھ کھلی تو مجھے بہت افسوس ہوا کہ میں نے جس مقصد کے تحت روپے حاصل کئے

تھے وہ تو اب لا حاصل ہی سا تھا کیونکہ ہمزاد سے میں نے شانتی کے گھر کا پتہ تو پوچھا ہی نہیں تھا.....دراصل میں نے سوچا یہ تھا کہ اب میں بحیثیت رشید یار جنگ میرٹھ میں متعارف ہوں گا۔اور اسی حیثیت سے ویلی بازار جا کر شانتی سے ملوں گا.....اب میں بدایوں کی طرح پراسرار بن کر اور لڑکیوں کو اپنے بارے میں کسی اور دنیا کا فرد بتا کر مزید جھگڑوں میں نہیں پڑنا چاہتا تھا.....اب میں اچھی طرح سمجھ چکا تھا کہ پیسے سے ہر چیز خریدی جا سکتی ہے

.....اس لئے ہر مسئلے میں ہمزاد کی مدد حاصل کرنا اور اس کا محتاج رہنا بھی ٹھیک نہیں ہے جب کہ اس کی مدد کے بغیر کبھی بہت سے کام میں خود بھی کر سکتا تھا.....اور اب تو مجھے شانتی جیسی لڑکی کا چسکا پڑ گیا تھا شانتی جیسے روپیوں کی جھنکار خرید سکتی تھی.....

جب میں اپنی شیروانی کی دونوں جیبیں روپوں سے بھر کے اپنے مکان

سے باہر نکلا تو میرے ذہن میں صرف یہ خیال تھا کہ شانتی نہ سہی کوئی اور سہی اس سے فرق بھی کیا پڑتا ہے.....اس دن پہلی مرتبہ میں نے اپنے اندر ایک اور ہی شیخ کرامت کو بیدار ہوتے محسوس کیا .....شانتی نے ایک ہی رات میں مجھ میں بہت کچھ بدل دیا تھا.....

میں نے ایک یکہ کیا اور ویلی بازار پہنچ گیا۔.....جسموں کا بازار ویلی بازار.....ہر بالکنی پر ایک سے ایک حسین چہرہ ایک سے ایک گداز بدن.....ان دنوں طوائفوں میں بھی ایک حسن تھا۔ایک رکھ کھاؤ ایک تہذیب تھی۔.....

میں نے پورے بازار کا چکر لگایا مگر کسی جھروکے میں وہ چاند نظر نہیں آیا جس کی مجھے تلاش تھی.....شانتی نہ جانے کس گھر میں تھی؟ .....میں یوں ہی ایک کوٹھے پر چڑھ گیا لیکن ابھی زینے کی

آخری سیڑھی پر ہی پہنچا تھا کہ معاً میرے ذہن میں ایک خیال آیا اور میں الٹے پاؤں زینے سے نیچے اتر گیا.....اپنی حماقت پر مجھے خود ہنسی آ رہی تھی.....دراصل ہمزاد کی غیر موجودگی نے اور پھر اس احساس نے کہ تین دن تک میں اس سے کوئی مدد نہیں لے سکتا۔ میرے حواس گم کر دیئے تھے جس خیال نے مجھے کسی طوائف کے گھر میں داخل ہونے سے روکا تھا وہ یہ تھا کہ میں بغیر ہمزاد کی مدد کے بھی یہ معلوم کر سکتا ہوں کہ شانتی کا کوٹھا کون سا ہے؟ میں اپنے تصور کی قوت کو تو بھول ہی بیٹھا تھا.....

میں زینے سے اتر کر سڑک کے ایک طرف کھڑا ہو گیا۔ جہاں ایک 12 سالہ لڑکا پھولوں کے ہار لوگوں کو فروخت کر رہا تھا۔ میں نے آنکھیں بند کر کے شانتی کا تصور کیا.....

چھن چھن چھن.....وہ شانتی تھی یا بجلی کوند رہی تھی میں نے

دیکھا کہ طبلے کی تھاپ پر اس کے جسم کا ایک ایک عضو تھرک رہا تھا یہ ایک بڑا سا کمرہ تھا جس میں دیواروں کے سہارے گاؤ تکیے لگائے کچھ ضعیف اور کچھ نوجوان شانتی کا رقص دیکھ رہے تھے ایک طرف سازوسامان کے قریب ایک بوڑھی عورت اچھے کپڑوں میں ملبوس بیٹھی تھی.....جواب بھی صورت شکل اور جسم میں بری نہیں تھی میں نے اندازہ لگایا کہ یہی شانتی کی ماں جی ہے۔ میں اس اجنبی ماحول میں کھو سا گیا اور اس وقت چونکا جب کسی نے میرا ہاتھ پکڑ کر کہا۔.....کیوں حاجی جی! کیا سڑک پار کرادوں؟

.....میرے تصور کا سلسلہ منقطع ہو گیا مجھے اس نوجوان کا یہ فقرہ سن کر ہنسی بھی آئی اور غصہ بھی.....وہ کم بخت میرے آنکھیں میچ کر ایک طرف کھڑے ہونے سے شاید سمجھا تھا کہ میں اندھا ہوں۔

.....میں نے آنکھیں کھول کر اسکا جائزہ لیا.....ریشمین

تہمد اور لکھنوے کرتے میں نیا نیا شوقین لگ رہا تھا.....میں اپنا غصہ پی جانا ہی مناسب سمجھا اور اس نوجوان سے بولا.....

کچھ نہیں بھائی بس ذرا کچھ سوچ رہا تھا.....تمہارا شکریہ!

کسی طرح اس نوجوان کو ٹال کر میں آگے بڑھا۔ کچھ لمحے پہلے پیش آنے والے واقعے پر مجھے اب خود ہنسی آرہی تھی.....میں اب ہر کوٹھے کے نیچے ایک لمحے رکتا کوٹھے کے اندر کا تصور کرتا اور آگے بڑھ جاتا۔.....آخر میں نے شانتی کا کوٹھا تلاش کر ہی لیا۔

.....میں اوپر چڑھ گیا.....محفل ابھی تک اسی طرح جمی ہوئی تھی.....میں دبے پاؤں آگے بڑھا اور جوتے اتار کر ایک طرف خاموشی سے بیٹھ گیا.....میں ابھی سنبھل کر بیٹھنے بھی نہ پایا تھا کہ شانتی سے میری نظریں ملیں۔ اور پھر تو وہ جیسے پتھر کی ہوگئی .....اس کے اوپر اٹھے ہوئے ہاتھ اوپر ہی رہ گئے.....

قدم جیسے جم گئے.....میں بہر حال اس کے لئے بھی ایک پراسرار شخصیت تھا.....غیر متوقع طور پر مجھے اپنے کوٹھے پر دیکھ کر ششدر رہ جانا قدرتی بات تھی.....دوسرے تمام بھی شانتی کی یہ حالت دیکھ کر حیران رہ گئے وہ کبھی میری طرف دیکھتے کبھی شانتی کی طرف دیکھتے جس کی نظریں مجھ پر جمی ہوئی تھیں.....یہ چند لمحے تھے مگر مجھے ایسا محسوس ہوا کہ جیسے شانتی صدیوں سے اسی طرح پتھر بنی کھڑی ہے.....وہ اس انداز میں بہت حسین لگ رہی تھی اور میں بھی جیسے اس میں کھو کر رہ گیا تھا ساز خاموش ہو چکے تھے اچانک شانتی کو اپنی حالت کا اندازہ ہوا اس کے اٹھے ہاتھ نیچے گر گئے وہ فرش پر بیٹھ کر اپنے گھنگھرو کھولنے لگی.....اسی وقت پیچھے بیٹھی ہوئی شانتی کی ماں کی آواز سنائی دی۔.....کیوں بیٹی کیا ہوا۔اب نہیں ناچو گی؟ یہ تم گھنگھرو کیوں کھول رہی ہو؟ ابھی تو شام بھی ڈھلی

نہیں ہے محفل جمی ہے شانتی.....آخر کیا ہوا تمہیں.....؟

نہیں ماں جی.....اب ہم نہیں ناچتے.....ہماری طبیعت کھراب ہوگئی ہے اس کے لہجے میں عجیب سی معصومیت تھی جیسے کوئی بچہ روٹھ جائے ارے تم دیکھتی نہیں.....یہ نئے حضرت آج ہمارے ہاں تشریف لائے ہیں یہ کیا خیال کریں گے۔ ماں جی نے پھر کہا۔

شانتی اور ماں جی کی بول چال میں رکھ رکھاؤ میں زمین آسمان کا فرق تھا.....ماں جی صحیح معنوں میں طوائف تھیں مگر شانتی اس فن میں شاید بالکل نووارد تھی.....جس کی تصدیق بعد میں مجھے ہو بھی گئی شانتی کو ماں جی نے نیا نیا خریدا تھا.....اور اس نے رات مجھ سے جھوٹ بولا تھا کہ وہ ویلی بازار میں پیدا ہوئی تھی اور یہیں پلی بڑھی ہے.....دراصل اس نے مجھے وہی بتایا تھا جو اسے ماں

جی نے سکھا رکھا تھا.....ورنہ حقیقت یہ تھی کہ تین مہینے قبل ماں جی نے شانتی کو ایک قریبی گاؤں سے پورے 200 روپے میں خریدا تھا.....اس زمانے میں 200 روپے بہت ہوتے تھے..... شانتی کو صرف رقص ہی سکھایا گیا تھا نہ اسے گانا آتا تھا اور نہ وہ آداب جو طوائفوں کے لئے مخصوص ہوتے تھے.....ہوتا یہ تھا کہ روز رات گئے تک شانتی کا رقص ہوتا کچھ تو تماش بینوں سے رقم انہیں مل جاتی اور جب محفل ختم ہوتی تو ماں جی کا اشارہ پا کر انہیں میں سے کوئی رات وہاں ٹھہر جاتا جس کے سارے معاملات ماں جی پہلے ہی طے کر لیتیں.....یہ تمام باتیں مجھے کافی دن میں معلوم ہوئیں میں نے پہلے اسلئے بتا دیں تا کہ میری سرگزشت سنتے ہوئے شانتی کے بارے میں الجھن پیدا نہ ہو کہ وہ اس قدر اجڈ کیوں تھی..... ہاں تو میں یہ کہہ رہا تھا کہ شانتی کی ماں جی اسے رقص جاری رکھنے کے

لئے کہہ رہی تھیں لیکن جب شانتی نے ان کے کہنے کے باوجود گھنگھرو کھول دیئے تو جواباً انہیں بھی محفل برخواست کرنی پڑی تمام تماش بین ایک ایک کر کے اٹھنے لگے۔ مگر ایک ضعیف العمر شخص بیٹھے رہے۔ جب ماں جی نے انہیں بیٹھے ہوئے دیکھا تو انہیں کچھ خیال آیا اور وہ شانتی کو مخاطب کر کے بولیں۔

بیٹی! مرزا صاحب سے میں ایک ہفتے سے شرمندہ ہوں روز آج کل کر رہی ہوں..... تمہیں تو بس یہ دل و جان سے چاہتے ہیں تمہیں یاد ہوگا کہ تمہارے لئے پچھلے ہفتے یہ دلاور جیسے خطرناک آدمی سے لڑنے پر آمادہ ہو گئے تھے آج رات..... پھر کچھ کہتے کہتے ماں جی رک گئیں اور انہیں اچانک میری موجودگی کا خیال آیا اور انہوں نے میری طرف پلٹ کر کہا..... معاف کیجئے..... حضور آج بٹیا کی طبیعت کچھ ناساز ہے یار زندہ صحبت باقی تشریف

لاتے رہیے۔غریب خانہ آپ ہی کا ہے۔

میں سمجھ گیا کہ ماں جی کا مقصد کیا ہے.....وہ چاہتی تھی کہ میں یہاں سے چلا جاؤں اور وہ اس ضعیف العمر شخص کو روک لیں یہ محسوس کرتے ہوئے مجھے سخت غصہ آیا.....لیکن میرے کچھ جواب دینے سے پہلے شانتی بول اٹھی.....

ماں جی! ہم بولا نا کہ ہماری طبیعت ٹھیک نہیں۔.....آپ مرجا جی کو کہدو نا.....کل آجاویں.....

اب میرے لئے یہ سب کچھ برداشت کرنا مشکل ہوتا جارہا تھا۔آخر یہ سب کیسے لوگ ہیں.....یہ کیا ماحول ہے جہاں ہر جذبہ اتنا کھوکھلا اور ہر احساس اتنا بے قیمت ہے.....شانتی جس نے مجھے ایک ہی رات میں اپنا گرو یدہ بنالیا تھا وہ میرے ہی سامنے کس بے باکی سے ایک دوسرے شخص سے وعدہ حاصل کررہی تھی.....

میں نے کچھ اور ہی سوچا تھا مگر یہاں تو رنگ ہی مختلف ہے۔ میں ایک دم چیخ پڑا۔

ماں جی! شانتی صرف میری ہے..... آج کے بعد یہاں کوئی مرزا صاحب شانتی کے جسم کا سودا کرنے نہیں آئے گا..... سمجھ گئیں.....

جی کیا فرمایا..... میں آپ کا مطلب نہیں سمجھی..... کیا آپ اپنے ادا کئے ہوئے جملے کی قیمت دینے کے اہل ہیں.....؟ ماں جی نے نہایت شستہ اور نرم لہجے میں کاروبار کی بات چیت کی۔

بولئے آپ کیا مانگتی ہیں..... میں نے تیز ہو کر کہا۔

آپ شاید بھول رہے ہیں کہ یہ ایک رات کا سودا نہیں آپ نے اس سے بڑھ کر بات کی ہے..... مگر ٹھہریئے..... ماں جی کچھ کہتے کہتے رکیں اور پھر ضعیف العمر سے مخاطب ہو کر بولیں.....

مرزا صاحب آپ تو اس بازار کی اونچ نیچ سے اچھی طرح واقف ہے اگر آپ کل کسی وقت مجھ سے اکیلے میں مل لیں تو کیا مضائقہ ہے۔

مرزا صاحب پہلی مرتبہ بولے .....خلاف توقع ان کی آواز ان کا جسم دیکھتے ہوئے کافی دبنگ تھی.....امینہ بائی! نئے لونڈوں کے شوق سے ہم بہت پریشان ہیں.....تم تو جانتی ہو کہ جب ہم جوان تھے تو ہم بھی اسی طرح کی ڈینگیں مارتے تھے مگر اس بازار کی سیڑھیاں اترتے چڑھتے اتنا تو تجربہ ہو گیا ہے کہ نئے اور پرانے پنچھی میں تمیز کر سکیں.....یہ صاحبزادے شاید اپنی زندگی میں پہلی مرتبہ کسی کوٹھے پر چڑھے ہیں۔اور نہیں جانتے کہ یہاں کے آداب کیا ہیں.....بہر حال! کی تو انھوں نے بدتمیزی مگر تمہارا خیال کر کے معاف کئے دیتا ہوں.....کل کسی وقت دن میں آؤں گا۔

.....یہ کہہ کر مرزا صاحب اپنا بیدا اٹھا کر چل دیئے میں ان کی

بات سن کر خون کے گھونٹ پیتا رہا اور کسی طرح ضبط کر گیا حالانکہ جی تو یہی چاہ رہا تھا کہ ان بڑے میاں کی عقل درست کر دوں۔ ضبط کرنے کی ایک وجہ ہمزاد کی غیر موجودگی بھی تھی..... مرزا صاحب کے جاتے ہی ماں جی یا امینہ بائی نے سازندوں کو بھی چھٹی دیدی

.....اور اب کمرے میں صرف ماں جی، میں اور شانتی رہ گئے

.....امینہ بائی پھر مجھ سے مخاطب ہوئی.....

ہاں تو حضور آپ نے فرمایا کہ شانتی سے اب کوئی نہیں مل سکتا.....

بجا ارشاد.....گویا اس کا مطلب یہ ہوا کہ آپ اسے اپنا پابند کرنا چاہتے ہیں.....جی؟

تم جو بھی سمجھو.....میں یہ برداشت نہیں کر سکتا کہ میرے علاوہ

.....شانتی کے جسم کو کوئی ہاتھ لگائے۔

مگر شانتی کے ناچنے پر تو کوئی پابندی نہیں ہوگی؟ امینہ بائی نے سوال

کیا۔

آخراس کی ضرورت کیا ہے.....میں نے پوچھا۔

کسی چیز کی ضرورت ہے کسی کی نہیں۔ گستاخی معاف یہ حضور سے بہتر اپنے لئے ہم زیادہ بہتر سمجھتے ہیں جب تک بدن میں کمان کا سا کساؤ ہے دنیا اپنی ہے جہاں ذرا سی اس کساؤ میں کمی آئی دنیا بدلتے دیر نہیں لگتی.....

آخر تمہارا مطلب کیا ہے صاف صاف کہو.....میں نے اکتا کر کہا۔

شانتی کو آپ کا پابند کرنے سے پہلے میں ہر بات طے کرنا چاہتی ہوں آپ ماہانہ کیا دیں گے.....اور یہ کہ شانتی کو رقص کرنے کی اجازت ہوگی یا نہیں.....امینہ بائی نے کہا۔

تم اگر ماہانہ چاہو تو ماہانہ.....روزانہ چاہو تو روزانہ.....مجھے

تمہاری کسی بات سے اعتراض نہیں.....مجھے اس سے بھی غرض نہیں کہ تم شانتی کو نچاؤ گی کہ نہیں.....یہ سبھی تم جانو.....جو چاہے کرو میری صرف ایک شرط ہے جو تمہیں بتا چکا ہوں۔.....

آپ کی شرط منظور ہے مگر اب بھی رقم کی بات ادھوری ہے آپ کے ذہن سے نکل گئی ہے یا.....یہ بات پہلے میں اس لئے کرنا چاہتی ہوں کہ کہیں آپ رقم سن کر اپنا فیصلہ بدلنے پر مجبور نہ ہو جائیں .....امینہ بائی نے مطلب پر آتے ہوئے کہا۔

میں کہہ چکا ہوں جو کہو گی.....

دو سو روپے مہینہ آپ کو ادا کرنا ہوگا۔شانتی پوری کی پوری صرف آپ کی ہوگی رات یہاں بھی گزار سکتے ہیں.....اور اگر اسے ساتھ لیجانا چاہیں تو ساتھ بھی لے جا سکتے ہیں مگر صبح کوٹھے پر پہنچ جایا

کرے.....

یہ لو.....جتنے ہیں گن لو.....خاصہ وقت برباد ہو چکا ہے اب مزید صبر کی طاقت مجھ میں نہیں.....یہ کہہ کر میں نے اپنی دونوں جیبیں امینہ بائی کے سامنے خالی کر دی.....

وہ رات میں نے ویلی بازار میں امینہ بائی کے کوٹھے پر شانتی کے ساتھ بسر کی.....صبح جب میں یکہ کر کے بیگم پل پہنچا اور کرایہ ادا کرنے کے بعد سڑک عبور کر کے اپنے مکان میں داخل ہونا ہی چاہتا تھا کہ میرے قریب سے ایک باریش شخص گزرا.....اور جیسے ہی اسکی نظر میرے چہرے پر پڑی وہ اس طرح اچھل پڑا جیسے بچھو نے ڈس لیا ہو..... پتہ نہیں اس نے میرے چہرے پر کیا دیکھا میں جب تک اپنے مکان میں داخل ہو گیا میں نے محسوس کیا کہ وہ شخص مجھے ہی دیکھتا رہا.....مجھے اس کے اس طرح چونکنے پر تعجب ہوا

لیکن زیادہ دیر تک میں اس کے متعلق سوچ نہ سکا اور نہ ہی کوئی فیصلہ کر سکا۔ کہ وہ اجنبی شخص مجھے دیکھ کر کیوں حیران ہو گیا.....اس لئے کہ میرے اعصاب بری طرح شل تھے اور دماغ پر نیند کا غلبہ تھا.....

میں سو گیا.....اور اس وقت جاگا جب کوئی زور زور سے دروازہ پیٹ رہا تھا.....مجھے اس طرح دروازہ پٹے جانے پر بہت سخت غصہ آیا.....پتہ نہیں کون بدتمیز ہے میں بڑبڑاتا ہوا اٹھا .....مگر نہ معلوم کیوں کمرے سے نکل کر صدر دروازے تک آتے آتے میں رک گیا.....آخر یہ کون ہو سکتا ہے.....یہاں تو کوئی مجھے جانتا بھی نہیں۔.....

اسی لمحے نہ جانے کیا سوچ کر میں نے آنکھیں بند کر لیں اور باہر کے دروازے کا تصور کیا.....میں نے دیکھا کہ پولیس کے چند

آدمیوں کے ساتھ وہ ہی باریش شخص موجود تھا۔ میرے ذہن نے گردان کی خطرہ اور یہ سوچتے ہی مجھے وہ رات یاد آ گئی جب مجھے قتل کیا گیا تھا میں نے بغیر وقت ضائع کئے اور یہ جانے بغیر کہ کیا معاملہ ہے؟ یہاں سے فرار ہو جانے کا فیصلہ کیا.....جلدی جلدی الٹے سیدھے کپڑے پہن کر اور جیبوں میں اوپر تک روپے ٹھونس کر میں مکان کے پچھلے دروازے سے گلیوں میں کافی دور نکل گیا.....اور پھر ایک سڑک پر نکل کر یکہ کیا اور یکے والے سے ویلی بازار کہہ کر پھر خیالوں میں کھو گیا ہمزاد کی غیر موجودگی میں یہ بہت ضروری تھا کہ میں قدم قدم پر محتاط رہوں.....کافی سوچنے کے بعد صرف ایک نتیجہ اخذ کر سکا.....وہ یہ کہ جس باریش شخص نے مجھے صبح دیکھا تھا وہ مجھے پہچانتا ہے اس کا مجھے دیکھ کر ایک دم چونک پڑنا پھر شام کو اس کا پولیس کے ہمراہ ہونا، ان تمام باتوں سے صرف ایک ہی نتیجہ نکلتا ہے

جو ہر چند کہ میرے لئے خطرناک تھا مگر میں بہر حال اس کی تصدیق کر لینا چاہتا تھا اور اس کے لئے ضروری تھا کہ مجھے فی الحال کہیں پناہ مل جائے جس کے لئے شانتی کے کوٹھے سے بہتر فی الحال اور کوئی جگہ نہ تھی۔.....

میں شانتی کے کوٹھے پر پہنچا تو وہ ابھی تک سوئی ہوئی تھی اس وقت شاید شام کے چار بجے ہوئے تھے۔.....امینہ بائی نے میرا استقبال کیا صبح یہاں سے روانہ ہوتے ہوئے اس نے بتایا تھا کہ میرا نام رشید یار جنگ ہے اور میں جمشید پور کے نواب کا لڑکا ہوں اور اپنے باپ کی کسی بات سے خفا ہو کر میرٹھ آ گیا ہوں امینہ بائی یہ تمام باتیں سن کر بڑی خوش ہوئی تھی.....اس نے پیشکش کی تھی کہ میں مستقل میرٹھ میں رہ جاؤں وہ ہر طرح میرے کام آئینگی.....

اسی لئے سر شام مجھے دیکھ کر وہ باغ باغ ہو گئی.....اس نے فوراً

ہی شانتی کو ایک ملازم سے جگوا دیا.....شانتی مجھے اتنی جلد دوبارہ دیکھ کر حیران رہ گئی اور ایک خاص ادا سے بولی۔.....بابو! تمہارا جی نا لگتا ہوگا اپنے گھر میں میں کیا جواب دیتا.....اس کی بات سنی ان سنی کر کے میں نے امینہ بائی سے کہا.....شانتی دراصل ٹھیک ہی کہتی ہے.....میں اکیلا ہوں اس لئے گھریوں بھی کاٹنے کو دوڑتا ہے.....پھر یہ کہ بغیر شانتی کے میں اپنے آپ کو ادھورا ادھورا محسوس کرتا ہوں اگر تمہیں اعتراض نہ ہو تو کچھ دن یہاں رک جاؤں.....؟

عبر چشتم! یہ تو عزت افزائی ہے کہ آپ نے غریب خانے کو اس قابل سمجھا.....امینہ بائی نے طوائفوں کے عام ہتھکنڈے مجھ پر استعمال کرنے شروع کر دیئے۔

دراصل ابھی میں صحیح طرح آرام بھی نہیں کر پایا.....میں کچھ دیر

اور آرام کرنا چاہتا ہوں پھر نہا دھو کر ذرا محفل میں بیٹھوں گا۔ اس لئے کہ اب شام ڈھل رہی ہے اور تمہیں تو محفل بہر حال جمانی ہے میں نے امینہ بائی سے کہا۔

اس وقت نیند مجھے بالکل نہیں آ رہی تھی مگر مجھے کچھ دیر کے لئے تخیل چاہیے تھا تا کہ میں نے اپنے ذہن میں جو نتیجہ نکالا تھا اس کی تصدیق کر سکوں۔

شانتی مجھے اندر لیجا کر ایک آراستہ کمرے میں چھوڑ آئی.....اس کمرے میں بھی ایک مسہری بچھی ہوئی تھی میں نے اندر سے کواڑ لگائے اور مسہری پر لیٹ گیا.....میں نے لیٹتے ہی اپنے تصور کی قوت آزمائی اور اسی باریش شخص کا تصور کیا جو اب سے تقریباً ایک گھنٹے پہلے پولیس کے ہمراہ میرے مکان تک آیا تھا.....وہ چہرہ مجھے نظر آنے لگا پھر اس کے ساتھ اس کے آس پاس کا ماحول بھی اور

اب میں سب کچھ دیکھ اور سن سکتا تھا یہ جگہ تو میری دیکھی بھالی محسوس ہو رہی تھی میں نے سوچا اور یہ چہرہ.....ہوں.....یہ تو وہی نواب صاحب ہیں.....

اچھا! تو یہ نواب صاحب کی حویلی کا مردانہ حصہ ہے اور یہ کمرہ وہی کمرہ ہے جسمیں ایک مرتبہ ہمزاد نے نواب صاحب کی درگت بنائی تھی .....مجھے سب کچھ یاد آ گیا.....میں دیکھ رہا تھا کہ میرٹھ کے نواب صاحب گاؤ تکیہ لگائے اپنی مسہری پر محو استراحت تھے اور انکے سامنے بچھی ہوئی کرسیوں پر تین باریش شخص تھے ان میں سے ایک نواب صاحب کے طبیب خاص تھے اور ایک چہرہ میرے لئے قطعی اجنبی تھا اور ایک وہی باریش شخص تھا جسے میں نے صبح دیکھا تھا.....تو میرا خیال درست تھا میں نے سوچا.....اب میں ان کے درمیان ہونے والی گفتگو بھی غور سے سنوں۔ طبیب خاص کہہ

رہا تھا.....

نواب صاحب۔فصاحت صاحب نے جو کچھ کہا وہ بڑی عجیب سی بات ہے اب تک میرے علم میں ایسا کوئی واقعہ نہیں آیا.....شیخ کرامت کو تو قتل کیا جا چکا ہے اور اس بات کو کافی عرصہ بھی ہو چکا ہے پھر یہ کہ اس قتل کی تصدیق بھی کرائی جا چکی ہے۔میں خود کو اس بات پر آمادہ نہیں کر پا رہا کہ یقین کر لوں کہ وہ زندہ بچ گیا یا دوبارہ زندہ ہو گیا اور ستم یہ کہ میرٹھ آ گیا یہ تو.....باریش شخص جسے فصاحت کہا گیا تھا ضبط نہ کر سکا۔اس نے طبیب خاص کی بات کاٹتے ہوئے کہا۔جناب حکیم صاحب آپ جانتے ہیں.....حضور کی خدمت کرتے ہماری عمر یہ ہو گئی کبھی آپ نے ہماری زبان سے کذب نہ سنا ہو گا.....بھلا میں جھوٹ کیوں بولتا آپ کے علم میں ہے کہ شیخ کرامت کے لئے نواب صاحب قبلہ نے جن عاملوں کو بدایوں بھیجا

تھا ان میں میں بھی تھا.....میں نے شیخ کرامت کو بدایوں میں اچھی طرح دیکھا ہے.....میں وہ چہرہ نہیں بھول سکتا.....

مگر وہ غائب کہاں ہو گیا.....ہم نے ان کی اطلاع ملتے ہی فوراً انتظام مکمل کر دیا.....یہاں کے تمام بڑے انگریز افسران اپنی مٹھی میں ہیں.....تم لوگوں نے دیکھا کہ فوراً شیخ کرامت کی گرفتاری کے وارنٹ ہم نے جاری کرا دیئے۔اس مرتبہ نواب صاحب بولے۔

حضور کے لئے بہت معمولی بات ہے.....تیسرا باریش بولا۔جو اب تک چپ بیٹھا تھا۔.....لیکن میری معلومات کے مطابق تو یہ ہے کہ.....فصاحت صاحب نے جس مکان کے بارے میں کہا ہے کہ وہاں انہوں نے شیخ کرامت کو داخل ہوتے ہوئے دیکھا

ہے وہ مکان کسی رشید یار جنگ نے خریدا ہے حال ہی میں اور وہ تنہا رہتا ہے..... سمجھ میں نہیں آتا کہ کیا معاملہ ہے۔..... ویسے اگر میں بھی ایک نظر اسے دیکھ لوں تو تصدیق ہو جائے.....

حضور اس کے لئے چلہ کشی کرنی پڑے گی آپ جائیں یہ کوئی معمولی کام تو ہے نہیں مگر اللہ کے کلام میں بڑی طاقت ہے اور یقیناً معلوم ہو جائے گا۔ وہ زندہ ہے یا نہیں؟ اور اگر زندہ ہے تو کہاں ہے لیکن جیسا کہ میں نے عرج کیا چالیس دن کے عمل کے بعد ہی کچھ پتہ چل سکے گا۔.....

یہ چکر تو بہت لمبا ہو جائے گا..... نواب صاحب کچھ سوچ کر بولے حکیم صاحب آپ کچھ فرمائیے۔.....

ان سب کی گفتگو سن کر مجھے اندازہ ہو گیا کہ مجھے یہاں پہچان لیا گیا ہے اور پہچاننے والے وہ ہی ہے جو مجھے بدایوں میں مارنے کے لئے

گئے تھے۔ یا نواب صاحب کے غنڈوں بھی میں نے پہلے نتیجہ اخذ کیا تھا جس کی تصدیق ہوگئی تھی.....اسلئے میں نے مزیدان لوگوں کی گفتگو سننے میں وقت ضائع نہیں کیا۔ میں اب اس طرف سے تو مطمئن تھا کہ وہ چالیس دن سے پہلے میرا پتہ نہیں چلا سکتے۔ اور یہ چالیس دن کس نے دیکھے ہیں صرف دو دن بعد ہمزاد میرے پاس ہو گا پھر تو ایک ایک سے نمٹ لیا جائے گا۔.....میں نے فیصلہ کیا کہ اب ہمزاد کے آتے ہی چن چن کر نواب کے غنڈوں اور عاملوں کو موت کے گھاٹ لگا دیا جائے گا نہ رہے بانس نہ بجے بانسری .....اگر ان لوگوں کو ٹھکانے لگا دیا جائے تو مجھے کوئی خطرہ نہیں .....جب تک یہ لوگ زندہ ہیں میرے لئے خطرہ ہی خطرہ ہے میں نے سوچا.....یہ فیصلہ کر کے میرے ذہن کا بوجھ ہلکا ہوا۔ ہمزاد کے بغیر میں بقیہ دو دن بھی بہت محتاط طور پر گزارنا چاہتا تھا۔

.....اس لئے کہ جولوگ مجھے پہچانتے تھے میرے قاتل تھے ان سے میں بے خبر تھا.....کیا معلوم کون آدمی نواب کا غنڈہ ہے اور کون عاملوں میں سے ہے جو مجھے اچھی طرح سے جانتے ہیں اسی لئے میں نے فیصلہ کیا کہ ان دو دنوں میں نہ تو میں گھر سے باہر نکلوں گا اور نہ ہی یہاں رہنے کے باوجود شانتی کے رقص کی محفل میں شریک ہوں گا۔

امینہ بائی نے شاید خاصا انتظار کرنے کے بعد میرے پاس ملازم بھیجا کہ محفل جم گئی ہے اور خود میں بھی گھنگھروؤں کی آواز سن چکا تھا مگر میں نے ملازم سے طبیعت ناساز کا بہانہ کر دیا اور تنہا اسی کمرے میں لیٹا رہا۔ یہاں تک کہ ملازم نے شمع بھی خود آ کر روشن کی کچھ دیر بعد ہی شانتی مجھے لینے آئی مگر میں نے اسے بھی ٹال دیا۔.....یہ تمام احتیاط اس وقت تک ضروری تھے جب تک ہمزاد میرے پاس نہ

آ جائے۔اور تین دن پورے ہونے سے پہلے میں نہیں چاہتا تھا کہ اسے طلب کروں اس لئے کہ مہ پارہ کے بارے میں معلومات حاصل ہونا بھی بے انتہا ضروری تھا.....

وہ دو دن میں نے شانتی کے کوٹھے پر گزارے امینہ بائی ہی کیا شانتی بھی مجھ سے خوش تھی.....بقیہ دو راتوں میں شانتی نے مجھے اتنا اسیر کیا کہ مجھے اپنا طلب گار بنا لیا۔اب مجھے محسوس ہو رہا تھا کہ میں شانتی سے پہلے جیسے ادھورا تھا۔.....ہاں امینہ بائی اور شانتی اس وجہ سے ذرا الجھن میں تھیں کہ میں کمرے سے باہر کیوں نہیں نکلتا۔

.....دو دن کی وہ پابندی مجھے شانتی کے وجود نے محسوس ہی نہ ہونے دی.....شانتی بس شام ہوتے مجھ سے جدا ہوتی اور رات گئے سے پھر دوسرے دن شام تک میرے پاس رہتی.....

تیسرے دن صبح ہی صبح میں نے شانتی سے کہا۔میں غسل کرنا چاہتا

ہوں.....رات بھر کی تھکن سے وہ نڈھال تھی مگر میرے کہنے پر وہ اٹھی.....لباس پہنا اور مجھے غسل خانے تک چھوڑ آئی۔

.....جب میں نہا کر واپس کمرے میں آیا تو وہ سو چکی تھی عین اسی وقت میں نے ہمزاد کو کمرے میں داخل ہوتے ہوئے دیکھا۔اور اسے دیکھتے ہی خوشی سے میری باچھیں کھل گئیں.....دراصل میں ہمزاد کا اتنا عادی ہو چکا تھا کہ مجھے یہ تین دن تین صدیاں محسوس ہوئے تھے میرا جی چاہا کہ میں بڑھ کر اسے گلے لگا لوں۔

.....میری محبت کو شاید اس نے بھی محسوس کر لیا اس سے پہلے کہ میں کچھ کہتا وہ بولا.....مجھے آپ کے جذبات کا علم ہے اور میں ان تین دنوں میں آپ سے بیخبر بھی نہیں رہا ہوں.....مجھے وہ سب کچھ معلوم ہے جو ان تین دنوں میں آپ پر گزری ہے

.....لیکن میں اس قدر مصروف تھا تھا کہ کوئی مداخلت نہ کر سکا میں

اگر یہ دیکھتا کہ پانی سر سے اونچا ہو رہا ہے یا آپ کی زندگی خطرے میں ہے تو سب کام چھوڑ کر آپ کے حضور حاضر ہو جاتا۔ لیکن میں نے دیکھا کہ آپ نے نہایت ہوشیاری اور دانش مندی سے کام لیا اور حالات کو مزید بگڑنے نہیں دیا..... میں رات تین بجے کے بعد ہی سے یہاں اس شہر میں ہوں..... لیکن آپ اس وقت ناپاکی کی حالت میں تھے۔ اس لئے میں آپ سے فوراً نہیں مل سکا..... بہر حال گفتگو طویل ہے بہتر یہ ہے کہ گھر چلا جائے.....

گھر..... میں نے حیرت سے کہا۔ کیا تمہیں معلوم نہیں کہ

..... مجھے سب کچھ معلوم ہے جیسا کہ میں نے ابھی آپ سے عرض کیا کہ میں آپ کے حالات سے بیخبر نہیں رہا ہوں..... ہمزاد نے میری بات کاٹ کر کہا۔

پھر.....؟

پھر یہ کہ اب اس شہر میں آپ کو پہچاننے والا ایک شخص بھی زندہ نہیں۔ میں نے تین بجے سے اب تک یونہی وقت نہیں گزرا۔.....ہمزاد کی بات سن کر میں اچھل پڑا.....

تو کیا تم نے اس کو ٹھکانے لگا دیا.....میں نے سوال کیا۔

جی ہاں.....اب نہ تو نواب صاحب کا کوئی غنڈہ بچا ہے اور نہ ہی کوئی عامل.....اب آپ کو اس شہر میں کوئی خطرہ نہیں سوائے ایک بڑے خطرے کے ہمزاد نے کہا۔

بڑا خطرہ۔

یہ تمام بات آپ کو گھر چل کر تفصیل سے بتاؤں گا.....

میں نے شانتی کو جگانا مناسب نہیں سمجھا اور امینہ بائی سے رات کو آنے کا وعدہ کر کے ہمزاد کے ہمراہ بیگم پل کی طرف روانہ ہو گیا۔ گھر پہنچ کر غنودگی اور تھکن کے باوجود میں نے ہمزاد سے کہا۔

میں جلد سے جلد مہ پارہ کے بارے میں جاننا چاہتا ہوں.....تم مجھے بتاؤ کہ تم نے اس کے بارے میں کیا کچھ معلوم کیا.....؟

مہ پارہ کے بارے میں میں الف سے لے کری تک سب کچھ معلوم کر چکا ہوں.....اور وہ سب آپ کو سنانے سے پہلے میں آپ سے صرف ایک بات پوچھنا چاہتا ہوں.....وہ یہ کہ کیا آپ مہ پارہ کا خیال اپنے دل سے نکال نہیں سکتے.....؟ ہمزاد نے کچھ جھجکتے ہوئے کہا۔

کیا کہہ رہے ہو.....کیا اپنی بے عزتی بھلا دوں.....ایک لڑکی کے سامنے سر جھکا دوں.....یہ نہیں ہو سکتا ہرگز نہیں ہو سکتا تم مجھے بتاؤ کہ تمہیں اس کے بارے میں کیا معلوم ہوا ہے۔ میں نے نرم لہجے میں کہا۔

میرے اور آپ کے لئے بہتر تو یہی تھا کہ ہم اس فتنے کو نہ چھیڑتے۔

لیکن آپ نے اس کو اپنی انا کا مسئلہ بنالیا ہے تو بہر حال آپ کو ضرور بتا دینا چاہتا ہوں کہ اس طرح نہ صرف آپ کی زندگی خطرے میں پڑنے کا امکان ہے بلکہ مجھے بھی بڑے سے بڑا نقصان پہنچ سکتا ہے مثلاً میری تمام قوتیں سلب کر لی جائیں گی.....میں ناکارہ و بیکار ہو جاؤں گا.....میں آپ کو ہر بات سے آگاہ کئے دے رہا ہوں آگے آپ کو اختیار ہے جو چاہیں کریں لیکن میری اپنی رائے یہی ہے کہ مہ پارہ سے نہ ٹکرایا جائے۔لڑکیاں اور بہت مل سکتی ہیں.....

تم کیا بات کر رہے ہو مسئلہ لڑکیوں کا نہیں عزت نفس کا ہے ذلت اور بزدلی کی زندگی گزرانے سے بہتر ہے کہ آدمی مر جائے۔

سوچ لیجئے۔میں تو آپ کے حکم کا تابع ہوں اور آپ جو حکم دیں گے اسے ہر طرح بجالاؤں گا آپ کی زندگی میں اتنی سستی نہیں سمجھتا کہ ایک لڑکی کے لئے اسے گنوا دیا جائے.....ہمزاد نے مجھے پھر

سمجھایا.....

یہ میرا آخری فیصلہ ہے.....تم مجھے اس کے بارے میں بتاؤ

.....میں تفصیل سے سننا چاہتا ہوں۔.....پھر ہمزاد نے مہ

پارہ کے بارے میں مجھے جو کچھ بتایا وہ پراسرار اور عجیب ہونے کے

علاوہ واقعی تشویشناک تھا۔ مجھے گمان بھی نہ تھا کہ ایک معمولی سی لڑکی

نظر آنے والی مہ پارہ میں اتنی پراسرار قوتیں جمع ہیں.....ہمزاد

مجھے جو کچھ بتا رہا تھا وہ یہ تھا.....مہ پارہ کے والد یعنی نواب

صاحب کے طبیب خاص ارشاد احمد خان نے اپنی جوانی کے ایام میں

موجودہ نواب کے والد بزرگوار کے ہمراہ ایک دور دراز علاقے میں

سفر کیا تھا.....طبیب خاص کی عمر اس وقت سولہ سترہ سال تھی

.....بڑے نواب صاحب انہیں بہت چاہتے تھے

اسی لئے جب انہوں نے شیر کا شکار کرنے کے لئے افریقہ کا سفر

اختیار کیا تو طبیب خاص بھی ان کے ہمراہ تھے بڑے نواب صاحب کو شکار سے جنون کی حد تک شوق تھا.....انہیں نہ معلوم کس نے بتا دیا تھا کہ ٹانگانیکا سے بہتر شیر کا شکار کہیں نہیں ہوتا.....بس بڑے نواب صاحب کو اسی دن سے تانگانیکا جانے کی دھن سوار ہوگئی تھی .....حالانکہ لوگوں نے انہیں بہت سمجھایا بجھایا مگر وہ اپنی ضد پر اڑے رہے اور کہتے رہے کہ اگر شیر کا شکار ہوگا تو ٹانگانیکا میں ورنہ نہیں اور بغیر شیر کے شکار ہماری زندگی کا مقصد ہی کیا.....؟

نواب کے دربار میں طبیب خاص کے والد اس عہدے پر فائز تھے جس پر بڑے آج طبیب خاص متعین تھے جب کسی طرح بڑے نواب نے اپنے سفر کا ارادہ ترک نہ کیا تو لوگوں نے ارشاد احمد خان یعنی موجودہ طبیب مہ پارہ کے والد کو اس بات پر آمادہ کیا گیا کہ وہ انکو روک سکیں اسلئے کہ ارشاد احمد خان بڑے نواب صاحب کے منہ

چڑھتے تھے اور انہوں نے منع کرنے کی کوشش کی تھی نواب صاحب نے ان کو بھی ساتھ چلنے کا حکم صدر کر دیا۔ اب کیا ہو سکتا تھا۔

.....مجبوراً ارشاد احمد خان کو بھی نواب صاحب کے ساتھ تانگانیکا کے سفر پر روانہ ہونا پڑا.....

ٹانگانیکا پہنچ کر شیر کا شکار کیا بڑے نواب صاحب تو ایک چڑیا نہ مار سکے۔.....اسی زمانے میں افریقہ کا سفر ہنسی کھیل نہیں تھا ارشاد احمد خان جب میرٹھ سے چلے تھے تو ان کی عمر سولہ سترہ سال تھی اور جب وہ ٹانگانیکا کے ایک مقام ڈوڈو پر پہنچے تو ان کی عمر پورے 20 سال ہو چکی تھی.....نہ جانے کہاں سے ہو کر اور کیسے کیسے بڑے نواب صاحب کا قافلہ افریقہ کی پراسرار سرزمین پر اترا۔ راستے میں وہ تھک جاتے یا کوئی بیمار پڑ جاتا تو ہفتوں ایک ایک مقام پر ہی ٹھہرنا پڑتا ڈوڈو پہنچ کر معلوم ہوا کہ وہ خبر غلط تھی کہ اس علاقے میں

شیروں کی کثرت ہے بڑے نواب صاحب سخت مایوس ہوئے مگر اب کیا ہوسکتا تھا سفر کی تھکن اس قدر تھی کہ فوراً واپسی بھی محال تھی اس لئے وہاں یہ طے پایا گیا کہ ایک آدھ مہینہ یہاں رہ کر واپس ہوا جائے۔.....

ڈوڈوما کی آبادی ان دنوں کچھ ایسی زیادہ نہیں تھی بلکہ یہ سمجھو کہ وہ شہر کی بجائے ایک معمولی سا قصبہ تھا جس کے اطراف میں گھنے جنگلات تھے اور جنگلات کے بعد ریگستان.....طبیب خاص پر بڑے نواب کی چشم عنایت رنگ لائی اور انہوں نے اپنے تمام ملازمین کو آزادی دے دی کہ وہ جی چاہے جہاں گھومیں.....

ملازمین نے یہ اجازت طبیب خاص ہی کے ذریعے حاصل کی تھی

.....ایک شام بڑے نواب کا خاص خدمت گار عبدالصمد برے حالوں لوٹا.....اسکے منہ سے جھاگ نکل رہی تھی لوگوں سے

معلوم ہوا کہ وہ جنگلات کی طرف جاتا ہوا دیکھا گیا تھا ان جنگلوں کے بارے میں مشہور تھا کہ ان میں بہت زہریلے سانپ رہتے ہیں اسی وجہ سے لوگ ان سے دور دور رہتے تھے اور ڈوڈو کے باشندے اجنبیوں کو بھی ان سے دور رہنے کی ہدایت کرتے تھے عبدالصمد کی حالت بتا رہی تھی کہ اسے بھی کسی سانپ نے کاٹا ہے۔

.....مقامی لوگ بڑے نواب کی قیامگاہ پر ٹوٹ پڑے جو چند ڈیروں پر مشتمل تھی ان میں سے ہر ایک اس کوشش میں تھا کہ عبدالصمد کو بچالیا جائے اور ہر ایک کے پاس سانپ کے کاٹے کی دوا تھی

.....وہ بڑے عجیب لوگ تھے۔ بہر حال ڈوڈو کے رہنے والوں نے کسی طرح عبدالصمد کو بچالیا مگر دوسرے دن پوری طرح ہوش میں آنے کے بعد اس نے جو کہانی بیان کی وہ نہ صرف بڑے نواب کے لئے حیرت انگیز تھی بلکہ قافلے کا ہر شخص اسے سن کر حیران تھا عبدالصمد

نے بتایا تھا کہ سرِ شام جب وہ ٹہلتا ہوا ان جنگلوں کی طرف نکل گیا تو اس نے پیڑوں کے درمیان ایک قطعی برہنہ نوجوان لڑکی کو دیکھا..... جس کے جسم کے گرد لباس کی جگہ سانپ لپٹے ہوئے تھے عبدالصمد نے چاہا کہ وہ لوٹ جائے مگر اس کی نظریں اس نوجوان افریقی لڑکی سے ٹکرا گئیں..... اور وہ خود پر قابو نہ رکھ سکا اسے ایسا لگا جیسے وہ لڑکی اسے زبردستی اپنی طرف کھینچ رہی تھی اسکی آنکھوں میں بلا کی مقناطیسی قوت تھی۔ اور پھر جب بے خود ہو کر عبدالصمد نے چاہا کہ لڑکی کو اپنی آغوش میں بھرے تو اس کے گلے میں لپٹے ہوئے سانپ نے اسے ڈس لیا۔..... سانپ کے ڈستے ہی جیسے وہ اس پراسرار سحر سے آزاد ہو گیا..... یک لخت اور بے پناہ اذیت کے باوجود اس نے ہمت نہ ہاری اور جنگل سے بھاگ کر اپنی قیام گاہ تک آ گیا۔

عبدالصمد نے بتایا کہ سانپ کے ڈستے ہی وہ نوجوان افریقی لڑکی نہ معلوم کہاں غائب ہوگئی تھی.....عبدالصمد کے بیان میں کسی نے دلچسپی لی ہو یا نہ لی ہو مگر ارشاد احمد نے اس نوجوان افریقی لڑکی کے بارے میں ایک ایک تفصیل بار بار پوچھی.....دراصل عبدالصمد نے نوجوان لڑکی جو نقشہ کھینچا تھا وہ ارشاد احمد خان کے دل کو لگ گیا تھا اور ان کے دل میں بھی اس لڑکی کو ایک بار قریب سے دیکھنے کی خواہش مچلنے لگی تھی۔ مگر انہوں نے اپنی ساری خواہش کا اظہار کسی سے نہیں کیا گھنے جنگلوں میں رہنے والی اس تنہا پراسرار لڑکی کے بارے میں ڈوڈو کے باشندوں میں طرح طرح کی کہانیاں مشہور تھیں .....وہ سب اس کے وجود سے باخبر تھے ان کا کہنا تھا کہ وہ پراسرار لڑکی سینکڑوں سال سے ان جنگلوں میں رہتی ہے اور وہ اسی طرح ہمیشہ سے جوان ہے اور جوان رہیگی لڑکی کے بارے میں ان

روایتوں نے ارشاد احمد خان کو اور زیادہ مجبور کیا کہ وہ اسے ایک بار ہی سہی مگر وہ دیکھ ضرور لیں.....بڑے نواب صاحب اپنے ہمراہ ایک ضعیف شخص کو بھی لائے تھے جو افریقہ کی قدیم زبانوں کو سمجھنے کا اہل تھا تا کہ انہیں یہاں پہنچ کر پریشانی نہ ہو یہی ضعیف شخص بڑے نواب کے قافلے اور ڈوڈو کے باشندوں کے درمیان رابطہ تھا اور اسی سے یہ تمام باتیں قافلے والوں کو معلوم ہوئی تھیں اس پراسرار لڑکی کے بارے میں ایک روایت یہ بھی تھی کہ وہ اب سے ساڑھے پانچ سو سال پہلے سے یہاں رہتی ہے اور اس کی کل عمر چھ سو سال ہے۔ ابھی پچاس برس باقی ہے.....پچاس سال بعد وہ مر جائے گی لیکن وہ جوان ہی مرے گی.....ان چھ سو سالوں کا جواز وہ یہ بتاتے تھے۔ کہ اب اسے ٹھیک پچاس سال بعد اس جادوئی عمل کا اثر ٹوٹ جائے گا جو اس لڑکی کی ماں نے اس کی طویل زندگی کے لئے

ساڑھے پانچ سو سال پہلے کیا تھا.....اور نہ جانے کیا کیا قصے کہانیاں تھیں جو ارشاد احمد خان نے لڑکی کے بارے میں سنیں .....ان کا اشتیاق بڑھتا گیا۔.....وہ جوانی کے جوش میں عبدالصمد کے ساتھ پیش آنے والا واقعہ بھی بھول گئے اور ایک دن ان گھنے جنگلوں میں لڑکی کو تلاش کرنے کے لئے گھس گئے۔..... نہ جانے وہ کدھر سے کدھر نکل گئے اور جب انہوں نے لڑکی کی تلاش سے تنگ آ کر لوٹنا چاہا تو وہ راستہ بھول چکے تھے دن کے وقت بھی اس گھنے جنگل میں کسی قدر اندھیرا تھا.....ارشاد احمد خان بہت گھبرائے مگر اب کیا ہو سکتا تھا.....وہ کافی دیر جنگل میں بھٹکتے رہے اور پھر ایک پیڑ کے نیچے بیٹھ گئے۔.....ابھی وہ سنبھل کر بیٹھنے بھی نہ پائے تھے کہ ایک سانپ تیزی سے سرسراتا ہوا ان کے قریب سے گزرا۔وہ اچھل کر کھڑے ہو گئے.....پھر تو جیسے

انہیں سانپوں نے ہر طرف سے گھیر لیا ہو وہ بدحواس ہو کر اپنے چاروں طرف دائرے کی صورت میں پھیلے ہوئے سانپوں کو دیکھ رہے تھے اسی وقت کسی کے کھلکھلا کر ہنسنے کی آواز نے انہیں اپنی طرف متوجہ کر لیا .....یہ آواز سامنے سے آئی تھی پھر انہوں نے غور سے سامنے دیکھا تو سامنے والے پیڑ کی ایک موٹی شاخ پر ایک لڑکی کو بیٹھے ہوئے دیکھا۔

وہ پھر ہنسی.....اس مرتبہ اس نے اپنے منہ سے عجیب سی آواز نکالی جو بہت حد تک سسکاری سے مشابہ تھی اس آواز کا ردعمل ارشاد احمد خان کے اردگرد دائرے کی صورت میں پھیلے ہوئے سانپوں پر ہوا اور وہ اپنا حلقہ توڑ کر تیزی سے اس پیڑ کی طرف بڑھے جس پر وہ پراسرار لڑکی بیٹھی ہوئی تھی.....سانپ رینگتے ہوئے پیڑ پر چڑھ گئے اور پھر ارشاد احمد خان کے دیکھتے دیکھتے وہ سب لڑکی کے جسم سے

لپٹ گئے۔

ارشاد احمد خان یہ سب کچھ حیرت سے دیکھتے رہے۔.....

پھر کچھ دیر بعد وہ لڑکی پیڑ سے اتری.....ارشاد احمد خان کے قریب آئی ان کا ہاتھ پکڑا اور ایک سمت چلنے کا اشارہ کیا ارشاد احمد خان نے محسوس کیا کہ لڑکی کے ہاتھ کی گرفت دوستانہ تھی وہ اس کے ساتھ چل دیئے.....وہ سمجھ چکے تھے کہ یہ وہی لڑکی ہے جسکے بارے میں ڈوڈو کے باشندوں میں عجیب عجیب کہانیاں مشہور ہیں .....وہ مستقبل سے بے خبر اس لڑکی کے ساتھ چلتے رہے۔ یہ سفر جلدی ہی ایک بڑے سے جھونپڑے پر جا کر ختم ہو گیا۔

جھونپڑی میں جنگلی گھاس کے ایک ڈھیر پر لڑکی لیٹ گئی اس کے لیٹنے سے پہلے سانپ اس کے جسم کو چھوڑ کر نہ جانے جھونپڑی میں کدھر کدھر غائب ہو گئے سانپ جو اس پراسرار لڑکی کے جسم کا لباس بنے

ہوئے تھے۔

سانپ جواس کے محافظ تھے سانپ جواس گھنے جنگل کی واحد مخلوق تھے اس لئے ارشاد احمد خان نے اس جنگل میں سوائے اس جانور کے اب تک کوئی جانور نہیں دیکھا تھا.....لڑکی آرام سے گھاس کے بنے ہوئے چبوترے پر لیٹی تھی.....اس نے ہاتھ کے اشارے سے ارشاد احمد خان کو قریب بلایا اور ایسی غیر متوقع حرکت کی کہ اگر عام حالات ہوتے تو ارشاد احمد خان اس لڑکی کو سخت سزا دیتے اور ان کے قریب پہنچتے ہی وہ اچھل کر اٹھی اور ان کا لباس تار تار کر دیا۔ پھر وہ ان کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر گھورنے لگی یہاں تک کہ ارشاد احمد خان کو نیند آنے لگی وہ پیال کے بستر پر گر گئے اور سو گئے۔ آنکھ کھلی تو گزرے ہوئے واقعات یاد آنے لگے۔ اپنی حالت کا احساس ہوتے ہی وہ گھاس کے نرم بستر سے اٹھے اور بستر کے پاس

ہی پڑے ہوئے اپنے کپڑوں کو سمیٹنے لگے جو پھٹے ہوئے ہونے کے باوجود بھی اس قابل تھے کہ ان سے ستر پوشی ہو سکے انہوں نے قمیض سے لنگوٹ کا کام لیا اور پھٹے ہوئے پاجامے کو گھاس کے نیچے سرکا دیا کہ شاید کبھی کام آجائے اس کام سے فارغ ہو کر انھیں اس پراسرار لڑکی کا خیال آیا کہ وہ کہاں چلی گئی وہ کچھ سوچ کر جھونپڑے کے دروازے کی سمت بڑھے لیکن دروازے تک پہنچ کر وہ ایک دم ٹھٹھک گئے ان کی آہٹ پاتے ہی لڑکی کے محافظ ہوشیار ہو گئے تھے

جھونپڑے کے دروازے میں سانپوں کا ایک جوڑا پھن پھیلائے بیٹھا تھا سانپوں کو اپنی راہ میں حائل دیکھ کر وہ سمجھ گئے کہ وہ پراسرار لڑکی نہیں چاہتی کہ وہ اس کی غیر موجودگی میں جھونپڑے سے نکل کر کہیں جا سکیں۔ وہ الٹے پاؤں جھونپڑے میں واپس آ گئے انھیں اتنا اندازہ ضرور ہو گیا تھا کہ بغیر لڑکی کا اشارہ پائے یہ سانپ انھیں کوئی نقصان

نہیں پہنچائیں گے اس لئے کہ اس کا تجربہ انھیں اس وقت ہو چکا تھا جب انہوں نے پہلی مرتبہ لڑکی کو دیکھا تھا ہاں یہ ممکن ہے کہ اگر میں اس لڑکی کی خلاف مرضی کروں یا اسے نقصان پہنچانے کی کوشش کروں تو سانپ میرے لئے ضرر رساں ثابت ہوں گے وہ اس طرح کے وسوسوں اور خیالوں میں ایسے گم ہوئے کہ انھیں پتہ ہی نہ چلا کہ لڑکی کب خاموشی سے جھونپڑے میں داخل ہوئی اور کب ان کے پیچھے آ کر کھڑی ہوگئی اس وقت انکی پشت جھونپڑے کے دروازے کی طرف تھی۔ جیسے ہی لڑکی نے ان کے شانے پر ہاتھ رکھا وہ اچھل پڑے .....ان کے اس طرح اچھل پڑنے پر لڑکی بہت زور سے ہنسی لڑکی کے ہنسنے پر انھیں سخت غصہ آیا وہ جھنجھلا کر مڑے جوانی کے جوش میں وہ یہ بھول گئے کہ وہ کسی عام لڑکی پر ہاتھ نہیں اٹھا رہے لڑکی کے جسم سے جیسے ہی ان کا ہاتھ لگا ایک شدید جھٹکے نے انھیں دور

پھینک دیا وہ جھونپڑے کے کچے فرش پر پڑے۔اس پراسرار لڑکی کو خوفزدہ آنکھوں سے دیکھ رہے تھے لڑکی کے چہرے سے غصے کا اظہار ہو رہا تھا ان کا جوش اب خوف میں بدل چکا تھا اور انھیں پوری طرح احساس ہو گیا تھا کہ وہ لڑکی کا کچھ نہیں بگاڑ سکتے اور ہر طرح اسکے رحم و کرم پر ہیں اپنی مجبوری اور بے بسی کا احساس ہوتے ہی انہوں نے رحم طلب انداز میں لڑکی کی طرف دیکھا۔لڑکی نے شاید ان کی نگاہوں کا پیغام پڑھ لیا تھا۔وہ ان پر جھکی اور انھیں سہارا دیکر گھاس کے بستر پر بٹھا دیا۔اسلئے کہ جھٹکا لگتے ہی انھیں محسوس ہوا جیسے ان کے جسم کی ساری جان نکل گئی ہو۔وہ اس وقت بے انتہا کمزوری محسوس کر رہے تھے شاید اس کی وجہ وہ ماحول اور وہ پراسرار حالات تھے جن سے وہ نبر آزما تھے پھر نہ جانے لڑکی کو کیا سوجھی کہ جھونپڑے سے نکل کر ایک دم کہیں چلی گئی جب وہ کچھ دیر بعد واپس آئی تو اس کے دونوں ہاتھوں

میں جنگلی پھل تھے جو اس نے ان کے سامنے ڈھیر کر دیئے اور اشارے کرنے لگی جب وہ کچھ نہ سمجھے تو لڑکی نے ایک پھل اٹھا کر خود کھانا شروع کر دیا اور انہیں بھی اشارہ کیا اب ان کی سمجھ میں آ گیا کہ لڑکی انھیں پھل کھلانا چاہتی ہے کچھ کچھ وہ پہلے بھی سمجھ گئے تھے مگر اب وہ ہر قدم سوچ سمجھ کر اٹھانا چاہتے تھے کہ انھیں کوئی نقصان نہ پہنچا جائے وہ لڑکی کی پراسرار قوتوں سے آگاہ ہو ہی چکے تھے نہ چاہتے ہوئے بھی انہوں نے وہ جنگلی پھل کھا لئے جو نہایت بدمزہ تھے اسی طرح دن ہفتوں مہینوں میں تبدیل ہوتے گئے اب وہ جنگل کی زندگی کے کسی حد تک عادی ہو چکے تھے۔ وہ پراسرار افریقی لڑکی بھی بہت حد تک ان سے مانوس ہو گئی تھی بات اشاروں کنایوں سے نکل کر لفظوں تک پہنچ گئی تھی جب ان کے سکھائے ہوئے ٹوٹے پھوٹے لفظ لڑکی بولتی تو انھیں ایسی خوشی ہوتی جیسے انہوں نے دنیا بھر کی دولت پا لی ہو۔

اور حیرت انگیز بات یہ ہے کہ لڑکی نے بہت کم عرصے میں بہت کچھ سیکھ لیا تھا ان کو یہاں اس کے ساتھ رہتے ہوئے مشکل سے تین مہینے بھی نہ گزرے تھے.....انہوں نے بالکل شروع سے سب کچھ سکھا دیا جیسے بچوں کو بتاتے ہیں۔ یہ پانی ہے یہ زمین وہ آسمان یہ پیڑ اور.....

لڑکی کے ساتھ اتنا عرصہ گزارنے کے باوجود ارشاد احمد خان ابھی تک اسے پوری طرح نہ سمجھ سکا تھا اس لڑکی کی حرکات وسکنات بعض اوقات اتنی عجیب وغریب اور پراسرار ہوتیں کہ ان کی سمجھ میں کچھ بھی نہ آتا انہوں نے دیکھا کہ وہ روز علی الصبح اٹھ کر کہیں جاتی تھی وہ کہاں جاتی ہے۔ یہ اب تک راز تھا ان کے دل میں اکثر یہ تجسس پیدا ہوتا کہ وہ معلوم کریں کہ اس لڑکی کی حقیقت کیا ہے؟ ان قصے کہانیوں میں کہاں تک صداقت ہے جو اس پراسرار لڑکی کے بارے میں ڈوڈو

کے باشندوں میں مشہور ہیں؟ وہ یہ سب کچھ جاننے کے لئے بے تاب تھے اور شاید یہی وجہ تھی کہ انہوں نے اس عجیب اور پراسرار لڑکی کو اپنی زبان سکھائی تھی انہیں اس بات پر بھی حیرت تھی کہ لڑکی نے انہیں کوئی نقصان نہ پہنچایا جب کہ لڑکی کے بارے میں اس سے پہلے کے واقعات شاہد تھے کہ جس نے بھی اسے اپنانے کی خواہش کی ہے اس نے سخت نقصان اٹھایا جس کی تازہ مثال عبدالصمد کے ساتھ پیش آنے والا حادثہ تھا انہیں کچھ کچھ اندازہ تو تھا کہ لڑکی انھیں چاہتی ہے مگر کیوں؟ اس سے وہ ناواقف تھے لڑکی اب بہت حد تک ان کی باتیں سمجھنے لگی تھی اور خود بھی ان کی زبان میں اپنی بات سمجھانے کی اہل ہو گی تھی انھوں نے اس کا نام بھی رکھا دیا تھا وہ اس کو ساحرہ کہتے تھے جب وہ اسے ساحرہ کے نام سے پکارتے تو وہ بے انتہا خوش ہوتی اس نام کے معنی بھی انہوں نے اسے سمجھا دیئے تھے۔

اس کے محافظ زیادہ اب اس کے جسم سے جدا ہی رہتے اس لئے کہ انہوں نے ساحرہ سے کہا تھا کہ انہیں ہر وقت سانپوں کی موجودگی سے وحشت ہوتی ہے ساحرہ نے ان پر سے کڑی نگرانی بھی اٹھالی تھی وہ کسی قدر ان پر بھروسہ کرنے لگی تھی لیکن وہ اس کے باوجود اس میں اتنی ہمت نہیں تھی کہ کبھی ساحرہ کا پیچھا کر کے یہ معلوم کرنے کی کوشش کرتے کہ وہ علی الصبح کہاں جاتی ہے۔؟

حالانکہ اب جھونپڑے کے دروازے پر سانپوں کا پہرا بھی نہیں تھا لیکن یہ صورت حال زیادہ دنوں تک برقرار نہ رہ سکی ایک رات انہوں نے ہمت کر کے ساحرہ کے بارے میں خود اس سے سوالات کر ڈالے اور یہ وہ لمحے تھے جب دنیا کی کوئی بھی لڑکی کچھ چھپانے کی اہل نہیں ہوتی۔

انہوں نے بہت غور کرنے کے بعد اس سے کچھ معلوم کرنے کے لئے

اس وقت کا انتخاب کیا تھا پھر انہیں جو کچھ معلوم ہوا وہ انتہائی عجیب اور ناقابل یقین تھا۔

اس نوجوان پراسرار افریقی لڑکی نے ارشاد احمد خان کو بتایا تھا کہ اس کا تعلق افریقہ کے ایک انتہائی قدیم قبیلے سے ہے جواب سے چھ سو سال پہلے ڈوڈو میں براسر اقتدار تھا اس قبیلے کی رسومات اور عقائد افریقہ کے دیگر قبیلے سے قطعی مختلف اور جدا تھے وہ قبیلہ پراسرار علوم سے مالا مال تھا اس کا عقیدہ تھا کہ جنس ہی وجہ تخلیق کائنات ہے اور جنس ہی خدا ہے سانپ کو وہ اپنا انتہائی مقدس دیوتا مانتے تھے.....

کوئی ساڑھے پانچ سو سال پہلے ڈوڈو پر مقدس دیوتا کا عذاب نازل ہوا ساری بستی ایک وبائی مرض کا شکار ہوگئی تھی واقعہ یہ تھا کہ لڑکی کے بھائی کو مقدس دیوتا نے ڈس لیا تھا لیکن اس کا باپ اپنے اوپر قابو نہ رکھ سکا اس نے مقدس دیوتا کا پھن کچل دیا ڈوڈو کی تاریخ میں یہ پہلا

موقعہ تھا کہ کسی نے مقدس دیوتا کو مارا ہو۔ اس لئے کہ ان کا عقیدہ تھا کہ دیوتا اس وقت تک کسی کو سزا نہیں دیتے جب تک وہ اس کا مستحق نہ ہو لڑکی کے بھائی کے بارے میں بھی لوگوں کا یہی خیال تھا کہ وہ گنہگار تھا اس لئے کہ وہ مقدس دیوتا کی عبادت گاہ میں جنسی فعل کر مرتکب ہوا تھا۔ جب کہ ایسا کرنا انتہائی گناہ تھا وبا کا پہلا شکار لڑکی کا باپ تھا وہ رات کو اچھا بھلا سویا لیکن صبح اٹھا تو اس کا سارا جسم نیلا تھا منہ سے جھاگ نکل رہی تھی اس حالت میں وہ تڑپ تڑپ کر مر گیا اور پھر تو جیسے سارا قبیلہ دیوتا کے ہولناک عذاب کی لپیٹ میں آ گیا لوگ رات کو اچھے بھلے سوتے لیکن صبح ہوتے ہوئے ان کے جسم نیلے پڑ جاتے اور وہ منہ سے جھاگ نکال نکال کر دم توڑ دیتے۔

انھیں حالات میں لڑکی کی ماں نے اپنی بیٹی کی زندگی کے لئے ایک عجیب اور پراسرار عمل کیا۔ وہ دیوتا کی عبادت گاہ میں گئی لڑکی اس کے

ہمراہ تھی وہ پورے تین دن دیوتا کے حضور بلکتی رہی آخر دیوتا نے اس کی قربانی قبول کر لی لڑکی نے دیکھا کہ پتھر سے تراشا ہوا مقدس دیوتا زندہ ہو گیا اس کی پھنکار سے عبادت گاہ گونج اٹھی تاریک عبادت گاہ میں دیوتا کی سرخ سرخ انگارہ جیسی آنکھوں سے ہلکی ہلکی روشنی پھیل گئی لڑکی کی ماں دیوتا کو زندہ ہوتے دیکھ کر خوشی سے سجدے میں گر گئی لڑکی نے چاہا کہ وہ گھبرا کر عبادت گاہ سے بھاگ جائے مگر اسے ایسا محسوس ہوا کہ وہ جیسے اپنی مرضی سے ایک قدم بھی نہیں اٹھا سکتی لڑکی نے دیکھا کہ دیوتا نے اس کی ماں کو ڈس لیا اور پھر ایک دم عبادت گاہ پہلے کی طرح تاریک ہو گئی.....لڑکی کو اپنی ماں کی.....نحیف آواز سنائی دی وہ کہہ رہی تھی۔

بیٹی میرا عمل پورا ہو گیا دیوتا نے میری قربانی قبول کر لی میں نے دعا کی تھی کہ دیوتا میری بھینٹ لیکر تجھے اپنی پناہ میں لے لیں دیکھ لے دیوتا

نے میری سن لی اب تو ایک طویل عمر پائے گی اتنی طویل اور بڑی عمر
جو آج تک تیرے قبیلے میں کسی کو نہیں ملی زہر میرے خون میں شامل ہو
چکا ہے اور میں جانتی ہوں کہ کچھ دیر بعد میں .....مر جاؤں گی
اس لئے میں جو کچھ کہہ رہی ہوں غور سے سن تیرے باپ نے بہت
بڑا گناہ کیا تھا سو دیوتاؤں کے قہر نے پورے قبیلے کو نیست و نابود کر دیا
مگر میں نے صرف تجھے بچا لیا.....تو اب دیوتا کی چہیتی ہو گئی
ہے اور ہمیشہ جوان رہے گی اور .....اور جوان ہی مرے گی۔
لیکن تیرے مرنے سے پورے پچاس سال پہلے ایک اجنبی تیری
زمین پر آئے گا اس کی پہچان یہ ہو گی کہ اس کا چہرہ ہو بہو تیرے باپ
کی طرح ہو گا جس طرح تیرا باپ رنگ اور ناگ نقشے میں قبیلے کے
دوسرے مردوں سے مختلف تھا وہ بھی ایسا ہی ہو گا میں قبیلے کے
دوسرے مردوں کا تمہیں نہیں بتا سکتی مگر اپنے باپ کا چہرہ یاد رکھنا وہ

شخص تیرا شوہر ہوگا اور زندگی کے آخری دنوں میں تیرا ساتھ دے گا تجھے اس کا انتظار کرنا ہے وہ زمی کے کسی حصے میں ہو دیوتا اسے کھینچ کر تجھ تک لے آئے گا دیوتا نے وہ سارے علم جو صرف مجھے آتے تھے اب تجھے بخش دیئے ہیں دیوتا تجھے بتائیں گے کہ تیرے پاس کیا کیا قوتیں ہیں تو رفتہ رفتہ سب کچھ جان جائے گی اب ان گھنے جنگلوں میں صرف تو رہے گی سارا قبیلہ موت کی نیند سو چکا ہے اور میں بھی اب ہمیشہ کے لئے سونے والی ہوں.....ہمیشہ کے لئے.....

اتنا کہہ کر لڑکی کی ماں کی آواز ڈوب گئی.....صبح ہوئی تو لڑکی نے دیکھا کہ اس کی ماں کی لاش غائب تھی۔عبادت گاہ خالی پڑی تھی۔.....

پھر ارشاد احمد خان ساحرہ سے یہ سن کر چونک پڑے کہ وہ ہو بہو اس کے باپ سے مشابہ ہیں اب ان کی سمجھ میں سب کچھ آ چکا تھا.....

ساحرہ نے انھیں بتایا کہ وہ ہر صبح اٹھ کر اسی قدیم عبادت گاہ میں جاتی ہے جہاں اس کی ماں نے دم توڑا تھا وہ قدیم عبادت گاہ اس جھونپڑے سے کچھ فاصلے ہی پر تھی ان کے دل میں اس عجیب عبادت گاہ کو دیکھنے کی خواہش جاگی جس کا اظہار انہوں نے ساحرہ سے بھی کیا۔

صبح اٹھ کر جب وہ ساحرہ کے ہمراہ اس قدیم عبادت گاہ کی طرف جا رہے تھے تو ان کے دل میں طرح طرح کے وسوسے تھے ان کی سمجھ میں کچھ بھی نہیں آ رہا تھا کہ آخر یہ سب کچھ کیا ہے انھیں ان حالات سے کب نجات ملے گی؟ وہ کب اس پراسرار جنگل سے نکل کر مہذب دنیا میں پہنچ پائیں گے؟ ان کے خیالات کا سلسلہ اس وقت ٹوٹا جب ساحرہ نے چلتے چلتے اچانک ان کے جسم سے لپٹی ہوئی کپڑے کی دھجیاں اور پتے نوچ کر پھینک دیئے وہ ٹھٹھک کر کھڑے کے کھڑے

رہ گئے وہ سوچ رہے تھے کہ ساحرہ پر ایک دم یہ کیسا دورہ پڑ گیا انہوں نے اسے بڑی حد تک مہذب بنا دیا تھا پھر انہوں نے دیکھا کہ ساحرہ نے اپنے جسم سے بھی پتے نوچ کر پھینک دیئے ہیں اس سے پہلے کہ وہ اس سے کچھ پوچھنے کی ہمت کرتے ساحرہ نے آہستہ سے کہا۔

وہ جگہ اب قریب ہے۔

تو کیا اس عبادت گاہ میں جانے کے لئے ضروری ہے کہ جسم آزاد ہو.....

ساحرہ نے جواب دیا ہاں دیوتا یہی چاہتے ہیں عبادت گاہ میں داخل ہوتے ہی دیوتا خود ہمارا لباس بن جائینگے.....

لڑکی کی بات سن کر ان پر خوف سا طاری ہو گیا نہ جانے کیا ہو؟ وہ سوچنے لگے اب انھیں لڑکی کے ساتھ اس قدیم عبادت گاہ کی طرف جاتے ہوئے دہشت ہو رہی تھی وہ چاہتے تھے کہ لوٹ جائیں مگر

انہوں نے اپنے اندر اتنی ہمت نہ پائی کہ تنہا جھونپڑے کی طرف لوٹ سکیں اور پھر وہ راستے سے بھی بے خبر تھے آج اتنے طویل عرصے کے بعد وہ جھونپڑے سے پہلی مرتبہ باہر نکلے تھے انہیں خیالوں میں وہ اس قدیم عبادت گاہ تک پہنچ گئے جس کے بارے میں ساحرہ نے بتایا تھا یہ بڑی عجیب بات تھی کہ جنگل کے اس حصے میں بھرپور روشنی تھی جس کا سبب یہ تھا کہ اس حصے میں قطعی پیڑ نہیں تھے اور یہ وہی حصہ تھا جس میں اس قدیم عبادت گاہ کے کھنڈرات نظر آ رہے تھے۔ آج ایک طویل عرصے کے بعد ارشاد احمد خان نے سورج دیکھا تھا ساحرہ ان کا ہاتھ پکڑے کھنڈرات کی طرف بڑھ گئی سامنے ہی ایک نیم شکستہ سی پتھریلی عمارت نظر آ رہی تھی وہ ساحرہ کے ساتھ اس عمارت میں داخل ہو گئے مگر ابھی انہوں نے ایک قدم ہی اندر رکھا تھا کہ انہیں اپنے پیروں میں کوئی چیز لپٹتی ہوئی محسوس ہوئی اور پھر جیسے ہی ان کی نظر اس

پر پڑی ان کے منہ سے چیخ نکل گئی یہ ایک کالا سانپ تھا جواب ان کی پنڈلیوں پر رینگ رہا تھا ان کی چیخ سن کر لڑکی نے حیرت سے ان کی طرف دیکھا ان کا چہرہ پیلا پڑ گیا تھا ساحرہ نے ان سے کہا۔

کیا میں نے تمہیں نہیں بتایا تھا کہ عبادت گاہ میں داخل ہوتے ہی دیوتا خود ہمارا لباس بن جائیں گے.....تم اتنے خوفزدہ کیوں ہو؟ ڈرو مت دیوتا تمہیں کوئی نقصان نہیں پہنچائیں گے میری طرف دیکھو دیوتاؤں کا لباس پہن کر کیا میں اچھی نہیں لگتی۔؟ اور پھر لڑکی کا فقرہ پورا ہونے سے پہلے ان کے جسم پر نہ جانے کتنے سانپ رینگ گئے اب سانپوں نے ان کا جسم ڈھک لیا تھا ساحرہ کی بات سن کر ان کی ڈھارس تو بندھ گئی مگر وہ مطمئن نہیں تھے پھر اسی خوف اور ناگواری کے عالم میں انہوں نے پتھر سے تراشے ہوئے اس بڑے قد آدم سانپ کو بھی دیکھ لیا جس کے بارے میں ساحرہ نے بتایا تھا کہ وہ ایک مرتبہ

زندہ ہو گیا تھا ساحرہ اور ارشاد احمد خان دونوں سر جھکائے اس سانپ کے مجسمے کے سامنے کھڑے تھے انہیں اس وقت اس جگہ ایک عجیب سی وحشت اور ویرانی برستی ہوئی محسوس ہو رہی تھی ان کا دل چاہ رہا تھا کہ وہ یہاں سے بھاگ جائیں مگر وہ ایسا نہ کر سکے اور اس وقت تک وہاں کھڑے رہے جب تک ساحرہ ہونٹوں ہی ہونٹوں میں کچھ بد بداتی رہی.....ان الفاظ سے وہ قطعی ناواقف تھے شاید وہ عبادت میں مصروف تھی.....جب وہ ساحرہ کے ہمراہ اس عجیب وغریب عبادت گاہ سے باہر نکلے اور سانپوں نے بھی ان کے جسم کو آزاد کر دیا تو ان کا خوف کچھ کم ہوا۔لڑکی عبادت گاہ کے کھنڈرات سے باہر نکل کر بولی۔

کچھ دیر ٹھہرو ابھی میری عبادت مکمل نہیں ہوئی۔.....

پھر ارشاد احمد خان نے ایک اور عجیب منظر دیکھا ساحرہ سورج کی

طرف منہ کر کے کھڑی ہوگئی وہ بغیر پلک جھپکائے سورج کو دیکھ رہی تھی اور ہونٹوں میں کچھ پڑھ رہی تھی۔ جسے دور ہونے کے سبب وہ سن نہ سکے ان کے لئے یہ بڑی عجیب بات تھی کہ سورج کی طرف براہ راست دیکھنے کے باوجود ساحرہ کی آنکھوں سے پانی نہیں بہہ رہا تھا

.....وہ جب اپنی عبادت سے فارغ ہوئی تو ان سے

بولی.....

حرارت اور قوت کے دیوتا سورج سے آنکھ ملانے کی تاب صرف میرے قبیلے کو تھی میری ماں نے مجھے بچپن ہی سے یہ سب کچھ سکھایا تھا میں جب چاہوں اپنے جسم میں اتنی قوت پیدا کر سکتی ہوں کہ کوئی میرے جسم کو ہاتھ نہ لگا سکے گا۔ جس کا تجربہ تمہیں بھی ایک بار ہو چکا ہے اب میں سمجھتی ہوں کہ میرے بارے میں تم سب کچھ جان چکے ہو.....اب میرے اور تمہارے درمیان کوئی پردہ نہیں۔ میں

نے تمہارا صدیوں انتظار کیا ہے تب کہیں پایا ہے اس لئے تم سے کچھ بھی چھپانا نہیں چاہتی یہاں تک کہ میں تمہیں یہ بھی بتا دینا چاہتی ہوں کہ اب سے ٹھیک پچاس سال بعد میں مر جاؤں گی.....یہ کہتے کہتے ساحرہ نے اپنی بانہیں ان کی گردن میں ڈال دیں۔وہ بے خود سے ہو کر بڑبڑائے۔

نہیں۔نہیں میں تمہیں نہیں مرنے دوں گا۔پھر وہ اس کے ساتھ چل دیئے۔

انہیں دیکھیں گے تو ایک دم خوشی سے اچھل پڑیں گے وہ نہ جانے کب تک انہیں خیالوں میں کھوئے رہتے کہ ساحرہ نے انھیں چونکا دیا۔

تم کہاں کھو گئے؟ میں نے تم سے کچھ کہا تھا نا؟

ہاں!ہاں!وہ تو میں بھول ہی گیا ارشاد احمد خان کو یاد آ گیا ساحرہ نے ان سے پتے جمع کرنے کے لئے کہا تھا انہوں نے جلدی جلدی زمین

پر پڑے ہوئے چھوٹے بڑے پتے اٹھانے شروع کر دیئے لیکن اب مسئلہ کپڑے کی دھجی کا تھا وہ تو جھونپڑے ہی میں رہ گئی تھی بغیر اس کی مدد کے وہ کس طرح پتے اس کی کمر سے باندھتے۔

اگر تمہیں کوئی اعتراض نہ ہو تو میں اپنے دیوتاؤں کو اپنے ساتھ ساتھ بستی تک لے چلوں وہ مجھے وہاں چھوڑ کر لوٹ آئیں گے میں تمہیں یقین دلاتی ہوں کہ دیوتا اس وقت تک کسی کو نقصان نہیں پہنچائیں گے جب تک انھیں کوئی نہ چھیڑے۔ میں دیکھ رہی ہوں کہ تم لباس کے لئے پریشان نظر آ رہے ہو اور میں بھی جلدی میں یہ بھول گئی کہ کپڑے کی دھجیاں تو جھونپڑے میں ہی رہ گئیں تم پتوں کا لباس کس طرح بناؤ گے۔؟

وہ اس کی بات سن کر سوچ میں پڑ گئے پھر انہوں نے یہی فیصلہ کیا کہ .....یہ صورت بہتر ہے جو اس نے بتائی ہے۔

مجھے کوئی اعتراض نہیں لیکن بستی میں پہنچ کر جیسا کہ تم نے وعدہ کیا ہے اپنے دیوتاؤں کو رخصت کر دو گی اس نے اثبات میں سر ہلایا اور ان کا ہاتھ پکڑ کر دائیں طرف مڑ گئی اس کے کہنے کے مطابق دائیں طرف مڑتے ہی انہوں نے اجالا دیکھا جنگل کی حدود اب ختم ہو چکی تھی

.....اجالا ہوتے ہی ارشاد احمد خان نے اپنے آس پاس دیکھا اور ایک لمحے کے لئے وہ خوف سے کانپ گئے۔ ان کے آگے پیچھے دائیں بائیں سینکڑوں ہزاروں سانپ زمین پر رینگ رہے تھے انہوں نے خوفزدہ ہو کر ساحرہ سے پوچھا۔

کیا ہمارے ساتھ بستی میں یہ بھی جائیں گے؟

تمہیں آخر میرے دیوتاؤں سے اتنی نفرت کیوں ہے۔ لڑکی نے کسی قدر خفگی سے کہا حالانکہ میں تمہیں پہلے ہی بتا چکی ہوں کہ جنگل ختم ہوتے ہی وہ سب لوٹ جائیں گے۔

معاف کرنا۔ ساحرہ! میرے ذہن سے یہ بات نکل گئی تھی۔ تم اندازہ نہیں کر سکتی کہ یہ چیزیں تمہارے لئے کوئی اہمیت نہیں رکھتی میرے لئے کتنی پراسرار اور عجیب ہے ارشاد احمد خان ذرا سنبھل کر بولے۔ وہ بہر حال اسے ناراض کرنا نہیں چاہتے تھے۔ پھر وہ منظر بڑا ہی عجیب تھا جب ہزاروں سانپوں نے بیک وقت اپنے پھن اٹھا کر لڑکی کو رخصت کیا..... انہوں نے دیکھا کہ ساحرہ کی آنکھوں میں آنسو تھے۔.....

دوپہر ڈھل رہی تھی جب وہ اس مہیب جنگل سے نکل کر ڈوڈو کی آبادی میں داخل ہوئے اچانک بستی میں کھلبلی سی مچ گئی.....

وہ منظر خود ڈوڈو کے باشندوں کے لئے بڑا عجیب اور حیرت انگیز تھا بچے بوڑھے جوان سبھی ان کے گرد جمع ہو گئے ارشاد احمد خان نے دیکھا کہ وہ سب ان کے سامنے سجدہ ریز تھے پھر وہ زمین سے اٹھے

اوران کے گرد حلقہ بنا کر رقص کرنے لگے۔ ایک عجیب۔ وحشتناک رقص جو اس سے پہلے انہوں نے کبھی نہیں دیکھا تھا۔ وہ تصویر حیرت بنے یہ سب کچھ دیکھ رہے تھے ان کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ کیا کریں؟ رقص اپنے شباب پر تھا ڈھول کی تھاپ پر وہ اس وقت تک رقص کرتے رہے جب تک ساحرہ نے ہاتھ اٹھا کر انھیں رقص کرنے سے منع نہ کر دیا مجمع سے ایک شخص آگے بڑھا۔ وہ ساحرہ کے قریب پہنچ کر گھٹنے کے بل بیٹھا اور اس کا دایاں ہاتھ پکڑ کر بوسہ دیا۔ لڑکی نے اپنا ایک ہاتھ اس کے سر پر رکھ دیا پھر وہ شخص ارشاد احمد خان کے سامنے اسی طرح بیٹھا اور ان کا ہاتھ بھی پکڑنے لگا۔ پہلے تو وہ کچھ سٹا پٹائے پھر کچھ سوچ کر انہوں نے اپنا ہاتھ آگے بڑھا دیا، اس شخص نے وہی عمل ان کے ساتھ دہرایا انہوں نے ساحرہ کا اشارہ پا کر اس کے سر پر ہاتھ رکھ دیا۔ وہ شخص الٹے پاؤں مجمع کی طرف لوٹ گیا اسی وقت

ارشاد احمد خان نے مجمع میں کچھ گڑبڑ دیکھی انہیں ایسا محسوس ہوا کہ جیسے لوگ جو پیچھے کھڑے تھے لوگوں کا حلقہ توڑ کر آگے آنا چاہتے تھے وہ شخص جس کے بارے میں اب وہ سمجھ چکے تھے کہ قبیلے کے سردار ہے مجمع میں گڑبڑ دیکھ کر پلٹا۔ یہ وہی شخص تھا جس نے ابھی کچھ دیر پہلے ساحرہ کا اور ان کا ہاتھ چوما تھا اب شاید اس کے کسی محافظ نے اسے نیزہ بھی تھما دیا تھا اس نے نیزہ ہوا میں بلند کرتے ہوئے مجمع کی طرف دیکھ کر کچھ کہا۔ جسے وہ نہیں سمجھ پائے وہ غالباً ڈوڈو کی مقامی زبان تھی لیکن گڑبڑ ختم نہ ہوئی مجمع ہی میں سے کسی نے ایک شخص کو پکڑ کر آگے کھینچ لیا وہ غالباً انھیں میں سے ایک تھا جو پیچھے سے آگے آنے کی کوشش کر رہے تھے سردار کا نیزہ بلند ہوا اور اسی وقت ارشاد احمد خان کی نظر اس شخص کے چہرے پر پڑی اس سے پہلے کہ سردار کا نیزہ اس کے سینے میں اتر جاتا ارشاد احمد خان یہ جانتے ہوئے بھی کہ

افریقی سرداران کی زبان نہیں سمجھتا وہ بہت زور سے چیخے رک جاؤ اسے نہ مارو۔.....اوران کا چیخنا کارآمد ہی ثابت ہوااس لئے کہ افریقی سردار کا اٹھا ہوا نیزہ اٹھا کا اٹھا رہ گیا.....ان کے چیختے ہی سردار ایک دم ان کی طرف متوجہ ہو کر حیرت سے دیکھنے لگا تھا اس شخص کا چہرہ خوف سے زرد پڑ گیا تھا وہ ٹکٹکی باندھے ارشاد احمد خان کو دیکھ رہا تھا اچانک ساحرہ نے انکو مخاطب کیا کون ہے۔؟ کیا تم اسے جانتے ہو۔ مجھے لگتا ہے میں نے اسے پہلے بھی دیکھا ہے۔ یہ سب کچھ تمہیں معلوم ہو جائے گا۔ فی الحال اپنے ہم وطنوں کو رخصت کر دو۔انہوں نے جواب دیا۔

پھر ساحرہ نے نہ جانے ان سے کیا کہا کہ وہ سب آناً فاناً شور مچاتے اپنے اپنے گھروں کو چلے گئے اب میدان میں صرف چھ سات آدمی تھے جو صورت سے افریقی نہیں لگتے تھے مقامی باشندوں کے چلے

جانے کے بعد ارشاد احمد خان نے آگے بڑھ کر اس شخص کو گلے لگا لیا جس کی زندگی ابھی کچھ دیر پہلے انہوں نے بچائی تھی.....یہ شخص بڑے نواب کا خدمت گار عبدالصمد تھا وہی عبدالصمد جسے ساحرہ کے دیوتاؤں نے ڈس لیا تھا بقیہ لوگوں سے بھی ارشاد احمد خان گلے ملے یہ تمام کے تمام بڑے نواب کے قافلے ہی کے لوگ تھے۔

کچھ دیر بعد ارشاد احمد خان ساحرہ اور دیگر افراد ان خیموں تک پہنچ گئے جن میں بڑے نواب اور ان کے قافلے کے دوسرے افراد ٹھہرے ہوئے تھے راستے میں عبدالصمد نے بتایا جیسے ہی ہم نے زور زور سے ڈھول بجنے کی آوازیں سنیں ہم اپنے خیموں سے نکل کر ادھر روانہ ہو گئے جدھر سے آوازیں آ رہی تھیں۔ ہمارے ساتھ خان صاحب احمد یار بھی تھے جو ان افریقیوں کی زبان سمجھتے ہیں۔.....مجمع کے قریب جا کر خاں صاحب احمد یار ایک مقامی باشندے سے صورت

حال معلوم کی تو پتہ چلا کہ صدیوں سے جنگل میں تنہا رہنے والی پر اسرار لڑکی پہلی مرتبہ آبادی میں آئی ہے اور اسکے ہمراہ ایک مرد بھی ہے وہ صرف اتنا ہی بتا سکے وہ لڑکی کو اپنی دیوی اور مرد کو دیوتا بتا رہے تھے ہم لوگ یہ دیکھنے کے لئے بے تاب تھے۔ کہ وہ مرد کون ہے اس لئے کہ ہمیں نہ معلوم کیوں یہ خیال تھا کہ وہ آپ ہوں گے کیونکہ آپ ہی اس پر اسرار جنگل میں جا کر غائب ہو گئے تھے اسی سبب سے ہم نے لوگوں کو ہٹا کر آگے بڑھنے کی کوشش کی اور یہ ہنگامہ کھڑا ہو گیا۔ پھر جو کچھ ہوا آپ کے سامنے ہے مگر یہ تو بتایئے کہ.....انہوں نے عبدالصمد کی بات کاٹ کر کہا۔

سب کچھ بتاؤں گا پہلے مجھے بڑے نواب صاحب کے حضور تو پہنچ جانے دو۔ مجھے بھی تم لوگوں سے بہت کچھ دریافت کرنا ہے۔

ساحرہ کو ایک خیمے میں چھوڑ کر اور کپڑے تبدیل کر کے جب وہ بڑے

نواب صاحب کے خیمے میں پہنچے تو بڑے نواب انھیں سینے سے لگا کر آبدیدہ ہو گئے۔

میں نے قسم کھائی تھی کہ میں تیرے بغیر یہاں سے نہیں لوٹوں گا۔

کافی دیر بڑے نواب سے گفتگو کرنے کے بعد جب وہ اس خیمے میں واپس ہوئے جس میں ساحرہ کو چھوڑ کر گئے تھے تو خیمے میں داخل ہوتے ہی ٹھٹھک کر رہ گئے ساحرہ بالکل برہنہ بیٹھی تھی۔ اور اس کے چہرے سے بے حد خفگی کا اظہار ہو رہا تھا.....وہ ڈرتے ڈرتے اس کے قریب گئے اور بولے۔

ساحرہ! کیوں کیا ہوا.....وہ.....وہ تمہارے سانپ کہاں گے۔؟

کیا تم بھول گئے میں نے تم سے وعدہ کیا تھا کہ بستی میں پہنچ کر میں اپنے دیوتاؤں کو رخصت کر دوں گی میں نے تمہارے جاتے ہی انہیں

رخصت کر دیا تھا تم نے مجھے ابھی تک پہننے کے لئے کچھ نہیں دیا میں یہاں اتنی دیر سے تنہا بیٹھی ہوں اس عرصے میں یہاں لوگوں کا تانتا لگا رہا کبھی کوئی خیمے میں جھانک کر جا رہا ہے کبھی کوئی۔ مجھے یہاں ایک لمحے کے لئے سکون نہیں ملا.....ساحرہ کے لہجے سے پتہ چلتا تھا کہ وہ سخت برہم ہے ان کو بھی اب حالات کی نزاکت کا احساس ہوا انہیں واقعی بڑے نواب کے پاس اتنی دیر نہیں لگانی چاہیے تھی یا اگر ایسا ہی تھا تو کم از کم اس کے لئے کپڑوں کا انتظام کر کے جانا چاہیے تھا انہوں نے اپنے اس عمل پر سخت ندامت محسوس کی اور بغیر کسی۔

.....جھجک کے اس سے معافی مانگ لی۔ انہیں قافلے کے لوگوں پر بھی غصہ آ رہا تھا انہیں اتنی بدتمیزی کی توقع نہیں تھی لیکن اب کیا پتہ کون لوگ تھے وہ؟ قافلے میں تو پچیس تیس افراد تھے انہوں نے اپنا غصہ پی جانا ہی مناسب سمجھا ساحرہ کو انہوں نے منا لیا تھا مشکل یہ تھی

کہ قافلے میں تمام ہی مرد تھے اس لئے مجبوراً ساحرہ کو انہوں نے اپنے ہی کپڑے پہنا دیئے۔ بہر حال وقتی طور پر تو ستر پوشی ہو ہی گئی تھی۔.....

ارشاد احمد خان نے بڑے نواب کو اول سے آخر تک اپنی تمام روداد سنا دی تھی اور ساحرہ کے بارے میں بھی سب کچھ بتا دیا تھا.....

بڑے نواب سے انھیں معلوم ہوا تھا کہ اس کی پراسرار گمشدگی کے بعد تقریباً ہر روز خود بڑے نواب چند افراد کے ساتھ جنگل میں اس کی تلاش میں جاتے تھے اور اس خوف سے کہ کہیں راستہ بھٹک نہ جائیں جنگل میں زیادہ دور جانے سے اجتناب کرتے تھے انہیں ضد ہو گئی تھی کہ جب تک وہ ارشاد احمد خان کو مردہ یا زندہ ڈھونڈ نہ نکالیں گے ڈوڈو چھوڑ کر نہیں جائیں گے چاہے کچھ بھی ہو جائے اور بڑے نواب کی یہی ضد ارشاد احمد خان کے کام آئی ورنہ ممکن تھا کہ وہ ڈوڈو سے

کبھی نہ نکل پاتے.....

پھر چند دن بعد ہی بڑے نواب صاحب کا قافلہ ڈوڈو سے ہندوستان کی طرف روانہ ہو گیا۔ ایک طویل عرصے کے بعد ارشاد احمد خان بڑے نواب کے ہمراہ وطن میرٹھ پہنچ گئے۔ میرٹھ میں شروع شروع تو ساحرہ کی بابت عجیب عجیب.....کہانیاں گشت کرتی رہیں مگر وقت کے ساتھ ساتھ رفتہ رفتہ لوگ ان کہانیوں کو بھولتے گئے ارشاد احمد خان نے بڑے نواب صاحب کے ایما پر وطن پہنچتے ہی ساحرہ سے شادی کر لی تھی لیکن یہ بات بہت کم لوگ جانتے ہیں کہ یہ شادی صرف ایک ڈرامہ تھی تا کہ لوگوں کے منہ بند کئے جا سکیں کیونکہ ساحرہ نے اسلام قبول نہیں کیا تھا وہ کسی بھی قیمت پر اپنا آبائی مذہب تبدیل کرنے پر تیار نہیں ہوئی تھی.....لوگوں میں اس وقت بہت چہ میگوئیاں ہوئیں جب شادی کے چار ماہ بعد ہی ان کے ہاں لڑکی

پیدا ہوئی مگر کسی طرح بڑے نواب نے اس واقعے کو بھی دبا دیا۔ اس لڑکی کا نام مہ پارہ رکھا گیا مہ پارہ کو بچپن ہی سے ساحرہ نے اپنی کڑی تربیت میں رکھا تھا..... ساحرہ نہیں چاہتی تھی کہ اس کی بیٹی مہ پارہ اپنے باپ کا مذہب اختیار کر لے.....

مہ پارہ بچپن ہی سے بہت عجیب و غریب لڑکی تھی پہلی بات تو یہ تھی کہ افریقی عورت کے بطن سے پیدا ہونے کے باوجود اس کا ناک نقشہ قطعی ہندوستانی تھا وہ کسی بھی طرح ساحرہ کی اولاد نہ لگتی تھی وہ بارہ تیرہ سال کی عمر تک سارے پر اسرار علوم سیکھ چکی تھی جو اس کی ماں ساحرہ جانتی تھی۔ ارشاد احمد خان نے لاکھ چاہا کہ ان کی بیٹی اپنی ماں کی روش پر نہ چلے مگر ممکن نہ ہوا تیرہ سال ہی کی عمر میں ساحرہ نے اسے وہ سب کچھ بتا دیا اور سمجھا دیا تھا جو لڑکیاں بہت بعد میں سیکھتی ہیں ارشاد احمد خان کو اس واقعے کی سن گن لگی تو وہ بہت سخت برہم ہوئے مگر ساحرہ کے

آگے دم مارنے کی ان میں بھی مجال نہ تھی.....ساحرہ اپنی ماں کی پیش گوئی کے مطابق پچاس سال زندہ رہی حیرت انگیز بات یہ کہ انتقال کے وقت وہ ہمیشہ کی طرح جوان تھی.....آپ کو.....

شاید یہ سن کر تعجب ہو کہ مہ پارہ کی عمر اب تقریباً 55 سال ہے مگر اپنی ماں ہی کی طرح وہ اب تک ہر اعتبار سے جوان ہے.....میں نے ماہ پارہ کا ماضی جاننے کے لئے گئے گزرے زمانوں میں سفر کیا ہے اس سلسلے میں چھوٹی سے چھوٹی تفصیل بھی میں نے نظر انداز نہیں کی مہ پارہ کے بارے میں سب کچھ جاننے کے لئے یہ بے حد ضروری تھا کہ اس کے والدین کے بارے میں پوری تحقیق کی جائے اسے یہ پراسرار قوتیں کہاں سے حاصل ہوئی اور کیسے؟ میں نے سب کچھ معلوم کر لیا ہے اس قدر تفصیل کے بعد آپ سمجھ ہی گئے ہوں گے کہ اس کے پاس کیسی کیسی نا قابل فہم اور پراسرار قوتیں ہوں گی اور یہ بھی

بتا دوں کہ مہ پارہ کوئی نیک اور پارسا لڑکی نہیں ہے اس کا مذہب ہی جنس ہے وہ جنس ہی کو اپنا خدا مانتی ہے اور بغیر کسی حسین اور خوبصورت نوجوان کے اس کی کوئی رات نہیں گزرتی ..... وہ ایک رات بھی تنہا سونا پسند نہیں کرتی اور اس کے لئے وہ اپنی پراسرار قوتوں کو بروائے کار لاتی ہے ارشاد احمد خان کے علم میں سب کچھ ہے مگر سب کچھ جانتے ہوئے بھی وہ مہ پارہ کو ان حرکتوں سے باز نہیں کر سکتے اور اب تو یوں ..... بھی وہ کافی ضعیف ہو چکے ہیں ..... میں نے یہ تمام حالات بتانے سے پہلے ہی عرض کیا تھا کہ مہ پارہ سے نہ ٹکرایا جائے تو اچھا ہے میں پھر اپنی اس بات کو دہراؤں گا وہ ایک انتہائی خطرناک اور پراسرار لڑکی ہے ممکن ہے کہ اس سے ٹکراؤ کی صورت میں ہمیں نقصان اٹھانا پڑے .....

ہمزاد نے اپنی تمام تگ و دو اور جو کچھ معلوم ہوا اس سے مجھے آگاہ کر

دیا یہ سب کچھ میرے لئے بھی انتہائی حیرت انگیز تھا حالانکہ میں خود .....اب تک ایسے عجیب اور پراسرار واقعات سے گزر چکا تھا کہ اگر کسی دوسرے پر گزرے ہوتے اور میں سنتا تو کبھی یقین نہ کرتا .....اس وقت میرا ذہن مختلف خیالات کی آماجگاہ بنا ہوا تھا ہمزاد کے مشورے اپنی جگہ پر تھے مگر میں کس طرح اپنی توہین بھلا دیتا۔ یہ میرے لئے ناممکن تھا آخر کچھ دیر غور کرنے کے بعد میں نے ہمزاد کو مخاطب کیا۔.....

میں نے مہ پارہ کے بارے میں سب کچھ سن لیا ہے مگر یہ سب جاننے کے باوجود میرا آخری فیصلہ یہی ہے کہ اس لڑکی کو میرے سامنے جھکنا پڑے گا۔ چاہے اس کے لئے مجھے کچھ بھی کرنا ہو میں بے عزت ہو کر زندہ رہنے پر موت کو ترجیح دیتا ہوں.....اسی وقت تم جاؤ۔ میں رات بھر کا جاگا ہوا ہوں سو کر اٹھنے کے بعد تمہیں پھر طلب کروں

گا۔.....

جو حکم آپ کا۔ مجھ پر فرض تھا کہ آپ کو حالات سے آگاہ کر دوں اور میں نے اپنا فرض پورا کر دیا اب جو آپ کا فیصلہ ہو مجھے بسر و چشم قبول ہے یہ کہہ کر ہمزاد رخصت ہو گیا اور اس کے جاتے ہی میں سو گیا۔.....

میں جاگا تو شام ہو چکی تھی میری آنکھوں میں شانتی کا حسین سراپا گھومنے لگا۔ وہ بھی اب سو کر اٹھی ہو گی میں سوچنے لگا کیا شانتی میرا روزمرہ بن جائے گی.....شانتی یا مہ پارہ؟ میں نے خود سے سوال کیا یہ بھی تو ہو سکتا تھا کہ میں اپنے ذہن سے مہ پارہ کا خیال جھٹک دیتا۔

کیا یہ میرے لئے ممکن ہے؟

نہیں۔ جیسے میرے اندر سے کسی نے جواب دیا شانتی شانتی ہے اور

مہ پارہ مہ پارہ ہے کوئی بھی کسی کا بدل نہیں.....

میں بہت دیر تک گزرے ہوئے واقعات کے متعلق سوچتا رہا عجیب اور پراسرار واقعات جن سے پے در پے میں دوچار ہوا تھا۔ میں نے کبھی سوچا بھی نہ تھا کہ میں ایسے حالات سے گزروں گا ہمزاد کو قابو میں کر کے ایک مثالی زندگی گزارنا پھر میرا قتل ہو جانا۔ قتل کے بعد دوسرا جسم حاصل کرنا، یہ سب کچھ نا قابل فہم سا تھا جیسے میں نے کوئی ہولناک خواب دیکھا ہو مگر جو حقیقت مجھ پر گزری تھی اس سے انکار کس طرح ممکن تھا.....میں نے اپنے قاتلوں سے انتقام لے لیا تھا مگر اب بھی میرے اصل دشمن اس شہر میں زندہ تھے جن کے سبب مجھے موت کے تلخ تجربے سے گزرنا پڑا تھا.....میں جانتا تھا کہ میرے قتل میں جتنا ہاتھ طبیب خاص ارشاد احمد کا ہے اتنا کسی کا نہیں اس لئے کہ اگر وہ اپنی ذہانت سے یہ پتہ نہ چلا لیتے کہ میں کس

شہر میں ہوں تو نواب صاحب کے غنڈے مجھ تک پہنچ ہی نہ پاتے مہ پارہ کو حاصل کرنے اور اس کے حسن خداداد سے فیضیاب ہونے کی خواہش میں بھی بڑی حد تک انتقامی جذبے کو دخل تھا لیکن حالات ایسا رخ اختیار کر چکے تھے کہ ارشاد احمد خان سے انتقام لینے کا جذبہ اب دوسرے درجے پر آ گیا تھا مہ پارہ نے میری سرکش انا پر وہ ضرب لگائی تھی کہ میری روح تک مجروح ہو گئی تھی ہمزاد کو قابو میں کرنے کے بعد میں اتنا خود سر اور انا پرست ہو گیا تھا کہ میرے لئے یہ سوچنا تک عذاب تھا کہ میں مہ پارہ کو حاصل نہیں کر سکتا۔ میری عادتیں ہمزاد نے بگاڑ دی تھیں ناممکن کا لفظ ہی میری لغت میں نہیں تھا لیکن مہ پارہ کے بارے میں ہمزاد بھی جھجک رہا تھا ہمزاد کو طلب کرنے سے پہلے میرے دل میں خواہش پیدا ہوئی کہ مہ پارہ کو دیکھوں میں نے اپنے تصور کی قوت کو آزمایا میری چشم تصور میں اس وقت مہ پارہ کا حسین

چہرہ تھا اور پھر میں نے جو کچھ دیکھا وہ میرا خون کھول دینے کے لئے کافی تھا.....میں نے دیکھا اور میں اس نوجوان کو پہچان گیا جو اس وقت مہ پارہ کے پاس موجود تھا تو کیا میں نواب کے منظور نظر اس آوارہ لونڈے سے بھی بدتر ہوں جو مہ پارہ نے مجھے ٹھکرایا میں سوچ ہی رہا تھا اور وہ سب کچھ دیکھ رہا تھا جس نے میرے خون کی گردش تیز کر دی تھی۔

راحت! ہمیں دیکھا جا رہا ہے میں محسوس کر رہی ہوں کہ کوئی پوشیدہ آنکھ ہماری تمام حرکات وسکنات کا جائزہ لے رہی ہے۔

مگر وہ نوجوان اس وقت سرشاری اور بے خودی کی ان منزلوں میں تھا کہ اگر کوئی اس سے یہ بھی کہہ دیتا کہ دنیا تباہ ہونے والی ہے تو وہ اس پر کان نہ دھرتا۔

.....میں اب ضبط کی انتہائی منزلوں کو چھو رہا تھا میں اس سے

زیادہ کی تاب نہ لا سکا حالانکہ مہ پارہ کا حسین جسم میں نے پہلی بار دیکھا تھا اور جی نہیں چاہتا تھا کہ اس کی طرف سے نظر ہٹائی جائیں مہ پارہ کی اس بات پر ضرور تعجب تھا کہ اسے کس طرح خبر ہوگی اسے کوئی دیکھ رہا ہے یقیناً اس کی پراسرار قوتیں اس وقت بیدار تھیں۔ لیکن غصے اور انتقام نے مجھے اندھا کر دیا تھا میں زیادہ دیر اس بات پر غور نہ کر سکا میں نے اسی لمحے ایک فیصلہ کیا اور اس پر عمل کرنے کے لئے فوراً ہمزاد کو طلب کیا ہمزاد کے آتے ہی میں نے اسے حکم دیا.....

فوراً مہ پارہ کے گھر جاؤ اور جو نوجوان اس وقت اس کی خواب گاہ میں ہے اسے اسی حالت میں بے ہوش کر کے بیگم پل سے دور کسی آباد چور ہے پر پھینک آؤ ہمزاد میرا حکم سن کر سکتے میں رہ گیا اور ہکلایا.....

آپ.....آپ آگ سے کھیل رہے ہیں.....

بکومت۔! میں حلق کے بل چیخا میں تم سے جو کچھ کہہ رہا ہوں کرو۔

میرا حکم سنتے ہی وہ سہما ہوا سا رخصت ہو گیا میں نے آنکھیں بند کر کے ابھی مہ پارہ کا تصور ہی کیا تھا کہ دیکھا ہمزاد مہ پارہ کی خواب گاہ میں داخل ہو چکا ہے مہ پارہ اور وہ نوجوان اس وقت بھی اپنی دنیا میں گم تھے ان دونوں کی تیز تیز سانسیں مجھے صاف سنائی دے رہی تھیں۔

ہمزاد کے نادیدہ ہاتھ نوجوان کی طرف بڑھے اور اس نے ایک ہی جھٹکے میں اسے مہ پارہ کے قریب سے کھینچ لیا۔ نوجوان فضا میں معلق سہما ہوا ہاتھ پاؤں مار رہا تھا اور مہ پارہ جیسے پتھر کی ہو کر رہ گئی وہ ایک دم بپھری ہوئی شیرنی کی طرح مسہری سے اٹھی مگر اس عرصے میں اس نے دیکھا کہ دروازہ جو اندر سے بند تھا خود بخود کھلا اور نوجوان کا برہنہ جسم ہوا میں تیرتا ہوا باہر نکل گیا مہ پارہ نے دیکھا کہ کمرے سے نکلنے سے پہلے نوجوان کا سر ایک طرف ڈھلک گیا تھا.....مہ پارہ کے

خلاف یہ میرا پہلا قدم تھا لیکن میرے دل کو تشویش ضرور تھی کہ نہ معلوم اب کیا ہو میں سوچنے لگا۔

ہمراد مجھے بے سبب تو نہیں ڈرا رہا تھا یقیناً اب کچھ ہوگا ممکن ہے مہ پارہ بھی میرے خلاف کچھ کرے مگر اسے یہ پتہ کس طرح لگے گا کہ اس واقعے میں کس کا ہاتھ ہے؟ اس طرح کے خیالات نے میرے تصور کا سلسلہ منقطع کر دیا اب میں اس واقعے کا ردعمل دیکھنے سے پہلے اور کچھ کرنا نہیں چاہتا تھا اس لئے میں نے اپنے تپتے ہوئے جسم کو سکون بخشنے کے لئے ویلی بازار جانے کا فیصلہ کیا میرے لئے اس وقت آدھی رات تک انتظار کرنا بھی دوبھر تھا حالانکہ یہ بھی ممکن تھا کہ میں ہمزاد کے ذریعے شانتی کو اٹھوا لیتا لیکن ایک تو یہ کہ میرے علم میں تھا کہ اس وقت شانتی کے ہاں محفل جمی ہوگی اور دوسرے اس کا بڑا سبب یہ تھا کہ میں اب رشید یار جنگ کی حیثیت سے میرٹھ میں

متعارف ہونا چاہتا تھا اور اس کے لئے ضروری تھا کہ لوگوں سے میرے تعلقات بڑھیں تا کہ میں اپنا حلقہ اثر پیدا کر سکوں جو مجھے بدایوں میں میسر تھا شاید اس کا سبب یہ رہا ہو کہ میں جی حضوری اور حاضر باشوں کا عادی ہو چکا تھا.....ایسے لوگ جو میرا احترام کریں.....جو میرے سامنے جھکیں جو میرے ہاتھ چومیں، جو مجھے معزز اور پہنچا ہوا سمجھیں اس کے علاوہ لوگوں میں گھل مل کر ان میں ان واقعات کا ردعمل بھی معلوم کرنا چاہتا تھا جو پے در پے میرٹھ میں ہو رہے تھے میں جانتا تھا کہ بیک وقت پراسرار طور پر اتنے آدمیوں کے قتل نے پولیس کو بوکھلا دیا ہوگا وہ سرگرمی سے اس شخص کی تلاش میں ہوگی جو ان کا ذمہ دار ہے۔

تقریباً ایک گھنٹے بعد میں ویلی بازار میں پہنچ گیا لیکن امینہ بائی کے کوٹھے پر پہنچ کر مجھے ایک ذہنی جھٹکا لگا۔.....خلاف معمول

کوٹھا خاموش تھا میرے دستک دینے پر امینہ بائی کا ایک ملازم باہر نکلا اس نے مجھے بڑے کمرے میں بٹھایا اور اندر چلا گیا چند ہی لمحوں بعد امینہ بائی اندر سے آتی ہوئی نظر آئی اس نے مسکرا کر میرا استقبال کیا کہیے حضور کیسے تکلیف کی؟ اس کے اس معمولی سے فقرے میں مجھے بڑی اجنبیت محسوس ہوئی میں نے ذرا تلخی سے کہا کیوں کیا تمہیں میرا آنا ناگوار گزرا؟.....کیا مجھے اپنے آنے کا مقصد بتانے کی ضرورت ہے؟ شانتی کہاں ہے؟.....

شانتی؟ امینہ بائی نے عجیب سے لہجے میں کہا۔ وہ اب اس کوٹھے سے ہمیشہ کے لئے جا چکی ہے پھر وہ فوراً بولی مگر حضور فکر مند نہ ہوں میں نے ایک نئی شانتی کا بندوبست کیا ہے بس چار چھ دن کی دیر ہے چشم بدور حضور اگر اسے نظر بھر کے دیکھ لیں گے تو بس دیوانے ہو جائیں گے اس کے۔

امینہ بائی کی بات سن کر میں کچھ بھی نہ سمجھ سکا وہ کیا کہہ رہی ہے مجھے اس پر ایک دم غصہ آ گیا۔

یہ کیا تم نے نئی پرانی شانتی لگا رکھی ہے صاف صاف بتاؤ شانتی کہاں گئی؟

حضور برہم نہ ہوں تو میں عرض کروں کہ شانتی اب ڈھل چکی تھی یہ تو حضور کی چشمِ عنایت تھی کہ حضور نے اسے اتنی.....عزت بخشی .....باسی کھانا مجبوری اور بھوک میں تو کھایا جاتا ہے مگر روز روز نہیں معاف کیجئے گا شانتی آپ کے لائق نہیں تھی اس لئے

.....

تم پھر شروع ہو گئیں۔ میں نے امینہ بائی کی بات کاٹ دی کیا یہ ممکن نہیں کہ تم سیدھی سیدھی بات کر سکو، میں نے تقریباً چیخ کر کہا اب اگر تم نے کوئی الجھا دینے والی بات کی تو میں بری طرح پیش آؤں گا

شانتی کیسی تھی یہ تم سے زیادہ میں جانتا ہوں اسے تم نے نہیں میں نے استعمال کیا ہے۔

میں تو یہ سب حضور ہی کے لئے عرض کر رہی تھی بہر حال اگر حضور کا مزاج نصیب دشمناں اس وقت ناساز ہے تو میں اپنی گفتگو مختصر بھی کر سکتی ہوں وہ ایک لمحے کے لئے رک کر پھر بولی میں نے پانچ ہزار میں اس کھوٹے سکے کا سودا کر دیا۔.....

کیا؟.....تم نے شانتی کو بیچ دیا.....کب۔کس کے ہاتھ ۔کیوں آخر کیوں۔؟جب کہ میں تم سے کہہ چکا تھا کہ جتنا پیسہ چاہو مجھ سے لے سکتی ہو میں امینہ بائی پر برس پڑا۔

ابھی کچھ دیر پہلے ہی وہ یہاں سے گئی ہے اس نوجوان نے شاید اپنا نام راحت بتایا تھا۔امینہ بائی نے پرسکون لہجے میں کہا۔

راحت؟ میں اچھل پڑا۔اسے بھی مہ پارہ نے راحت کا نام سے

مخاطب کیا تھا.....مگر.....مگر یہ نہیں ہو سکتا وہ کوئی اور ہو گا.....کوئی اور میں بڑبڑانے لگا۔

جی؟ امینہ بائی نے کہا۔

نہیں میں نے تم سے کچھ نہیں کہا.....میں جا رہا ہوں بہر حال تم نے یہ اچھا نہیں کیا۔ ان کی سزا تمہیں بہت جلد بھگتنی پڑے گی۔

ٹھہریئے حضور! ٹھہریئے حضور! امینہ بائی کہتی رہ گئی۔

اور میں وہاں سے تیز تیز قدم اٹھاتا چل دیا.....مجھے اب تنہائی کی ضرورت تھی تاکہ میں اپنے تصور کی قوت بروے کار لا کر .....شانتی کا پتہ چلا سکوں اور تنہائی کے لئے گھر سے بہتر کوئی جگہ نہیں تھی میں نے اپنے تصور کی قوت استعمال کرنے سے پہلے ہمزاد کو طلب کیا۔

تم نے اس نوجوان کا کیا کیا۔؟

میں شرمندہ ہوں۔ ہمزاد نے بجھے ہوئے لہجے میں کہا میں اسے مہ پارہ کے گھر سے نکال لے جانے میں تو کامیاب ہو گیا تھا مگر راستے ہی میں اس کا جسم مجھ سے چھین لیا گیا..... کیا مطلب؟ کیا ..... کیا..... کیا یہ ممکن ہے؟ یہ..... کس طرح ہو گیا؟ میں نے جو کچھ عرض کیا وہی حقیقت ہے میں ابھی مہ پارہ کے گھر سے کچھ دور ہی پہنچا تھا کہ مجھے اپنے تعاقب میں ایک دودھیا روشنی سی آتی دکھائی دی پھر چند ہی لمحوں میں اس دودھیا روشنی کا حصار نوجوان تک پہنچ گیا اور میرے دیکھتے ہی دیکھتے وہ نوجوان اس میں روپوش ہو گیا۔ ..... پھر وہ عجیب روشنی مجھے واپس جاتی ہوئی دکھائی دی میں نے دیکھا میرے ہاتھ خالی ہو چکے تھے میں نے اس روشنی کا پیچھا کرنا چاہا مگر مجھے اپنا وجود جلتا ہوا محسوس ہوا اور میں نے گھبرا کر اس کا تعاقب چھوڑ دیا۔ ہمزاد خاموش ہو گیا۔ وہ نوجوان کہاں گیا؟ میں نے

کھوئے کھوئے لہجے میں ہمزاد سے پوچھا۔

کیا آپ حقیقت سننے کی تاب لاسکیں گے۔؟ ہمزاد نے سوال کیا اور پھر مجھے خاموش دیکھ کر خود ہی بولا۔ وہ نوجوان اس وقت نواب صاحب کی حویلی کے ایک حصے میں شانتی کے ساتھ شراب پی رہا ہے۔

کیا کہہ رہے ہو تم..... یہ سب کیا ہوا۔ یہ کس طرح ہو گیا؟

تفصیل سے سننا چاہتے ہیں تو سنیے کہ وہ پراسرار اور عجیب روشنی مہ پارہ کی حیرت انگیز قوتوں کا کرشمہ تھی جس نے مجھ سے نوجوان کا جسم چھین لیا پھر چند ہی لمحوں میں مہ پارہ نے اپنی پراسرار قوتوں کے ذریعے معلوم کرلیا کہ وہ کون ہے جس نے اس کی عبادت میں رخنہ ڈالا۔

وہ آپ کے بارے میں سب کچھ جان چکی ہے یہ بھی کہ آپ کے پاس

کچھ پراسرار قوتیں ہیں آپ نے اس کے منہ سے لقمہ چھیننا چاہا ہے لیکن آپ تو اپنی کوشش میں ناکام رہے مگر وہ اپنا کام کر گئی اس نے آپ کے بارے میں سب کچھ معلوم کرنے کے فوراً بعد فوراً اس نوجوان کو جس کا نام راحت ہے ایک بڑی رقم دیکر ویلی بازار بھیج دیا تا کہ وہ شانتی کو سودا کرے۔ اور سب کچھ اس کے حسب منشا ہوا اس نے آپ کے منہ کا نوالہ چھین لیا..... مہ پارہ نے راحت کو شانتی کے ہمراہ نواب صاحب کی حویلی بھیج دیا اس کے علم میں تھا کہ وہ نواب کا منظور نظر ہے میں نے چاہا کہ اس بزم عیش و نشاط کو برہم کر دوں مگر یہ بھی ممکن نہ ہوا مہ پارہ میری توقع سے زیادہ ہوشیار نکلی اسے غالباً پہلے ہی اندازہ تھا کہ ایسا ہوگا لہٰذا اس نے اس کمرے کے گرد دو دھیاں روشنی کا حصار کھینچ دیا جس میں اس وقت شانتی راحت اور خود نواب صاحب موجود ہیں۔ میں نے کئی مرتبہ اس حصار کو توڑنے

کی کوشش کی مگر ہر مرتبہ تیز قسم کی روشنی نے میرے وجود کو جھلسا دیا۔

تو وہ خبیث بوڑھا نواب بھی شانتی کے ساتھ ہے۔ میں نے دانت پیستے ہوئے کہا اور پھر اچانک میرے ذہن میں ایک خیال آ گیا

میں نے ہمزاد سے کہا۔

آج کی رات خالی نہیں جائے گی تم اس خبیث نواب صاحب کی لڑکی نرگس کو اٹھا لاؤ۔ میں شانتی کا بدلا اس سے چکاؤں گا جاؤ! ابھی اسی وقت چلے جاؤ..... میرا خون بری طرح کھول رہا تھا۔.....

ہمزاد میرا حکم سن کر فوراً رخصت ہو گیا اس کے جاتے ہی میں نے سوچا کہ کم از کم شانتی کو دیکھ تو لوں کہ وہ کس حال میں ہے میں نے اپنے تصور کی قوت استعمال کی میری آنکھوں کے سامنے اس وقت نواب صاحب کی حویلی کا ایک حصہ تھا میں نے شانتی کا پھر تصور کیا مگر بیکار

آگے صرف مجھے دھند ہی دھند دکھائی دے رہی تھی عجیب سی چمکدار دھند۔ آخر یہ سب کیا ہے پہلے تو ایسا کبھی نہیں ہوا میں سوچ رہا تھا میں نے اب جھنجھلا کر نواب کا تصور کیا مگر بے سود پھر راحت کو دیکھنا چاہا لیکن اس چمکدار دھند کے حصار کو میری تصور کی قوت عبور نہ کر سکی میں نے گھبرا کر آنکھیں کھول دیں۔

کیا مجھ سے میرے تصور کی قوت چھن گئی ہے میں نے سوچا اسی وقت میں نے اپنی پراسرار قوت کو آزمانے کے لئے مہ پارہ کا تصور کیا۔ وہ مجھے فوراً نظر آ گئی وہ اپنے کمرے میں ہی تھی لیکن اس کی خواب گاہ اب بھی خالی نہیں تھی اس کے ساتھی کا چہرہ دیکھ کر میں اسے فوراً پہچان گیا یہ وہی تھا جس کے ساتھ سب سے پہلی مرتبہ میں نے مہ پارہ کو دیکھا تھا.....میں نے دیکھا کہ مہ پارہ ایک دم تیزی سے کھڑی ہو گئی.....اب میں اس کی آواز سن رہا تھا وہ کہہ رہی تھی۔

شیخ! میں جانتی کہ تم مجھے دیکھ رہے ہو اور یہ بھی جانتی ہوں کہ میری آواز بھی تم تک پہنچ رہی ہے اپنی طفلانہ اور احمقانہ حرکتیں چھوڑ دو مجھ سے ٹکرانے کی کوشش نہ کرو یہ سودا تمہیں مہنگا پڑے گا میں چاہوں تو تم مجھے بھی راحت شانتی اور نواب صاحب کی طرح نہ دیکھ سکو گے۔ مگر میں تمہاری.....نظروں کو پہچانتی ہوں میں خود چاہتی ہوں کہ تم مجھے اس حالت میں دیکھ دیکھ کر سسکتے رہو۔ میرے لئے اسی طرح تڑپتے رہو میرے.....فراق میں یوں ہی بلکتے رہو۔ تم میرا اور میرے والد کا کچھ نہیں بگاڑ سکتے اور میں جب چاہوں تمہیں چیونٹی کی طرح مسل سکتی ہوں لیکن نہیں میں تمہیں ایک موقعہ اور دینا چاہتی ہوں اگر اس کے بعد بھی تم میرے راستے میں حائل ہوئے تو اپنی تباہی کے خود ذمہ دار ہو گے بہتر یہی ہے کہ تم اس شہر کو چھوڑ جاؤ۔ یہاں میری حکمرانی ہے اور یہ تو تم جانتے ہی ہو کہ ایک میان میں دو

تلواریں نہیں رہ سکتیں۔ مجھے تم سے اور کچھ نہیں کہنا.....ہاں میں تم پر یہ پابندی نہیں لگاتی کہ تم مجھے دیکھ بھی نہ سکو مجھے ضرور دیکھو تڑپو، سسکو، مجھے اس طرح سکون ملے گا مہ پارہ یہ کہہ کر پھر اس نوجوان کی طرف متوجہ ہوگئی جو حیرت سے اسے دیکھ رہا تھا.....اگر مجھ میں یہ طاقت ہوتی کہ میری آواز بھی اس تک پہنچ سکتی یا میں کسی طرح اس کی بات کا جواب دے سکتا، جسے وہ سن سکتی تو میں اسے ضرور جواب دیتا اس نے میری سخت توہین کی تھی اس نے مجھ پر وہ کاری ضرب لگائی تھیں جس کو بھولنا ناممکن تھا.....میرے تن بدن میں آگ سلگ رہی تھی ایک تو میں شانتی کے نہ ملنے سے ہی چراغ پا تھا دوسرے مہ پارہ کے ہتک آمیز فقروں نے جلتی پر تیل کا کام کیا تھا اسی وقت ہمزاد نرگس کو لے آیا.....میں نے اپنا سارا غصہ اس پر اتار دیا۔ نرگس میرے چہرے پر نظر ڈالتے ہی چیخ پڑی تھی اسے گمان

بھی نہ تھا کہ میں ابھی تک زندہ ہوں رات بھر جگائے رکھنے کے بعد صبح کے وقت جب میں اسے رخصت کر رہا تھا تو میں نے اسے دھمکی دی کہ اگر اب کی بار اس نے میرے بارے میں اپنے باپ یا کسی اور سے بات کی تو اسے زندہ نہیں چھوڑوں گا۔ نرگس میری بات سن کر سہم گئی تھی۔ میں نے سونے سے پہلے ہمزاد کو ایک مرتبہ پھر طلب کیا اور مہ پارہ نے جو کچھ کہا تھا اسے بتا دیا۔

اب تم یہ بتاؤ کہ اسے کس طرح نیچا رکھا جائے میں تمہیں اپنے فیصلے سے پہلے ہی آگاہ کر چکا ہوں کہ میں ہر قیمت پر اس سے اپنی توہین کا بدلا لوں گا میرے لئے یہ قطعی ناممکن ہے کہ اتنی ذلت کے بعد اس لڑکی کے سامنے ہتھیار ڈال دوں۔

مجھے خود بہت دکھ ہے کہ میں اتنے عجیب حالات سے دوچار ہوں کہ آپ کی کوئی مدد نہیں کر پا رہا ہوں۔ لیکن میں غافل ہرگز نہیں، میرا

ایک ایک لمحہ مصروف گزر رہا ہے یہ مسئلہ میرے اور آپ کے وجود کی بقا کا مسئلہ ہے ہمزاد کچھ دیر کے لئے خاموش ہوا تو میں بول پڑا۔

ان حالات میں جب کہ وہ میرے بارے میں سب کچھ جان گئی ہے میرے لئے ہر طرح خطرہ ہی خطرہ ہے پولیس بھی میرے پیچھے لگ سکتی ہے، اگر اسے یہ معلوم ہو جائے کہ میں شیخ کرامت ہوں اور یہ مہ پارہ کے لئے کوئی مشکل نہیں کہ وہ پولیس کو میرے بارے میں مطلع کر دے، میں نے فکرمندی سے کہا۔

آپ کا کہنا بالکل درست ہے۔ ان حالات میں آپ کی زندگی ایک مرتبہ پھر خطرے میں پڑ سکتی ہے نواب صاحب پہلے ہی آپ کی طرف سے ہوشیار ہو چکے ہیں، اب میری سمجھ میں صرف دو صورتیں آئی ہیں یا تو کسی طرح مہ پارہ کو زیر کیا جائے یا پھر یہ شہر ہی چھوڑ دیا جائے .....لیکن دوسری صورت پر آپ کسی طرح تیار نہیں ہیں۔ اس

طرح صرف یہی صورت رہ جاتی ہے کہ مہ پارہ سے مقابلہ کیا جائے تو اب میں نے خود کو پوری طرح اس کے لئے تیار کرلیا ہے جیسا کہ پہلے ہی عرض کر چکا ہوں میں غافل نہیں رہا میں نے کچھ نئی معلومات فراہم کی ہیں جن سے یہ امید بندھتی ہے کہ اگر ہوشیاری سے کام کیا جائے تو مہ پارہ سے نمٹنا کچھ مشکل نہیں، وہ نئی معلومات کیا ہیں؟ مجھے بتاؤ!

میں نے بے چینی سے پوچھا آج تو تم بڑی حوصلہ افزائی کی باتیں کر رہے ہو۔

میں نے معلوم کیا ہے کہ مہ پارہ کے قبضے میں جو پراسرار قوتیں ہیں انہیں برقرار رکھنے کے لئے ہر سال اسے ایک عمل کرنا پڑتا ہے اگر وہ یہ عمل نہ کرے یا نہ کر پائے تو اس سے تمام پراسرار قوتیں چھن جائیں گی۔ میرا کام صرف یہ ہے کہ میں کسی طرح اس کا عمل پورا نہ ہونے دوں اور وہ رات گزر جائے اگر وہ اس رات اپنا عمل پورا نہ کر پائی تو

ہمیشہ ہمیشہ کے لئے اپنی تمام قوتوں سے محروم ہو جائے گی اپنا عمل پورا نہ کرنے سے۔ اور شاید آپ یہ جان کر خوش ہوں کہ اب اس رات میں صرف سات دن باقی ہیں۔ میں یہ دعویٰ تو نہیں کرتا کہ مہ پارہ کو عمل کرنے سے روک دوں گا اتنا ضرور کہوں گا کہ میری انتہائی کوشش یہی ہوگی اس کا عمل کسی طرح ادھورا ہو جائے۔

ہمزاد کی بات سن کر جیسے مجھ میں نئی زندگی آ گئی ہو۔.....

مجھے تم پر ناز ہے بلکہ اگر میں یہ کہوں تو زیادہ صحیح ہے کہ مجھے خود پر ناز ہے اس لئے کہ تم میرا ہی جسم ہو جسم لطیف ہو تم مجھ سے جدا کب ہو۔

یہ کہہ کر میں نے ہمزاد کو رخصت کر دیا اور اس کے جاتے ہی سونے کے لئے لیٹ گیا۔

اچانک میں سوتے سوتے اچھل پڑا۔ کسی نے میرے شانے میں کوئی تیز نوکیلی چیز پھونک دی تھی۔.....میں نے آنکھیں کھول کر

کمرے میں چاروں طرف نظر دوڑائی میں کمرے میں تنہا تھا۔

﴿جاری ہے﴾

www.urdurasala.com

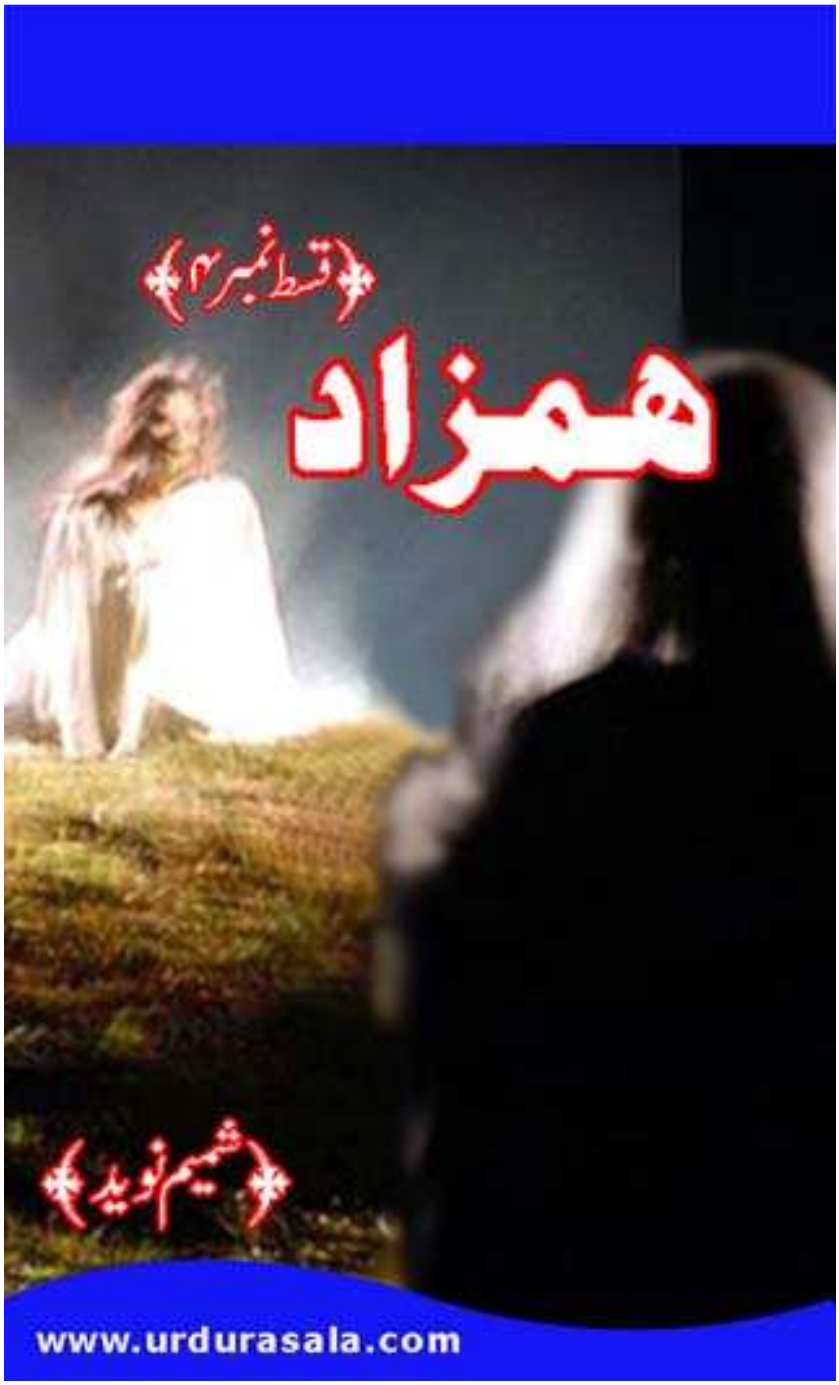
قسط نمبر ۴
ہمزاد
شمیم نوید
www.urdurasala.com

ہمزاد

اچانک میں سوتے سوتے اچھل پڑا کسی نے میرے شانے میں کوئی تیز نوکیلی چیز چبھو نک دی تھی.....میں نے آنکھیں کھول کر کمرے میں چاروں طرف نظر دوڑائی میں کمرے میں تنہا تھا۔

میں اٹھ کر بیٹھ گیا.....ابھی میں نے بستر سے اتر کر زمین پر پاؤں ہی رکھا تھا کہ میرے منہ سے چیخ نکلتے نکلتے رہ گئی میں کمرے کے فرش پر پاؤں پکڑ کر بیٹھ گیا میرے دائیں پیر کے تلوے میں شدید تکلیف تھی شاید میرا پاؤں کسی نکیلی چیز پر پڑ گیا تھا جو میرے تلوے میں اتر گئی تھی.....تلوے میں ٹیسیں اٹھ رہی تھیں پھر ایک دم میرے منہ سے سسکاری نکل گئی مجھے لگا کہ جیسے وہ تیز نکیلی چیز میرے تلوے سے کھینچ لی گئی ہو.....میں فرش سے اٹھ کر پھر بستر پر گر پڑا۔

اب تلوے میں تکلیف کے بجائے ہلکی سی کسک تھی اس وقت مجھے ایک جانی پہچانی آواز سنائی دی۔

مجھے یقین ہے کہ اب تک تمہیں جاگ جانا چاہیے میں تمہیں دیکھنے کی قوت تو نہیں رکھتی مگر مجھ میں اتنی طاقت ہے کہ تم تک آواز پہنچا سکوں اور تمہاری آواز سن سکوں۔ کیا تم میری آواز سن رہے ہو۔.....

میں حیران حیران سا چاروں طرف دیکھ رہا تھا کمرہ قطعی خالی تھا۔

.....وہ آواز مہ پارہ کی تھی جس نے میرے ہوش وحواس معطل کر دیئے تھے.....نہ جانے کب تک اسی طرح مبہوت رہتا کہ آواز پھر سنائی دی۔

تم نے میری بات کا جواب نہیں دیا شیخ۔.....حالانکہ تمہاری سسکاری سن کر میں اندازہ لگا چکی ہوں کہ تم بیدار ہو چکے ہو آواز ایک لمحے کو رکی اور پھر سنائی دی.....میں تمہیں بولنے پر مجبور کر سکتی ہوں.....اچھا تو سنبھلو.....

پھر اس کے ساتھ ہی اچانک مجھے اپنے جسم کے مختلف حصوں میں کوئی

تیز چیز ابھرتی ڈوبتی محسوس ہونے لگی جیسے کوئی میرے جسم کو باریک باریک سوئیوں سے چھید رہا ہو میرے منہ سے کرائیں نکلنے لگیں میں بستر پر تڑپنے لگا۔

کاش! اس وقت میں تمہیں تڑپتا ہوا دیکھ سکتی لیکن تمہارے منہ سے نکلنے والی کراہیں سن کر بھی مجھے کافی سکون مل رہا ہے.....مہ پارہ کی آواز سنائی دی۔.....

ہاں! میں تمہاری منحوس آواز سن رہا ہوں کیا کہنا چاہتی ہو تم.....

میں نے یہ کہہ کر تکلیف کے احساس کو کم کرنے کے لئے سختی سے اپنے ہونٹ بھینچ لئے.....اس وقت میرے جسم میں سوئیاں چبھنی بند ہو گئیں۔

میں کیا چاہتی ہوں.....یہ تمہیں کل رات بتا چکی ہوں اور اگر تمہاری یادداشت کمزور ہے تو ایک مرتبہ پھر سن لو۔ میں نے تم سے کہا

تھا کہ یہ شہر چھوڑ کر چلے جاؤ یہاں میری حکمرانی ہے ایک میان میں دو تلواریں نہیں رہ سکتیں مگر میں دیکھ رہی ہوں کہ تم ابھی تک یہیں موجود ہو.....مہ پارہ کی آواز گزشتہ باتیں دہرا رہی تھی اور اس عرصے میں میں نے اپنے تصور کی قوت آزمائی تھی اب وہ میرے سامنے تھی.....میں دیکھ رہا تھا کہ وہ اپنے کمرے میں تنہا تھی .....اس کے ہاتھ میں مٹی کا ایک پتلا تھا.....کسی آدمی کا پتلا اور دوسرے ہاتھ میں ایک سوئی وہ بات کرتے کرتے اچانک چونکی اور اپنی بات ادھوری چھوڑ کر اس نے پتلے کے سینے میں سوئی جھونک دی.....میں نے ایک دم چیخ کر اپنا سینہ پکڑ لیا.....اس کے ساتھ ہی میرے تصور کا سلسلہ بھی منقطع ہو گیا کیونکہ میری توجہ بٹ چکی تھی.....مہ پارہ کی آواز پھر ابھری۔

میری بات پر توجہ نہ دینے کی سزا تم نے دیکھی تم میری بات پر دھیان

نہ دیکر مجھے دیکھنے کے چکر میں پڑ گئے کیوں.....پھر ایک بار کوشش کرو.....اس نے میرا خون کھول دیا۔

میں تمہیں فنا کر دوں گا۔ میں چیخ اٹھا۔

میرا جملہ سن کر وہ زور سے ہنس پڑی.....اس لئے محتاجوں کی طرح بستر پر پڑے ہوئے تڑپ رہے ہو۔

ہمزاد۔ میں نے پوری قوت سے ہمزاد کو پکارا۔

آخری بار پھر سن لو کہ اگر تم نے یہ شہر نہ چھوڑا تو میں تمہیں سسکا سسکا کر مار ڈالوں گی اور تم.....اس کے بعد اس کی آواز معدوم ہو گئی۔

ہمزاد میرے سامنے کھڑا تھا۔ میں اس پر برس پڑا۔ تم نے سنا کیا کہہ رہی تھی.....وہ تمہارے ہوتے ہوئے مجھے نہ صرف دھمکیاں دے رہی تھی بلکہ یہ دیکھو.....میں نے اپنی قمیض اتار کر جگہ

جگہ سے اپنا زخمی جسم اسے دکھایا۔

مجھے افسوس ہے ہمزاد کی دکھ بھری آواز سنائی دی، لیکن آپ کو ابھی

.....میں ہمزاد کا پورا جملہ نہ سن سکا کیونکہ اس سے پہلے ایک مرتبہ

میں اسی اذیت میں گرفتار ہو چکا تھا۔ میں تکلیف سے چیخنے لگا ہمزاد

نے ایک لمحے رک کر میری طرف دیکھا پھر نہ جانے کیا سوچ کر وہ

ایک دم آگے بڑھا اور اس نے میرے جسم سے تمام کپڑے اتار دیئے

پھر وہ میری مسہری کے چاروں طرف سات بار گھوما۔ اس کا آخری

چکر پورا ہوتے ہی مجھے ایک دم ایسا لگا جیسے میرے جسم کی ساری

تکلیف و اذیت ایک دم ختم ہو گئی.....اب ہمزاد میرے

سامنے ہاتھ باندھے کھڑا ہوا کہہ رہا تھا۔

میں نے آپ کے چاروں طرف حفاظتی حصار کھینچ دیا ہے اب اس

حصار کے اندر اس کا کوئی حربہ آپ کو نقصان نہیں پہنچا سکتا اس کے

بجائے کہ میں ہمزاد کے اس احسان کا شکریہ ادا کرتا الٹا اس پر خفا ہو گیا۔.....

تو اس کا مطلب یہ ہے کہ میں اب اس حصار میں قید رہوں گا آخر تمہاری قوتیں کیا ہوئیں؟ تم نے تو کہا تھا کہ اب زیادہ فکر کرنے کی بات نہیں بولو جواب دو۔.....

ہمزاد کا چہرہ اداس تھا وہ دھیمے لہجے میں بولا مگر ابھی ایک ہفتہ اور انتظار کرنا ہوگا۔ اس سے پہلے میں اس کا کچھ نہیں کر سکتا.....میں آپ سے پہلے بھی صاف صاف کہہ چکا ہوں کہ مہ پارہ کے پاس عجیب و غریب پراسرار قوتیں موجود ہیں اس کا کچھ نہیں بگاڑا جا سکتا۔

یہ سات دن کس طرح گذریں گے کیا میں پورے سات دن اس حصار میں رہوں گا۔ نہیں یہ میرے بس میں نہیں ہے میں اپنی ہتک برداشت نہیں کر سکتا جذبات کی شدت سے میں اٹھ کر کھڑا ہو گیا میں

نے بے خیالی میں حصار سے باہر قدم رکھ دیا اور یہی میرے لئے غضب ہو گیا میرے جسم میں بیک وقت لاتعداد سوئیاں اترتی چلی گئیں۔ میں فرش پر گر کے تڑپنے لگا میرے لئے یہ تکلیف نا قابل برداشت تھی مجھے محسوس ہوا کہ ہمزاد نے میرے جسم کو فرش سے اٹھا کر پھر آہستگی سے مسہری پر لٹا دیا ہے.....اس کے ساتھ ہی مجھے اس نا قابل برداشت اذیت سے نجات مل چکی تھی اور اب میں چاروں شانے چت مسہری پر پڑا چھت کی طرف دیکھ رہا تھا مہ پارہ نے مجھے جس آفت میں مبتلا کر دیا تھا اس نے میرا خون کھول دیا تھا۔

میں آپ کو مشورہ دوں گا کہ آپ اپنے جذبات پر قابو رکھیں یہی میرے اور آپ کے لئے بہتر ہے میرے بس میں اس سے زیادہ نہیں کہ آپکو کسی طرح اس کی ان دیکھی پراسرار قوتوں کی زد سے محفوظ رکھوں۔

ہمزاد کی آواز سن کر میں نے بے بسی سے اس کی طرف دیکھا اب ضرورت اس بات کی ہے کہ آپ چالاکی سے کام لیکر کسی طرح مہ پارہ سے ایک ہفتے کی مہلت لے لیں بلکہ میرے خیال میں تو آپ کو آج بھی اس سے نہیں الجھنا چاہیے تھا آپ کے علم میں تھا کہ اب سے ایک ہفتے بعد وہ اپنا عمل شروع کرنے والی ہے جس میں مجھے رکاوٹ ڈالنی ہے تو آپ کو یہ چاہیے تھا کہ ہوشیاری سے کام لیتے ہوئے اس سے اجازت لے لیتے کہ آپ ایک ہفتے بعد یہ شہر چھوڑ دیں گے مگر اب بھی کچھ نہیں بگڑا.....

میں نے ہمزاد کی بات کاٹ دی.....کیا تم چاہتے ہو کہ میں اس کے سامنے جھک جاؤں ہرگز نہیں۔.....میں یہ کسی قیمت پر برداشت نہیں کر سکتا.....اب شیخ کرامت اتنا محتاج ہو گیا کہ یہاں رہنے کے لئے اس حقیر لڑکی سے اجازت لے۔

آپ بات سمجھنے کی کوشش کیجئے یہ اس کے آگے جھکنا نہیں بلکہ اسے دھوکہ دیکر شکست دینا ہے اس طرح آپ اس کی ان دیکھی پراسرار قوتوں سے بھی محفوظ رہیں گے اور اسے بے دست و پا کرنے کے لئے بھی کچھ کر سکیں گے مصلحت وقت یہی ہے اس میں جذباتی ہونے کی ضرورت نہیں.....اگر وقتی طور پر آپ اسے اس فریب میں مبتلا کر دیں کہ آپ نے اس سے ہار مان لی ہے تو وہ آپ کی طرف سے بے خبر ہو جائے گی.....اور آخر کار یہی بے فکری اس کے لئے عذاب بن جائے گی غالباً آپ میری بات سمجھ چکے ہوں گے دوسرے یہ کہ آپ کو اس حصار کی قید سے بھی نجات مل جائے گی اور آپ آزادی سے گھوم پھر سکیں گے۔

ہمزاد کی بات دل کو لگنے والی تھی میں اس کی ذہانت اور حکمت عملی سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکا یہی سوچ کر میں نے اس سے سوال

کیا.....مگر اب کس طرح ممکن ہے۔؟

مجھے ہمزاد کے چہرے پر ایک خوشی کی لہر سی نظر آئی تو کیا آپ اس کے لئے آمادہ ہیں۔.....؟

ہاں.....میں نے آہستہ سے کہا.....مجھے تمہاری تجویز سے کلی طور پر اتفاق ہے۔

یہ کوئی مشکل نہیں آپ بہ آسانی اس سے رابطہ قائم کر سکتے ہیں اپنی تصور کی قوت کو بروئے کار لائیے جیسا کہ آپ بھی جانتے ہیں کہ وہ اس سے باخبر ہو جاتی ہے کہ اسے دیکھا جا رہا ہے وہ یقیناً آپ سے استفسار کریگی اور پھر اتنی قوت تو اسمیں خود موجود ہے کہ وہ دور رہ کر بھی آپ کی بات سن سکے۔

تم ٹھیک کہتے ہو میں ابھی اس سے رابطہ قائم کرتا ہوں اب تم جا سکتے ہو۔.....

ہمزاد کے جاتے ہی میں نے آنکھیں بند کر کے مہ پارہ کا تصور کیا اور دوسرے لمحے اس کا حسین چہرہ میرے سامنے تھا وہ اس وقت اپنے کمرے میں تنہا نہیں تھی بلکہ ایک نوجوان سے محوِ گفتگو تھی.....یہ نوجوان میرے لئے اجنبی نہیں تھا میں اسے دیکھ کر غصے سے پیچ و تاب کھانے لگا.....یہ نواب صاحب کا منظورِ نظر راحت تھا مگر ہمزاد کی باتیں یاد آتے ہی میں نے نوجوان کے ساتھ اپنی رقابت کو فراموش کرتے ہوئے خود پر قابو پانے کی کوشش کی.....یقیناً یہ وقت اس کا نہیں تھا کہ میں غصے سے بے قابو ہو کر کام بگاڑ دیتا .....مجھے اس وقت نہایت ہوشیاری سے اور ذہانت سے مہ پارہ کو دھوکا دینا تھا.....ابھی مجھے مہ پارہ کو دیکھتے چند ہی لمحے گزرے تھے کہ وہ راحت سے بات کرتے کرتے اچانک رک گئی اور اسے بھی خاموش رہنے کا اشارہ کیا غالباً اسے اپنی پراسرار قوتوں

کے ذریعے پتہ لگ گیا تھا کہ میں اسے دیکھ رہا ہوں.....میں نے کمرے کا بھرپور جائزہ لیا کمرہ اندر سے بند تھا اور ایک طرف ایک چوکی پر وہی پتلا رکھا تھا جو کچھ دیر پہلے میں نے مہ پارہ کے ہاتھ میں دیکھا تھا اب مجھے اس مٹی کے پتلے میں ہر طرف چبھی ہوئی سوئیاں نظر آئیں.....میرے لئے یہ عجیب معمہ بن گیا تھا جسے میں کوشش کرنے کے باوجود نہ سمجھ پایا.....البتہ اتنا ضرور سمجھ چکا تھا کہ اس مٹی کے پتلے سے یقیناً میرا کوئی تعلق ہے کیونکہ میں نے دیکھا تھا کہ مہ پارہ نے جیسے ہی اس پتلے کے سینے میں سوئی بھونکی تھی مجھے اپنے سینے میں اس کی چبھن کا احساس ہوا تھا اور اب اس پتلے کے سارے جسم میں سوئیاں پیوست تھیں اس کا مطلب تھا کہ میرے بھی سارے جسم میں سوئیاں ہونی چاہیے تھیں لیکن میں حصار میں ہونے کے سبب ان کی تکلیف واذیت سے محفوظ تھا اور جب میں نے حصار

سے نکلنے کی کوشش کی تھی تو مجھے اپنے سارے جسم بالکل اسی پتلے کی طرح سوئیاں پیوست ہوتی محسوس ہوئی تھیں۔

شیخ تم اپنی بچگانہ حرکتوں سے باز نہیں آؤ گے۔.....اچانک مجھے مہ پارہ کی غصے سے بھری ہوئی آواز سنائی دی.....میرے معاملے میں دخل اندازی کرنے کی سزا جانتے ہو تم.....؟ میں ہر وقت یہ سب کچھ برداشت نہیں کر سکتی سمجھے۔اس بات پر خوش ہونے کی کوئی ضرورت نہیں کہ وقتی طور پر تم میرے عذاب سے بچ گئے ہو .....میں جب چاہوں تمہیں اس حفاظتی حصار سے باہر کھینچ سکتی ہوں اپنی طفلانہ قوتوں پر اترانا چھوڑ دو۔اسی میں تمہارے لئے بھلائی ہے میرے قہر و غضب کو آواز نہ دو۔.....ورنہ تم اپنی جان سے ہاتھ دھو بیٹھو گے۔

مہ پارہ کی بات سن کر۔ظاہر ہے کہ غصے سے میرا برا حال ہو جانا

چاہیے تھا مگر یہ اور وقت تھا.....میں نے اس کی بات پر کان نہ دھرتے ہوئے اور بغیر اس کا کوئی تاثر قبول کئے ہوئے نہایت نرم لہجے میں اسے مخاطب کیا۔.....تم عظیم ہو مہ پارہ میں تمہیں اور تمہاری عظمتوں کو سلام کرتا ہوں.....میں تمہاری پراسرار قوتوں کا معترف ہو چکا ہوں.....میں یقیناً غلطی پر تھا۔

.....اب میں تم سے صرف پہلی اور آخری بار التجا کرتا ہوں اور وہ یہ کہ مجھے اپنے شہر میں صرف ایک ہفتہ رہنے کی اجازت دیدو۔اس کے بعد میں ہمیشہ کے لئے یہاں سے چلا جاؤں گا.....ہمیشہ کے لئے چلا جاؤں گا تمہاری یاد اپنے دل میں لئے چلا جاؤں گا۔ مجھے اپنے لہجے پر خود حیرت تھی کہ میں نے اتنی کامیاب اداکاری کس طرح کی۔

میرا لہجہ بدلا ہوا دیکھ کر مہ پارہ کے چہرے پر پہلے تو حیرت کے آثار

نظر آئے پھر اس کے حسین ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

ابھی تم نے کیا کہا۔ میری یاد اپنے دل میں لے کر یہاں سے چلے جاؤ گئے؟ تم بظاہر تو اتنے احمق دکھائی نہیں دیتے کہ دوسرے نوجوانوں کی طرح محبت کے دھوکے میں آجاؤ.....

نہیں مہ پارہ یقین کرو مجھے تم سے سچی محبت تھی اور ہے کاش تم نے میری محبت کو سمجھا ہوتا کاش تم.....

بکومت! اس نے مجھے جھڑک دیا.....میرے پاس ان فضول باتوں کے لئے وقت نہیں ہے.....بہر حال تم نے اپنی شکست کا اعتراف کرلیا ہے اپنے ہی حق میں بہتر کیا ہے لیکن یاد رہے کہ اگر تم ایک ہفتے سے ایک دن بھی زیادہ اس شہر میں رکے تو اپنی تباہی کے خود ذمہ دار ہوگے میں تمہیں اپنے شہر میں ایک ہفتے ٹھہرنے کی اجازت دیتی ہوں۔

مہ پارہ کی بات سن کر میں نے اس کا شکریہ ادا کیا اور اسکے ساتھ ہی بولا۔.....جب تم نے مجھ پر اتنی عنایت کی ہے تو کیا ممکن نہیں کہ تم مجھ پر سے اپنا عذاب ہٹا لو تا کہ میں آزادی سے گھوم پھر سکوں اور یہ ایک ہفتہ سکون سے گزار سکوں.....

میری بات سن کر مہ پارہ اپنی جگہ سے اٹھی.....اس مٹی کے پتلے تک پہنچ کر اسے اٹھایا اور پھر اس کے تمام جسم سے سوئیاں نکالنے کے بعد پتلے کو ایک طرف رکھ کر مجھ سے مخاطب ہوئی۔

اب تم اپنے حفاظتی حصار سے باہر آ سکتے ہو اور جہاں جی چاہے آ جا سکتے ہو۔مگر خیال رہے کہ تم نے اس آزادی کا کوئی غلط فائدہ اٹھایا تو انجام کے خود ذمہ دار ہو گے۔

اب میں تخلیہ چاہتی ہوں۔.....

اس کا یہ فقرہ سن کر میں سمجھ گیا کہ اب وہ راحت کے ساتھ کیا کھیل

کھیلنے والی ہے میرا دل چاہ رہا تھا کہ ایک مرتبہ کم از کم اس کے بے مثال حسن ہی کو دیکھ کر اپنی آنکھوں کی پیاس بجھالوں مگر میں نے ایسا نہیں کیا کیونکہ میں جانتا تھا کہ اس طرح کھیل بگڑ جانے کا خطرہ ہے اور مہ پارہ کے ناراض ہونے کا بھی امکان ہے.....میں نے اپنی آنکھیں کھول دیں اور اس کے ساتھ ہی میرے تصور کا سلسلہ منقطع ہو گیا۔

شانتی کے بارے میں مجھے ہمزاد سے معلوم ہوا کہ آج کل قبلہ نواب کے پاس ہے۔

اور شانتی کو انھوں نے اپنی ہی محل نما حویلی کے ایک حصے میں چھپا رکھا ہے جہاں وہ شراب و کباب کے ساتھ نشے میں دھت موجود ہوتے ہیں.....لڑکیاں اب میرے لئے کوئی مسئلہ نہیں تھیں لیکن شانتی نے مجھے جس طرح متاثر کیا تھا اس طرح کوئی لڑکی میرے وجود پر نہ

چھا سکی تھی یہ سوچ کر اب تو مہ پارہ سے میری صلح ہو چکی ہے لہٰذا اس نے شانتی پر سے بھی اپنا پہرہ اٹھا لیا ہو گا میں نے ہمزاد کو حکم دیا کہ شانتی کو اٹھا لاؤ مگر وہ ناکام واپس آیا اور اس نے بتایا کہ ابھی تک اس کمرے کے گرد دودھیا روشنی کا حصار بدستور قائم ہے جس میں صرف نواب صاحب اور راحت ہی داخل ہو سکتے ہیں مجھے یہ سن کر بوڑھے نواب کی ہوس پر بہت تاؤ آیا..... کچھ تو انتقامی جذبہ اور کچھ میرے حالات میں ان دونوں میں پھنس گیا تھا پھر مجھے نرگس کی طرف متوجہ ہونا پڑا۔ میں نے اس رات نرگس کو اٹھوا لیا۔.....

نرگس اس زبردستی پر ظاہر ہے کہ خوش نہیں تھی اور پھر اس نے جس ماحول میں آنکھ کھولی تھی وہاں قدم قدم پر اس کی ناز برداریاں کرنے والے موجود تھے اس نے صرف حکم دینا سیکھا تھا کسی کا حکم سننا نہیں۔ یہی سبب تھا کہ وہ میرے سخت رویے اور کھردرے لہجے کو ناپسند کرتی

تھی اگر وہ میرے قرب پر مجبور نہ ہوتی تو مجھے قطعی گوارہ نہ کرتی۔

وہ میرے پاس آ کر بھی بجھی بجھی اور پژمردہ رہتی مجھے اپنے اس تپاک سے محروم رکھتی جسے کے لئے عورت کو کسی طرح مجبور نہیں کیا جا سکتا لیکن اسکے باوجود مجھے اس کا انداز پسند تھا۔.....

میں نے نواب صاحب کو اذیت میں مبتلا کرنے اور انتقام کی آگ بجھانے کے لئے ایک اور طریقہ استعمال کیا میں نے فیصلہ کیا کہ اب نرگس اس وقت تک اپنے باپ کے گھر واپس نہیں جائے گی جب تک شانتی نواب صاحب سے نہیں چھین لیجاتی اسلئے صبح جب میں نے ہمزاد کو طلب کیا تو اسے بتایا۔

نرگس اب یہیں رہے گی۔ میں نے یہ فیصلہ اس لئے کیا ہے کہ نرگس کی گمشدگی سے نواب صاحب پریشان ہونگے اور شانتی کے قرب کی لذتوں میں گم ہو کر بھی انھیں سکون نصیب نہ ہو۔

یہ ایک خطرناک قدم بھی ہوسکتا تھا آپ کے علم میں ہے کہ نواب صاحب کتنے بارسوخ اور بااثر آدمی ہیں یقیناً وہ اسی سلسلے میں اعلیٰ احکام سے رجوع کریں گے ہمزاد نے میری بات سن کر کہا۔

تو کیا ہوا۔.....وہ تمہارے ہوتے ہوئے میرا کچھ نہیں بگاڑ سکتے پھر یہ کسے خبر ہے کہ نرگس یہاں میرے پاس ہے۔؟ مجھے تو ویسے بھی بحیثیت شیخ کرامت اس شہر میں کوئی نہیں پہچانتا۔

لیکن شاید آپ یہ بھول گئے کہ آپ۔ یہاں کی پولیس کی نظروں میں بہر حال ایک مشتبہ فرد ہوں۔ پر چند کہ آپ کے خلاف پولیس کے پاس کوئی ثبوت نہیں غالباً آپ نے نواب صاحب کے اس عامل کو فراموش کر دیا جو یہاں تک پولیس کو لے کر آیا تھا.....ان حالات میں ظاہر ہے کہ نواب صاحب پھر پولیس سے رجوع کریں گے اور یہ تو آپ جانتے ہی ہیں کہ انہیں پہلا شبہ آپ ہی پر ہو

گا.....پولیس کے چار سپاہی اور ایک انسپکٹر اس حویلی کے محل وقوع سے واقف ہیں۔

ہمزاد کی بات ختم ہوئی تو میں نے جھنجھلا کر کہا۔.....تم تو اب میری ہر بات میں کیڑے نکالنے لگے ہو اگر چار سپاہی اور ایک انسپکٹر اسی جگہ سے واقف ہیں تو کیا انھیں ٹھکانے نہیں لگایا جا سکتا.....

آپ صحیح کہتے ہیں یقیناً ایسا ممکن ہے مگر قطعی بے فائدہ کیونکہ صرف وہ پولیس والے اس جگہ سے واقف ہیں بلکہ اس کے علاوہ جسے میں نے ٹھکانے لگا دیا تھا نواب صاحب، طبیب خاص مہ پارہ کے باپ احمد خان اور نواب صاحب کے دیگر رفقاء کو بھی اس حویلی کے محل وقوع سے آگاہ کر دیا تھا.....اس کے علاوہ پولیس کے اپنے ریکارڈ میں بھی یہاں کا پورا پتہ موجود ہے پھر ایک بات آپ کے ذہن سے نکل گئی کہ نرگس کی گمشدگی ظاہر ہے کہ چھپی نہیں رہ سکتی اس کا مہ پارہ

کے علم میں آنا بھی ممکن ہے اور مہ پارہ کے علم میں آجانے کا مطلب آپ جانتے ہی ہیں وہ فوراً اسے آپ کی انتقامی کارروائی سمجھے گی اور پھر نتیجہ وہی نکلے گا جو کسی طرح ہمارے حق میں نہیں ہوگا۔

جو ہوگا دیکھا جائے گا قبل از وقت خوف کھانے سے کچھ حاصل نہیں یہ میرا آخری فیصلہ ہے کہ نرگس یہاں سے اس وقت تک نہیں جائے گی جب تک شانتی اس بوڑھے کے قبضے میں ہے سمجھ گئے تم۔

تمہارا کام یہ ہے کہ مجھے تازہ تر حالات سے آگاہ کرتے رہو یہ کہہ کر میں نے ہمزاد کو رخصت کر دیا اور اس کمرے میں آ گیا جس میں نرگس کو چھوڑ کر گیا تھا.....کمرہ کھول کر میں اندر داخل ہوا تو وہ اٹھ کھڑی ہوئی۔

میں گھر جانا چاہتی ہوں۔اس نے میری طرف دیکھ کر کہا اس کے لہجے میں اداسی تھی۔میری جان اب یہی تمہارا گھر ہے تم یہاں سے نہیں جا

سکتی مگر کیوں۔.....؟ آخر میں نے تمہارا کیا بگاڑا ہے۔

اسکے سرخ رخساروں پر آنسو بہنے لگے مگر میں نے اس کا کوئی اثر نہ لیکر نہایت ڈھٹائی سے کہا۔.....میں تمہاری جدائی ایک لمحے کے لئے بھی برداشت نہیں کر سکتا میں نے آگے بڑھ کر اسکے رخساروں سے آنسو پونچھ دیئے۔

میرے ذہن میں غنودگی طاری ہوتی جارہی تھی اس وقت میں صرف سونا چاہتا تھا چند ہی لمحے بعد میں بالکل غافل ہو گیا۔

کسی نے مسہری میں ٹھوکر ماری تو میری آنکھ کھل گئی کچھ دیر تو میں سمجھ ہی نہ پایا کہ یہ حقیقت ہے یا کوئی خواب.....میری مسہری کے چاروں طرف باوردی پولیس والے کھڑے تھے لیکن ان میں سے ایک ادھیڑ عمر جو اپنی وردی سے انسپکٹر معلوم ہوتا تھا میری طرف بڑھا اور اپنی کڑک آواز میں مجھے مخاطب کیا تو میں چونک پڑا اس کے الفاظ

میری سماعت میں زہر گھول رہے تھے اس کا لہجہ ہتک آمیز تھا میں آنکھیں پھاڑ کر ہر طرف دیکھ رہا تھا۔

اب اٹھو بھی لاٹ صاحب۔ ہم تمہیں قبلہ نواب صاحب کی صاحبزادی نرگس کے ساتھ زنا بالجبر اور اسے اپنی پاس رکھنے کے جرم میں گرفتار کر رہے ہیں۔

سب انسپکٹر کے الفاظ میرے اوپر بجلی بن کر گرے۔ اب میں اپنی حماقت پر سوائے پچھانے کے اور کر بھی کیا سکتا تھا میرا نیند سے بوجھل دماغ یہ سوچ ہی نہیں سکا کہ اگر مجھے سوتا چھوڑ کر نرگس دروازہ کھول کر فرار ہوگئی تو میرا کیا حشر ہوگا، یقیناً یہ سب اس کی وجہ سے ہوا ہوگا میرا ذہن تیزی سے کام کر رہا تھا.....اس نے یہاں سے فرار ہو کر نواب صاحب کو سب کچھ بتا دیا ہوگا.....یہ بھی کہ میں شیخ کرامت ہوں اور پھر نواب صاحب نے بغیر وقت ضائع کئے اپنے

اثر ورسوخ استعمال کر کے فوراً میرے وارنٹ گرفتاری نکلوا دیئے۔
ہونگے جب کہ یہ کیس بھی اب مضبوط تھا کہ اگر میری جگہ کوئی اور بھی
ہوتا تو پولیس کے لئے وجہ گرفتاری موجود تھی غالباً نواب صاحب نے
مجھے پوری طرح پھانسنے کے لئے یہ بدنامی بھی مول لے لی کہ نرگس
سے بالکل سچا بیان دلوایا کہ میں کسی طرح بچ ہی نہ سکوں.....میں
اپنے خیالات میں اس طرح کھویا ہوا تھا کہ اس وقت چونکا جب
میرے ہاتھوں میں ہتھکڑیاں پڑ چکی تھیں۔اب پانی سر کے اوپر
ہونے لگا تھا اور میرے لئے ضروری تھا کہ میں ان حالات سے بچنے
کے لئے کوئی نہ کوئی تدبیر کرتا پولیس والے اب مجھے لے کر حویلی کے
باہر نکل آئے تھے غالباً پولیس تھانہ یہاں سے قریب ہی تھا اس لئے وہ
مجھے لے کر پیدل ہی چلنے لگے یہ بات میرے لئے بہت خطرناک تھی
کہ مجھے اب بحیثیت شیخ کرامت پہچان لیا گیا تھا مع انسپکٹر کے وہ

پانچ پولیس والے تھے میں نے چلتے چلتے ایک دم ہمزاد کو پکارا۔

.....جس کے ہاتھ میں ہتھکڑی کا دوسرا سرا تھا وہ میری طرف

حیرت سے دیکھنے لگا.....دوسرے ہی لمحے ہمزاد میرے پاس

موجود تھا پھر اس سے پہلے کہ میں اس سے کچھ کہتا آناً فاناً میں سب کچھ

ہو گیا.....میں اپنی حیرت سے اس وقت نکلا جب ہمزاد میرا

ہاتھ پکڑے ایک قریبی گلی میں بھاگ رہا تھا جو کچھ ہوا وہ اتنی جلدی ہوا

تھا کہ راہگیر بھی کچھ نہ سمجھ سکے ہمزاد نے آتے ہی ان پانچوں کو ٹھکانے

لگا دیا میں تو صرف دیکھ رہا تھا کہ وہ پانچوں باری باری سڑک پر ڈھیر

ہو گئے تھے پھر ہمزاد نے بغیر وقت ضائع کئے میری ہتھکڑی توڑی تھی

اور مجھے لے کر ایک قریبی گلی میں گھس کر دوڑنے لگا تھا ایک پتلی گلی

میں مڑتے ہوئے بھاگتے بھاگتے میں نے ہمزاد سے سوال کیا۔

کیا وہ پانچوں مر گئے.....

جی ہاں ان کا زندہ رہنا خطرناک تھا کیونکہ بحیثیت شیخ کرامت وہ آپ سے واقف ہو چکے تھے اور میرا تو خیال ہے کہ اب نرگس کا زندہ رہنا بھی کسی طرح سودمند نہیں کیونکہ اب پورے میرٹھ میں صرف وہی آپ کو بحیثیت شیخ کرامت پہچانتی ہے۔

میں نے اس وقت ہمزاد کی اس بات کا جواب نہ دیتے ہوئے اس سے ایک سوال کیا.....ہماری منزل کہاں ہے؟

ویلی بازار.....کیا آپ اس سرائے کو بھول گئے جسمیں آپ نے میرٹھ آ کر پہلی رات گزاری تھی کچھ دیر بعد ہی جب میں سرائے کے ایک کمرے میں سکون سے بیٹھا تو ایک مرتبہ پھر ہمزاد کو طلب کیا جو مجھے سرائے تک پہنچا کر یہ کہہ کر رخصت ہو گیا تھا کہ وہ بیگم پل جا کر ذرا حالات معلوم کر کے آتا ہے کہ ہمارے وہاں سے فرار ہونے کے بعد پولیس نے کیا قدم اٹھایا ہمزاد کے آتے ہی میں نے اس سے

پوچھا۔

کوئی تشویش کی بات تو نہیں۔

نہیں ایسی کوئی بات نہیں ہمزاد نے جواب دیا اس کی وجہ یہ ہے کہ سوائے نرگس کے یہاں آپ کا حلیہ تک جاننے والا کوئی نہیں بیگم پل پر کھلبلی مچی ہوئی ہے اور اب پولیس کے اعلیٰ احکام کی موجودگی میں پانچوں پولیس والوں کی لاشیں اٹھائی جا رہی ہیں سبھی پولیس والوں کی اس طرح اچانک موت پر حیران ہیں اور طرح طرح کی قیاس آرائیاں ہو رہی ہیں..... پولیس اس سلسلے میں نہایت مستعدی کا ثبوت دے رہی ہے پولیس کے کچھ افسران نواب صاحب کوٹھی تک بھی پہنچ چکے ہیں۔ وہ غالباً نرگس سے آپ کے بارے میں کچھ مزید معلومات فراہم کر کے کوئی قدم اٹھانا چاہتے ہیں اب صرف چند لمحوں کا وقت ہے کہ نرگس کو بھی راستے سے ہٹا دیا جائے اس لئے کہ

ابھی جب آپ نے مجھے طلب کیا پولیس نواب صاحب کی کوٹھی میں داخل ہوئی تھی میرے خیال سے اب تک وہ نرگس سے گفتگو نہ کر پائے ہوں گے اگر نرگس نے انہیں آپ کا حلیہ اور شکل و شباہت بتا دی تو کچھ الجھن بھی پیدا ہو سکتی ہے۔ ہمزاد نے سوالیہ نظروں سے میری طرف دیکھا۔

نہیں اس کی ضرورت نہیں۔ صرف حلیے سے کچھ نہیں ہوتا ہمیں اس بیدردی سے قتل و غارت کا بازار گرم نہیں کرنا چاہیے اور پھر تم جانتے ہو کہ مجھے نرگس پسند بھی ہے مجھے اس کے بارے میں بتاؤ اس پر میرے فرار ہونے کا کیا ردِ عمل ہے۔

وہ بری طرح خوفزدہ دکھائی دیتی ہے حالانکہ جس وقت میں نے اسے دیکھا تھا اس تک یہ اطلاع نہیں پہنچی تھی کہ آپ پولیس کی حراست سے نکل گئے ہیں ہمزاد نے مجھے بتلایا۔

اور پھر اسی رات ہمزاد نے مجھے یہ اطلاع دی کہ پولیس نے تمام پولیس اسٹیشنوں تک میرا حلیہ پہنچا دیا ہے.....ریلوے اسٹیشن اور شہر سے باہر نکلنے کے تمام راستوں پر سخت پہرہ بٹھا دیا گیا ہے نواب صاحب نے اعلیٰ احکام کا ناک میں دم کر دیا ہے وہ ہر قیمت پر مجھے گرفتار دیکھنا چاہتے ہیں۔

کچھ دنوں سے میرٹھ میں عجیب وغریب اموات کے سبب اعلیٰ حکام خود بھی اس طرف متوجہ ہو گئے تھے اور اب پانچ پولیس والوں کی بیک وقت موت نے تو پولیس کو اور بوکھلا دیا تھا۔

ہمزاد نے یہ بھی اطلاع دی کہ میرٹھ کے بڑے افسران نے فوری طور پر فیصلہ کیا ہے کہ اس سلسلے میں تحقیقات کے لئے دارالحکومت سے کچھ ذہین انگریز افسران اعلیٰ کی خدمات حاصل کی جائیں۔

مجھے نواب صاحب اور پولیس کی سرگرمیوں کے بارے میں ایک ایک

اطلاع ملتی رہتی.....نواب صاحب نے واقعی اچھا خاصا ہنگامہ کھڑا کر دیا تھا.....میں نے ہمزاد سے اپنے حلئے کے بارے میں سن کر پہلی فرصت میں سرائے کے نائی کو اپنے کمرے میں بلوا کر مونچھیں منڈوا دیں میں جانتا تھا کہ نرگس نے میرے حلئے میں یقیناً ان کا ذکر کیا ہوگا اس کے علاوہ ہمزاد سے میں نے نہایت معمولی درجے کا لباس منگوا کر پہن لیا۔اب مجھے دور سے دیکھ کر پہچاننا ذرا مشکل تھا جب میں ان تمام باتوں سے فارغ ہو گیا اور ذرا رات بھی بیت گئی تو میں نے ہمزاد کو ایک مرتبہ پھر طلب کر کے کہا۔

کیوں کیسی رہے اگر آج رات بھی نرگس میرے پہلو میں ہو؟۔

ہمزاد میری بات سن کر اچھل پڑا؟.....یہ کیا غضب کر رہے ہیں آپ ابھی تو اتنا ہنگامہ ہو چکا ہے اور پھر وہ لڑکی ہرگز قابل اعتماد نہیں وہ پھر سب کچھ جا کر کہہ دے گی اور آپ کا یہاں رہنا بھی حرام

ہو جائے گا..... پولیس ویسے ہی آپ کی تلاش میں ہے۔

نرگس کو پتہ کب چلے گا کہ وہ کہاں ہے تم کیا بچوں جیسی باتیں کرتے ہو۔ میں نے ہمزاد سے ہنس کر کہا۔

پھر آپ نے مونچھیں خواہ مخواہ منڈوائیں کل اسکی اطلاع بھی پولیس کو پہنچ جائے گی کیا میں غلط کہہ رہا ہوں ؟

ہاں یہ بات ضرور ہے مگر تمہیں ایک بات بتاؤں نرگس آخر کار ایک لڑکی ہے جب اس نے سنا ہوگا کہ میں پانچ پولیس والوں کو قتل کر کے فرار ہو گیا ہوں تو وہ یوں بھی میری طرف سے خوفزدہ ہوگی پھر جب وہ دیکھے گی کہ میں نے اسے دوبارہ اٹھوالیا ہے تو یقیناً وہ اس قدر ڈر جائے گی کہ اب اپنے باپ سے میرے بارے میں کچھ کہنے کی ہمت نہیں کر پائے گی میں تم سے جو کہہ رہا ہوں..... وہ کرو اب تقریباً آدھی رات گزر چکی ہے سرائے میں ہر طرف سناٹا ہے میں

دروازہ کھلا رکھوں گا تا کہ تم آسانی سے اندر داخل ہوسکو۔ جاؤ جو میں کہہ رہا ہوں اس پر عمل کرو۔

ہمزاد میری بات سن کر نرگس کو لینے چلا گیا، گرمیوں کے دن تھے اور چاندنی راتیں بہت سے مسافروں نے اپنی چارپائیاں سرائے کے کچے صحن میں بچھا رکھی تھیں ..... میں برآمدے میں کھڑا ہوا ہمزاد کے لوٹنے کا منتظر تھا چند لمحوں بعد ہی مجھے ہمزاد فضاؤں میں تیرتا ہوا نظر آ گیا۔ اس کے ہاتھوں پر جو جسم تھا اس کے بارے میں مجھے یقین تھا کہ وہ نرگس ہی کا جسم ہے وہ اب آہستہ آہستہ بلندی سے نیچے اتر رہا تھا میں کمرے کی طرف مڑنے ہی والا تھا کہ اسی وقت میری سماعت سے کسی کی آواز ٹکرائی۔ کوئی تقریباً چیختے ہوئے

.....بھو.....بھو.....بھو.....بھوت

.....بھوت کا نعرہ لگا کر اپنے آس پاس سوئے ہوئے لوگوں کو

بیدار کر رہا تھا میرے دیکھتے ہی دیکھتے ایک دم سرائے میں جاگ ہوگئی یہ بڑی خطرناک صورت حال تھی میں گھبرا گیا مگر اب جیسے ہی میری نظریں آسمان کی طرف اٹھیں میرا دل ہمزاد کی ذہانت پر جھوم اٹھا اب نرگس کا جسم بلند تر ہوتا جا رہا تھا پھر چند ہی لمحوں میں وہ بالکل نظروں سے اوجھل ہوگیا دیکھنے والوں نے صرف نرگس کا جسم فضا میں تیرتے ہوئے دیکھا تھا اور ہمزاد کو تو میں ہی دیکھ سکا تھا اس لئے انہوں نے اسے کوئی بلا یا بھوت تصور کیا ہمزاد نے جب یہ محسوس کیا ہوگا کہ سرائے میں جاگ ہوگئی ہے تو نرگس کے جسم کو واپس لے گیا تا کہ میں کسی الجھن اور پریشانی کا شکار نہ ہو جاؤں۔ اس کا یہ فیصلہ یقیناً میرے حق میں تھا میں ابھی اجنبی بن کر حقیقت احوال جاننے کے لئے لوگوں کی بھیڑ میں شامل ہوگیا جو بیچ صحن میں ایک دوسرے کے قریب اس طرح کھڑے تھے کہ اگر وہ جدا ہو گئے تو انہیں کوئی بلا اٹھا

کر لے جائے گی۔

ایک مخیف شخص کہہ رہا تھا میں پیشاب کرنے کے لئے اٹھ رہا تھا کہ اچانک میری نظر اوپر اٹھ گئی بس کیا بتاؤں میرے حواس جاتے رہے وہ یقیناً کوئی چڑیل تھی میں نے خود دیکھا تھا اس کے بڑے بڑے کھلے بال فضا میں لٹک رہے تھے اور اس کی ایڑیاں بھی آگے کی طرف تھیں اور پنجے بچھے ہوئے تھے۔

میں دل ہی دل میں اس بڈھے کی بات پر ہنس رہا تھا جواب سچ میں اپنے مفروضات بھی شامل کرنے لگا تھا اس کے ساتھ ساتھ میں اس بڈھے سے کڑھا بھی بہت جس کی وجہ سے میں نرگس کی قربت سے محروم رہ گیا تھا اگر یہ خبیث نہ جاگ گیا ہوتا تو اتنا ہنگامہ کیوں ہوتا میں تھکے تھکے قدموں سے اپنے کمرے میں لوٹ آیا اور ہمزاد کا انتظار کرنے لگا۔ کچھ ہی دیر بعد ہمزاد آ گیا تو میں نے اس سے کہا۔

یہ تو بہت برا ہوا خواہ مخواہ بنا بنایا کھیل بگڑ گیا لیکن خیر تم نے بہت ہوشیاری کا ثبوت دیا ورنہ میرے لئے مشکلات پیدا ہو جاتی اور کچھ دیر ٹھہر جاؤ اس کے بعد اسے اٹھا کر لانا۔.....ہمزاد میری بات سن کر چونک پڑا۔.....

آپ بھی کمال کرتے ہیں کی آپ کو یقین ہے کہ جو لوگ نرگس کو دیکھ چکے ہیں وہ اتنے باہمت ہیں کہ نہایت آرام اور بے خوفی سے سو جائیں گے خوف کی وجہ سے ان میں سے کسی کو صبح تک نیند نہیں آئے گی میرا خیال یہ ہے کہ آج رات آپ صبر کر لیں زندگی میں بہت سی حسین راتیں آئیں گی.....کل سب سے پہلا کام کوئی مکان حاصل کرنا ہے تا کہ آپ بحفاظت وہاں رہ سکیں اور وہاں یہ تمام خطرات درپیش نہ ہوں۔

ہمزاد کے سمجھانے پر آخر کار مجھے مجبور ہونا پڑا اور خالی آغوش سو جانا

پڑا۔صبح جب میں ضروریات سے فارغ ہوا تو سرائے میں ہر طرف رات والے واقعہ کا ذکر تھا.....کئی لوگوں نے مجھے روک کر اس سلسلے میں بات کرنا چاہی مگر میں نے اس میں اپنی عدم دلچسپی کا اظہار کیا اور یہ کہتا ہوا آگے بڑھ گیا کہ میں تو آرام سے اپنے کمرے میں سو رہا تھا مجھے کچھ نہیں معلوم اور میں ان خرافات پر عقیدہ رکھتا ہوں۔جن لوگوں نے رات نرگس کے جسم کو دیکھا تھا وہ قسمیں کھا کھا کر دوسروں کو یقین دلانے کی کوشش میں مصروف تھے میں چپ چاپ اپنے کمرے میں آ گیا.....کچھ دیر بعد ہمزاد کمرے میں داخل ہوا وہ اپنے ساتھ کافی کپڑے اور دوسری چیزیں لایا تھا یہ کپڑے خاصے قیمتی معلوم ہوتے تھے۔

انہیں پہن کر دیکھ لیجئے.....یہ آپ کے جسم پر ٹھیک ہیں کہ نہیں ویسے میں اچھی طرح دیکھ کر لایا ہوں۔یہ آپ کے صحیح آنے چاہئیں۔

ہمزاد نے کپڑے میری طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔

مگر یہ سب کس لئے لائے ہو؟ کل تم نے مجھے معمولی قسم کے کپڑے لا کر دیئے تھے بلکہ شاید میں نے ہی خود تم سے منگاوئے تھے تا کہ میرا حلیہ کچھ نہ کچھ تبدیل ہو جائے میں نے ہمزاد سے پوچھا۔

یہ کپڑے ان کپڑوں سے قطعی مختلف ہیں انہیں پہننا اس لئے ضروری ہے کہ آپ کوئی صاحب حیثیت آدمی نظر آئیں کیونکہ آج آپ کو ایک مکان خریدنا ہے.....نیا مکان.....

مگر روپیہ تو وہیں حویلی میں رہ گیا ہے میں نے کہا۔؟

جی نہیں یہ دیکھئے وہ بکسا بھی یہیں اٹھا لایا ہوں اور اگر آپ کہیں تو آپ کا بقیہ سامان اور کپڑے وغیرہ بھی لا دوں۔.....

نہیں۔.....فی الحال رہنے دو.....جب نیا مکان لے لیں گے تو تم میری حویلی کا سب سامان اٹھا کر نئے مکان میں لے آنا

میں نے ہمزاد کو جواب دیا۔

پولیس نے آپ کی حویلی سیل کر دی ہے ہمزاد نے مجھے بتایا۔

اس کے بعد میں نے جلدی جلدی کپڑے تبدیل کئے اور شیروانی کی تمام جیبوں میں روپے ٹھونس کر ہمزاد کے ہمراہ سرائے سے نکل کر میں نے ہمزاد سے پوچھا..... مگر چلنا کہاں ہے۔

ہمزاد نے میری بات سن کر جواب دیا..... پہلے یہاں سے تو نکلئے یہاں بھی آپ کو پہچاننے والی ابھی ایک شخصیت موجود ہے۔

اس بازار میں..... میں نے حیرت سے پوچھا۔

جی ہاں کیا آپ شانتی کی نائیکہ امینہ بائی کو بھول گئے ابھی چند قدم آگے اسی کا کوٹھا ہے ہمزاد نے مجھے بتایا اور یہ سن کر میری رفتار کچھ اور تیز ہوگئی..... جلد ہی ہم ویلی بازار کی حدود سے نکل گئے ہمزاد نے مجھے یکہ کرنے کا اشارہ کیا۔

لیکن میں اس سے کہوں کدھر کا۔؟ میں نے ہمزاد سے دریافت کیا

''قیصر گنج'' ہمزاد نے جواب دیا۔

پھر اس دن خاصی دوڑ دھوپ کے بعد میں نے قیصر گنج میں ایک خوبصورت بڑا سا مکان خرید لیا..... یہاں میں نے اپنا نام خورشید احمد خاں شیروانی بتایا تھا اب میں اس نئے نام کے ساتھ یہاں ایک نئی زندگی کا آغاز کرنا چاہتا تھا۔ اس مکان کے باہر خوبصورت باغ بھی تھا اور اندر مکان بھی خاصا بڑا تھا..... مالک مکان عبدالجبار خاں کی عمر کوئی زیادہ نہیں تھی۔ وہ مشکل سے تیس کے لگ بھگ لگ رہا تھا۔

پچھلے دنوں اس کے باپ کا انتقال ہوا تھا باپ نے کافی جائیداد چھوڑی تھی مگر جبار نے ایک ہی سال میں سب کچھ ٹھکانے لگا دیا تھا اور اب یہ آخری مکان بھی فروخت کر کے وہ اپنی بوڑھی ماں کو لے کر

خیر نگر دروازے کے ایک چھوٹے سے مکان میں منتقل ہو گیا تھا میں نے ہمزاد سے جبار کے بارے میں تمام معلومات حاصل کر لیں تھیں اس لئے کہ وہ مجھے پہلی ہی نظر میں کام کا آدمی دکھائی دیا تھا جوا، عورت اور شراب اس کی کمزوریاں تھیں ہمزاد کو فوری طور پر اس علاقے میں مکان حاصل کرنے کے لئے کسی ایسے ہی شخص کی تلاش تھی تا کہ وہ خود بھی فوراً راضی ہو جائے ہمزاد نے میری پرانی حویلی سے جسے پولیس نے سیل کر دیا تھا تمام ضروری سامان لا کر نئی حویلی میں اسی دن منتقل کر دیا تھا.....ظاہر ہے اب بیگم پل والی حویلی میرے لئے قطعی بے کار تھی اس رات میں بے چینی سے وقت گزرنے کا منتظر تھا کہ کسی طرح آدھی رات گزرے تو میں ہمزاد کے ذریعے نرگس کو اٹھوا لوں یہ تو میرے شہوانی جذبات کی تسکین کے لئے بہت ضروری تھی، دوسری طرف میں بوڑھے نواب اور خود نرگس کو ان کی حرکت کی

سزا دینا چاہتا تھا حالانکہ میرے امکان میں یہ بھی تھا کہ کوئی اور لڑکی اٹھوالیتا مگر میں نے ایک تیر سے دو شکار کرنے کے لئے یہی مناسب خیال کیا کہ نرگس ہی کو تختہ مشق بنایا جائے اس طرح میں اپنے دشمن نواب صاحب کو بھی روحانی کرب میں مبتلا کر سکتا تھا اس مرتبہ بھی میرا ہی فیصلہ تھا کہ نرگس کو واپس نہ کیا جائے یہ سارا وقت میں نے بڑے اضطراب اور بیکلی میں گزارا۔ خدا خدا کر کے رات ذرا ڈھلی تو میں نے ہمزاد کو طلب کر کے نرگس کو اٹھالانے کا حکم دیا چند ہی لمحوں بعد وہ میری مسہری پر محو خواب تھی میں تیزی سے اس کے قریب پہنچا اور اسے جگا دیا میرے چہرے پر نظر پڑتے ہی اس نے چیخنا چاہا مگر میں نے فوراً اس کے منہ پر ہاتھ رکھ کر سختی سے کہا۔.....

اگر تم نے ذرا بھی چیخنے چلانے کی کوشش کی تو اس مرتبہ واقعی تمہیں زندہ نہیں چھوڑوں گا۔.....

مجھے نرگس کی آنکھوں میں آنسو تیرتے نظر آئے میں نے اس کے منہ سے ہاتھ ہٹالیا۔

تم نے دیکھا کہ تم کبھی میری دسترس سے باہر نہیں ہو تم نے میری محبت سے ناجائز فائدہ اٹھا کر مجھے پھنسوانے کی کوشش کی لیکن مجھ پر ہاتھ ڈالنے کے لئے بڑا دل گردہ چاہیے مجھے اعتراف ہے کہ تمہارا عیاش باپ بڑے اثر ورسوخ کا مالک ہے مگر میرے آگے ایک تمہارا باپ ہی کیا اچھے اچھے پانی بھرتے ہیں.....اب دیکھتا ہوں کہ وہ تمہیں کس طرح میری آغوش سے چھینتا ہے۔

اگلی صبح کپڑے تبدیل کرنے کے بعد ہمزاد کو طلب کر کے ناشتہ وغیرہ منگوانے کے لئے سوچ رہا تھا کہ مجھے دروازے پر دستک سنائی دی، میرے ماتھے پر شکنیں پڑ گئیں کون ہو سکتا ہے مجھے تو یہاں کوئی بھی نہیں جانتا۔

میں نے کمرے کی کھڑکی ذرا سی کھولی اور باہر جھانکا وہ عبدالجبار تھا.....عبدالجبار جس سے میں نے یہ مکان حاصل کیا تھا مگر یہ اب کیوں آیا ہے میں کچھ نہ سمجھ سکا میں کمرہ کھول کر برآمدے سے گزرتا ہوا بڑے دروازے تک پہنچا اور اسے اندر بلا لیا۔ میں نے اسے باہر والے کمرے میں ہی بٹھایا تھا وہ حیرت سے کمرے کی سجاوٹ اور قالینوں وغیرہ کو دیکھ رہا تھا ایک ہی دن میں مکان کی شکل ہی بدل کر رہ گئی تھی وہ غالباً اسی بات پر حیران تھا اسکا چہرہ اترا ہوا تھا اور آنکھیں سرخ تھیں جیسے وہ رات بھر سو نہ سکا ہو میں نے اس کا جائزہ لے کر اس سے آنے کا سبب دریافت کیا وہ پہلے کچھ جھجکا پھر کسی قدر ہکلاتے ہوئے اس نے بمشکل کہا مجھے کچھ پیسے کی ضرورت ہے میری ہمت نہیں پڑ رہی تھی کہ آپ کے پاس آؤں مگر اس کے علاوہ اور کوئی راستہ نہیں تھا۔

میں نے اس کی بات سنی مجھے حیرت تھی کہ اس نے کل ہی تو یہ مکان بیچ کر مجھ سے ایک بڑی رقم حاصل کی تھی وہ کہاں گئی۔ میں نے یہی سوچ کر پوچھا۔

مگر کل تو تمہارے پاس کافی رقم تھی آخر اس کا کیا ہوا۔

میرا سوال سن کر وہ کچھ مزید ملول دکھائی دینے لگا.....اگر آپ مجھ سے یہ سب نہ پوچھیں تو میں آپ کا ممنون ہوں گا یہ سب کچھ بتانا میرے لئے تکلیف دہ ہے لیکن اگر آپ نے مجھے پیسے نہ دیے تو مجھے سر چھپانے کے لئے بھی کوئی جگہ نہیں ملے گی۔

مگر تم نے تو بتایا تھا کہ تم اپنی والدہ کو لے کر خیر نگر دروازے میں منتقل ہو گئے کیا وہ تمہارا اپنا مکان نہیں.....میں نے پھر سوال کیا۔

ہاں کل رات تک تھا مگر اب نہیں میں اس مکان کو بھی ہار چکا ہوں جبار کی آواز میں بڑا دکھ تھا.....میں نے دیکھا کہ اس کی آنکھوں

میں آنسو تیرنے لگے ہیں مجھے اس پر بہت رحم آیا۔

تم مرد ہو کر ہمت ہارتے ہو کمال کرتے ہو بولو کتنا پیسا چاہیے۔؟

میری بات سن کر جیسے اس میں زندگی آ گئی اس نے آگے بڑھ کر

میرے پاؤں پکڑ لئے اور بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔.....

آپ.....آپ بہت عظیم ہیں خورشید صاحب بہت.....

میں نے اسے اٹھا کر سینے سے لگا لیا اب اس کے رخساروں پر آنسو

بہہ رہے تھے.....کچھ دیر بعد جب اس کی طبیعت سنبھلی تو میں

نے اسے ایک بڑی رقم دی جسے دیکھ کر وہ حیران رہ گیا۔

مگر مجھے اتنے روپے کی تو ضرورت نہیں.....وہ پھر بولا۔

آپ مجھ سے تحریر لے لیں.....

نہیں اس کی کوئی ضرورت نہیں لیکن ایک بات یاد رکھنا تم ان روپوں کو

جوئے میں برابر نہیں کرو گے۔

وہ میرا جملہ سن کر اچھل پڑا۔ آپ کو کیسے معلوم کہ میں جوا کھیلتا ہوں اس چکر میں نہ پڑو کہ مجھے کس طرح معلوم ہوا لیکن میں جو کچھ کہہ رہا ہوں اس پر عمل کرنے کی کوشش کرنا اب تم جا سکتے ہو اور جب جی چاہے میرے پاس آ سکتے ہو اس گھر کے دروازے تمہارے لئے ہر وقت کھلے ہوئے ہیں.....

جبار کو رخصت کر کے میں ایک مرتبہ پھر نرگس کے کمرے میں آیا وہ کمرے میں ابھی تک اسی طرح بیٹھی تھی۔ میں نے اس کے قریب جا کر اس کا ہاتھ پکڑا اور بولا۔.....اٹھو وہ سامنے غسل خانہ ہے .....غسل کر لو اتنے میں ناشتہ منگواتا ہوں۔

وہ بمشکل میرے اصرار پر اٹھ کر نہانے گئی وہ نہا کر باہر نکلی تو میں ہمزاد سے ناشتہ منگوا چکا تھا.....وہ خاموش خاموش سر جھکائے بالکل مجرموں کی طرح ناشتہ کرتی رہی۔

خونی بھیڑیا

ایک شخص کی کہانی جس پر کسی روح نے
قبضہ کرلیا ۔ جو کہ لوگوں کا خون پیتی تھی
جس سے اس آبادی کے سارے لوگ
خوفزدہ تھے۔ اور پھر اس کا انجام کیا ہوا۔

ابھی پڑھیے ''اردو رسالہ'' پر

www.urdurasala.com

سنو۔اب اگر تم نے یہاں سے بھاگنے کی کوشش کی تو تمہاری ٹانگیں توڑ دوں گا سمجھ گئیں۔

وہ میری بات سن کر خاموش رہی.....میں اسے کمرے میں بند کر کے دوسرے کمرے میں آ کر سو گیا.....شام کے قریب میں سو کر اٹھا اور نرگس کے کمرے میں پہنچا تو وہ جاگ رہی تھی خدا معلوم وہ سوئی تھی یا نہیں.....اس نے مجھے عجیب سی نظروں سے دیکھتے ہوئے ایک عجیب جملہ کہا۔

کیا اس طرح تم سمجھتے ہو کہ میری محبت حاصل کر لو گے۔

اس سے تمہارا مطلب؟ میں نے کہا۔

تم زبردستی میرا جسم تو حاصل کر سکتے ہو مگر مجھے خود سے محبت پر مجبور نہیں کر سکتے.میں.....میں.....

نرگس کا جملہ ادھورا رہ گیا اس لئے کہ مجھے دور دروازے پر دستک سنائی

دے رہی تھی میں نے جلدی سے نرگس کو کمرے میں بند کیا اور باہر کے دروازے تک پہنچ گیا.....میں جبار کو دیکھ کر ٹھٹھکا اس کا چہرہ آج بھی کل کی طرح اترا ہوا تھا میں نے اس کے بغیر بتائے سمجھ گیا.....وہ آج بھی جوئے میں سب کچھ ہار آیا تھا جسکی تصدیق بعد میں ہوگئی۔

میں شرمندہ ہوں میں نے سوچا تھا کہ آج رات کے بعد پھر کبھی جوا نہیں کھیلوں گا بس آج رات اگلی پچھلی ساری کسر پوری کرلوں گا مگر تقدیر کے آگے میں ہی کیا سبھی بے بس ہو جاتے ہیں.....

تم جوا کہاں کھیلتے ہو.....اتنا بڑا جوا ظاہر ہے کسی معمولی جگہ نہیں ہوسکتا.....میں نے دریافت کیا۔

میرے سوال کے جواب میں اس نے جو کچھ کہا اسے سن کر میں اچھل پڑا۔اس نے کہا تھا کہ جوا نواب صاحب کے یہاں ہوتا ہے جہاں

شہر کے بڑے لوگ اکثر جمع ہوتے ہیں نواب صاحب کی حویلی کے ایک حصے میں جوا ہوتا ہے۔

تم شام کو آنا.....آج رات تمہارے ساتھ ہم بھی چلیں گے۔

میں نے جبار سے کہا۔

اسے شاید میری بات پر یقین نہ آیا۔.....آپ ہم آپ یعنی آپ میرے ساتھ جوا کھیلنے چلیں گے.....آپ نے تو مجھے منع کیا تھا.....جبار نے اپنی حیرت کا اظہار کیا۔

تم نے ان دو دنوں میں جو رقم ہاری ہے وہ جیتنے کے بعد ہم لوگ واپس آجائیں گے مگر کھیلو گے تم میں صرف تمہاری طرف سے رقم لگاؤں گا اب تم جاؤ.....

میں نے جبار کو رخصت کیا اور نرگس کے ساتھ ناشتے وغیرہ سے فارغ ہو کر سونے کے لئے لیٹ گیا.....میں اس رات کچھ زیادہ ہی

تھکا ہوا تھا اسلئے کافی دیر سوتا رہا اور شام کو جب جبار نے زور زور سے باہر کا دروازہ پیٹنا شروع کر دیا تو میری آنکھ کھل گئی.....پھر کچھ دیر بعد ہی میں اور جبار یکے میں بیٹھے بیگم پل کی طرف جا رہے تھے وہ پل بیگم جہاں سے کئی دن پہلے میں فرار ہوا تھا جہاں میرا سب سے بڑا دشمن رہتا تھا وہ دشمن جس نے مجھے کبھی نہیں دیکھا تھا جو میری صورت سے نا آشنا تھا.....آج میں پہلی مرتبہ اس کی حویلی میں جا رہا تھا.....اس عرصے میں ہمزاد سے مجھے معلوم ہوا تھا کہ نواب صاحب نے نرگس کی گمشدگی کے بارے میں پولیس کو مطلع کر دیا ہے اور اب پولیس سرگرمی سے نرگس کی تلاش میں ہے.....کل رات پولیس نے ایک جگہ اس سلسلے میں چھاپا بھی مارا تھا مگر ناکام رہی تھی نواب صاحب نے دارالحکومت بھی اپنے خاص آدمی روانہ کئے تھے تاکہ وہ وائسرائے سے مل کر میرٹھ کے حالات پر بات کریں

.....امکان تھا کہ بڑے پیمانے پر میرٹھ کے حکام کے تبادلے ہوں گے لیکن مجھے حیرت تھی تو صرف اس بات پر کہ ایک طرف تو نواب صاحب اپنی لڑکی کی گمشدگی سے سخت پریشان تھے دوسری طرف ان کی عیاشیاں بدستور جاری تھیں.....

یکہ نواب صاحب کی محل نما حویلی کے سامنے رکا تو میں چونکا جبار یکے سے کود کر نیچے کھڑا ہو گیا تھا اور میرے اترنے کا منتظر تھا میری اس وقت عجیب حالت تھی اگر نواب صاحب کو اپنے سامنے دیکھ کر میں اپنے غصے پر قابو نہ پا سکا تو کیا ہو گا اس لئے کہ میرا اصل دشمن تو یہی ہے جس نے مجھے قتل کرایا مجھے مصائب میں گرفتار کرایا۔ یہی تو میرا قاتل ہے.....میں سوچ رہا تھا.....مگر نہیں مجھے اپنے جذبات پر قابو پانا پڑے گا میں اسے تڑپا تڑپا کر ماروں گا۔ میں اسے روحانی اذیت میں مبتلا کر دوں گا۔.....میں اسے محتاج کر

دوں گا۔ یہی سب کچھ سوچتا ہوا نہ جانے کب میں پائیں باغ سے گزرتا ہوا جبار کے ساتھ ایک بڑے ہال نما کمرے میں چلا گیا اس بڑے کمرے میں پندرہ بیس افراد موجود تھے جو مختلف میزوں پر بیٹھے تھے میں نے دیکھا کہ ان میں سے کچھ انگریز بھی تھے جو مجھے حیرت اور دلچسپی کے ملے جلے تاثرات سے دیکھ رہے تھے اس کی وجہ میرے علم میں تھی اس زمانے میں مونچھیں منڈوانے کا رواج نہیں تھا سوائے انگریزوں کے یا ان لوگوں کے جو انگریزوں سے انتہائی قربت رکھتے تھے اور ان کی تہذیب و معاشرت سے متاثر تھے کوئی اور ہرگز مونچھیں نہیں منڈواتا تھا.....ہندوستانی تو بڑی بڑی مونچھیں رکھنے میں فخر محسوس کرتے تھے۔

جبار مجھے لیکر ایک بڑی میز کی طرف بڑھا جہاں کئی کرسیاں خالی تھیں میز پر موجود دوسرے افراد سے اس نے میرا تعارف خورشید احمد

شیروانی کے نام سے کرایا اس نے مجھے اپنا عزیز دوست بتایا تھا کچھ ہی دیر بعد میں وہ انگریز بھی ہمارے میز پر آ گئے وہ اپنے شراب کے گلاس بھی اٹھالائے تھے۔ وہ دونوں مجھے تعجب سے دیکھ رہے تھے ان میں سے ایک نے شستہ اردو میں مخاطب کیا تو میں حیرت میں رہ گیا اس نے میری طرف ہاتھ بڑھاتے ہوئے کہا۔

میرا نام جارج ہے اور میں آپ کے شہر کا کلکٹر ہوں۔ میں نے اسے گرمجوشی سے مصافحہ کرتے ہوئے کہا مجھے آپ سے ملکر بے انتہائی خوشی ہوئی مسٹر جارج خصوصاً اس بات سے کہ آپ نہایت صاف اردو بولتے ہیں مجھے خورشید احمد شیروانی کہتے ہیں۔

جارج نے ایک ملازم کو اشارے سے بلا کر کہا۔.....ایک گلاس اور لاؤ۔

جی نہیں شکریہ.....میں شراب نہیں پیتا۔.....

وہ میری بات سن کر بہت زور سے ہنسا.....کمال ہے آپ غالباً یہاں کے رئیسوں میں ہیں اور شراب نہیں پیتے یہ تو بڑی عجیب بات ہے لیکن شاید میں آپ کو قبلہ نواب صاحب کی محفل خاص میں پہلی مرتبہ دیکھ رہا ہوں۔

جارج کی بات سن کر میں نے فوراً سنبھل کر کہا۔ جی ہاں میرا تعلق کانپور سے ہے ابھی پچھلے ہی ہفتے یہاں آیا ہوں۔ اور اب مستقل یہیں رہنے کا خیال ہے۔

نواب صاحب کا ذکر سن کر میں نے ہال میں چاروں طرف نظر دوڑائی مگر مجھے وہ کہیں نظر نہ آئے۔

مختلف میزوں پر جو لوگ جوا کھیلنے میں مصروف تھے اور ان میں سے سبھی اپنے حلیئے اور چہرے مہرے سے باحیثیت افراد معلوم ہوتے تھے جبار کا تعلق بھی میرے اندازے کے مطابق.....طبقہ

امراو ہی سے تھا۔

آیئے مسٹر جبار جب تک نواب صاحب تشریف لائیں ہمارے ساتھ ایک آدھ ہاتھ ہو جائے جارج نے میز پر رکھی ہوئی تاشوں کی ایک نئی گڈی کھولتے ہوئے کہا آپ تو زیادہ تر نواب صاحب سے کھیلتے ہیں اس لئے کہ اتنے بڑے ہاتھ کھیلنے کی اور کس میں جرائت ہے۔

جارج کی بات سن کر اس سے پہلے کہ جبار کوئی جواب دیتا میں بول پڑا آج بھی یہ لمبے ہاتھ کے ارادے سے آئے ہیں۔

جارج نے میری بات سن کر میری طرف دیکھا۔.....تو پھر ٹھیک ہے انہیں نواب صاحب ہی بھگت سکتے ہیں ہم میں اتنا دم کہاں۔

پھر کچھ دیر بعد میں نے دیکھا کہ ہال میں موجود تمام ہی لوگ تعظیماً اٹھ کھڑے ہوئے.....نواب صاحب ہال میں داخل ہوئے تھے انہیں کے ہمراہ میں نے راحت کو دیکھا جس کی کمر میں ہاتھ

ڈالے وہ چلے آرہے تھے انہوں نے فرداً فرداً سب سے مصافحہ کیا اور دیر سے آنے کی معذرت کر کے سیدھے ہماری میز کی طرف آئے میری طرف ہاتھ بڑھاتے ہوئے انہوں نے سوالیہ نظروں سے جبار کو دیکھا جبار نے میرا تعارف کراتے ہوئے کہا۔

یہ میرے عزیز دوست خورشید احمد شیروانی ہیں ابھی حال میں ہی میرٹھ آئے ہیں۔

کچھ دیر رسمی گفتگو ہونے کے بعد تاش کی بازی شروع ہوگئی میں نے اسی وقت ہمزاد کو طلب کرلیا.....پھر ظاہر ہے کہ ہمزاد کی موجودگی میں نواب صاحب کا جیتنا ناممکنات میں سے تھا میں نے اپنی تصور کی قوت بروئے کار لاتے ہوئے آنکھیں بند کر کے نواب صاحب کے پتے دیکھے ان کے پاس تین بیگمیں تھیں دراصل ہمزاد نے انھیں بھی بڑے پتے اس لئے دیئے تھے کہ وہ ذرا بڑھ کر چال

لگائیں ہمزاد نے یہ گڑبڑ اس وقت کی تھی جب نواب صاحب پتے بانٹ رہے تھے۔

جبار کے ہاتھ میں تین بادشاہ تھے.....بازی لمبی ہوتی گئی جبار کی طرف سے رقم میں لگا رہا تھا جارج اور میز پر بیٹھے ہوئے بقیہ افراد حیرت سے اور دلچسپی سے کھیل دیکھ رہے تھے اسلئے کہ نہ تو نواب صاحب ہی پتے پھینکنے کے حق میں تھے اور نہ جبار.....میں نے جبار کہنے پر چال ڈبل کر دی.....میں نے دیکھا کہ نواب صاحب کے چہرے پر ایک لمحے کے لئے حیرت کے آثار نظر آئے اور پھر چال کا جواب دے کر اچانک وہ بولے.....شو۔

جبار کے ہاتھ میں تین بادشاہ دیکھ کر ان کے چہرے پر پسینے کے قطرات چمکنے لگے.....آج خلافِ توقع جبار اتنا بڑا ہاتھ جیتا تھا ورنہ نواب صاحب سے فلش میں جیتنا ناممکن سی بات تھی اس مرتبہ جبار

نے تاش کی گڈی اٹھا کر پھینٹی .....جبار نے میرے خیال میں ایک ہی داؤ میں کل اور پرسوں کی ہاری ہوئی ساری رقم جیت لی تھی۔

پتے بٹ چکے تو میں نے ایک مرتبہ پھر اپنی تصور کی قوت سے نواب صاحب کے پتے دیکھے۔

حالانکہ اس سے پہلے میں دیکھ چکا تھا کہ ہمزاد اپنا کام کر چکا ہے لیکن جیسے ہی میں نے نواب صاحب کے پتے دیکھے میرے پاؤں کے نیچے سے زمین نکل گئی ان کے ہاتھوں میں اس مرتبہ تینوں یکے تھے .....میں نے آنکھیں کھول کر جبار کے پتے دیکھے اس کے پاس ایک یکہ ایک تگی، اور یک پنجا تھا۔ ظاہر ہے کہ یہ تینوں پتے قطعی بے کار تھے میں نے چاہا کہ جبار سے پتے پھینکوا دوں اور چال زیادہ نہ بڑھنے دوں مگر ہمزاد نے میرے شانے پر ہاتھ رکھ کر ایسا نہ کرنے کا اشارہ کیا خدا جانے اس میں ہمزاد کی کیا مصلحت تھی۔

وہ بار بار مجھے چال بڑھانے پر اکستا تا رہا اب بازی پھر تقریباً اتنی ہی ہوگئی جتنی اس سے پچھلی بازی تھی جبار کے چہرے پر گھبراہٹ کے آثار تھے اس نے میری طرف بے بسی سے دیکھا.....میں نے آہستہ سے کہا.....کھیلتے رہو.....

نواب صاحب کے چہرے پر بے انتہا اطمینان تھا اب انہوں نے اپنے تینوں پتے میز پر الٹے رکھ دیئے تھے اور پتے دیکھے بغیر بازی لگا رہے تھے ظاہر ہے کہ تاش میں تین یکوں سے بڑھ کر کچھ ہو نہیں سکتا اس لئے وہ اس وقت تک بازی لگانے پر آمادہ تھے جب تک جبار ہی جی نہ چھوڑ جائے.....جبار نے بھی اپنے پتے الٹے کر کے میز پر رکھ دیئے تھے اور کھیل جاری تھا یہاں تک کہ میری ساری جیبیں خالی ہونے لگیں اب میز پر پڑی ہوئی رقم پچھلی بازی سے چوگنی ہو چکی تھی .....میز کا بڑا حصہ روپوں سے بھرا ہوا تھا نواب صاحب نے

اپنا ملازم بھیج کر کچھ اور روپیہ منگوایا اور اس بازی پر لگا دیا تھا ہمزاد نے جب یہ دیکھا کہ اب میری جیبیں تقریباً خالی ہونے والی ہیں تو اس نے شوکرانے کے لئے اشارہ کیا جبار کا چہرہ پسینے سے تر بہ تر تھا وہ سخت گھبرایا ہوا اور پریشان نظر آ رہا تھا حالانکہ اس سے بازی بڑھاتے رہنے کے لئے خود میں نے کہا تھا اب وہ اگر ہارتا تو اس میں اس کا کوئی قصور نہیں تھا وہ تو بہت پہلے پتے پھینکنے کو تیار تھا.....

میں نے جبار سے شوکرانے کے لئے کہا تو نواب صاحب مسکرا کر بولے.....شوکیا کراتے ہو صاحبزادے خواہ مخواہ تمہیں خفت ہوگی.....پھر انہوں نے اپنے سامنے پڑے ہوئے تین پتوں میں سے پہلا پتہ شوکیا.....یہ اینٹ کا ایکہ تھا .....اچانک میرا ماتھا ٹھنکا اینٹ کا ایکا تو جبار کے پاس تھا.....میں نے سوچا.....اور یہ دیکھو نواب صاحب نے

یہ کہہ کر باقی دو پتے بھی شو کر دیئے وہ تگی اور پنجے تھے.....نواب صاحب آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر اپنے پتے دیکھ رہے تھے.....یہ .....یہ کیسے.....کیسے ہو سکتا ہے.....میرے پاس تو تین ایکے تھے نواب صاحب سر پکڑ کر بیٹھ گئے اور بڑبڑاتے رہے۔

پھر جب میرے کہنے پر جبار نے اپنے پتے شو کیے تو.....ایک لمحے کے لئے اس کے چہرے پر بھی حیرت کے آثار نظر آئے پھر وہ خوشی سے چیخا تین ایکے ادھر ہیں نواب صاحب یہ دیکھئے۔

لیکن یہ تینوں ایکے میرے پاس تھے.....یہ.....یہ کھلی بے ایمانی ہے نواب صاحب کا چہرہ غصے سے سرخ ہو گیا۔

نواب صاحب! معاف کیجئے گا ہم سب کی موجودگی میں نہایت صاف کھیلا ہوں۔.....آپ واقعی ہار چکے ہیں ہم خود پوری توجہ سے کھیل دیکھ رہے تھے جبار نے کچھ نہیں کہا جارج نے مداخلت

کرتے ہوئے نواب صاحب کو سمجھایا۔.....اس عرصے میں جبار میز پر رکھی ہوئی تمام رقم اپنی طرف کھینچ چکا تھا.....نواب صاحب ایک دم کھڑے ہوئے.....

ہماری طبیعت کچھ ناساز ہے.....چلو راحت.....نواب صاحب راحت کی کمر میں ہاتھ ڈال کر چلے دیئے۔آپ لوگ بیٹھنا چاہیں تو بیٹھیے مجھے کوئی اعتراض نہیں مگر اب میں آپ لوگوں کا ساتھ نہیں دے سکوں گا.....نواب صاحب یہ کہہ کر دروازے سے باہر نکل گئے۔

ہال میں جو تمام لوگ اپنا اپنا کھیل چھوڑ کر ہمارے گرد جمع ہو گئے تھے رات کیونکہ اب خاصی بیت چکی تھی اس لئے کسی نے دوبارہ کھیل جمانے کی کوشش نہیں کی یہاں موجود افراد میں سے زیادہ تر کے پاس اپنی سواریاں تھیں رفتہ رفتہ لوگ ہال سے باہر نکلنے لگے جبار نے اپنی

تمام رقم میری طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔ یہ سب آپ کی برکتوں کا نتیجہ ہے اس لئے آپ اپنے پاس رکھے۔

میں نے انکار میں سر ہلاتے ہوئے کہا نہیں یہ سب تم اپنے پاس رکھو.....

لیکن اس میں سے آپ اپنے روپے تو لے لیں.....جبار نے کہا۔

مجھے جب ضرورت ہوگی لے لوں گا فی الحال انہیں اپنے پاس رکھو۔

پھر جارج کی ایما پر ہم ہال سے نکل کر اس کی فٹن میں بیٹھ گئے وہ جبار کو خیر نگر دروازے چھوڑ کر مجھے چھوڑنے قیصر گنج آیا اور وہاں سے پھر بیگم پل کے لئے روانہ ہو گیا اس لئے کہ اسکا قیام وہیں تھا۔

اس رات کے بعد اب تقریباً ہر رات میں جبار کے ہمراہ نواب صاحب کی حویلی میں جانے لگا.....لیکن اب جبار میری

ہدایت پر جوا کھیلنے سے اجتناب کرتا تھا کئی مرتبہ نواب صاحب میرے مشورے پر مختلف لوگوں سے کھیلے اور جیتے لوگوں کو سخت حیرت تھی کہ میں خود تو تاش کو ہاتھ نہیں لگاتا مگر دوسروں کو کھلاتا ہوں اس عرصے میں میں نواب صاحب کے خاصا قریب ہو گیا تھا ایک مرتبہ انہوں نے مجھ سے اپنی لڑکی نرگس کی گمشدگی کے بارے میں بھی ذکر کیا شہر کا کلکٹر جارج بھی اب مجھ سے کسی حد تک بے تکلف ہو چکا تھا۔

اسی طرح پورے سات دن گزر گئے.....نرگس اب تک میرے پاس تھی ہر چند کہ اب وہ مجھ سے سخت بیزار تھی اور اسے ہر وقت رونے دھونے کے علاوہ اور کوئی کام نہیں تھا اس رات میں سونے کے لئے لیٹا ہی تھا کہ مجھے اپنے بازو میں چبھن محسوس ہوئی جیسے کسی نے میرے بازو میں سوئی چبھو نک دی ہو.....اس کے ساتھ ہی مہ پارہ کی آواز سنائی دی۔

شیخ! آج آخری دن ہے.....آج تمہیں یہ شہر چھوڑ دینا ہے تم یقیناً اپنا وعدہ نہ بھولے ہو گے۔

مجھے یاد ہے مہ پارہ کل تم مجھے یہاں نہیں دیکھو گی میں نے نرمی سے اس کی بات کا جواب دیا.....اس کے ساتھ ہی مجھے اپنے بازو کی چبھن ایک دم ختم ہوتی محسوس ہوئی جیسے کسی نے میرے بازو سے سوئی کھینچ لی ہو۔ مجھے زندگی بھر تمہارے وصل سے محرومی کا احساس رہے گا۔ میں نے اس سے مزید یقین دہانی کے لئے کہا جیسے آج میں واقعی شہر چھوڑ کر جانے والا تھا۔

بھول جاؤ احمقانہ باتوں کو۔ تم میرے لئے نہیں تھے نہ میرے لئے تم جیسوں کی کمی ہے مجھے تمہارے دانشمندانہ فیصلے پر خوشی ہے کہ تم یہ شہر چھوڑنے پر آمادہ ہو گئے ورنہ اپنی تباہی کے خود ذمے دار ہوتے.....

اچھا الوداع ہمیشہ کے لئے الوداع مہ پارہ کی آواز آنا بند ہو گئی۔

سورج طلوع ہوئے ابھی کچھ دیر ہوئی تھی مجھے ایک دم ہمزاد کی باتیں یاد آ گئیں.....یقیناً مہ پارہ آج رات سے اپنا عمل شروع کرنے والی تھی میں اپنی رنگ رلیوں میں اتنا مست تھا کہ میں نے ہمزاد سے اس سلسلے میں کوئی گفتگو ہی نہیں کی تھی ہمزاد کا خیال آتے ہی میں نے اسے فوراً طلب کیا۔ میں اس سے پوچھنا چاہتا تھا کہ اس نے مہ پارہ کے عمل میں رکاوٹ ڈالنے کے لئے کیا سوچا ہے ہمزاد کے آتے ہی میں نے اس سے اپنا سوال دوہرایا.....اس نے کہا.....میں تو ادھر ہی روانہ ہونے والا تھا لیکن آپ کے طلب پر یہاں آ گیا۔

کیا مطلب.....؟تم ابھی سے وہاں جا کر کیا کرو گے؟میں نے پوچھا۔

وہ اب تک اپنا عمل شروع کر چکی ہو گی.....ہمزاد نے جواب دیا۔

یعنی دن میں.....یہ تو میں نے سوچا بھی نہیں تھا میں سمجھا شاید وہ رات کے وقت اپنا عمل شروع کرے گی۔

وہ مسلسل تین دن تک اپنا عمل جاری رکھے گی اس کا عمل سورج طلوع ہونے کے کچھ دیر بعد شروع ہونا تھا اگر آپ اجازت دیں تو میں روانہ ہو جاؤں۔ہمزاد نے کہا۔

یقیناً تم فوراً وہاں پہنچو اور کسی طرح اسکے عمل میں رکاوٹ پیدا کرو میں نے ہمزاد سے کہا اور وہ فوراً غائب ہو گیا۔

اب میں نے آنکھیں بند کر کے اپنے تصور کی قوت کو آزمایا میں نے مہ

پارہ کا تصور کیا دوسرے ہی لمحے وہ میرے سامنے تھی میں اسے دیکھ کر حیران رہ گیا.....ایک نظر دیکھ کر میں اسے پہچان بھی نہ پایا.....چہرے پر بھی ایک آدھ جھری پڑی ہوئی تھی اور سر کے بالوں میں سفید بالوں کی خاصی تعداد بھی نظر آ رہی تھی اس کا خوبصورت اور حسین جسم اس وقت قطعی ڈھیلا ڈھالا اور بے ڈول لگ رہا تھا حالانکہ اب سے پہلے جب میں نے اسے دیکھا تھا تو اسکا جسم خاصہ کسا کسا اور جاندار تھا وہ اپنی حویلی کی چھت پر دھوپ میں سورج کے روبرو کھڑی تھی اس کے جسم سے پسینہ بہہ رہا تھا اس کی نظریں سورج کی طرف تھیں اور وہ بغیر پلک جھپکائے سورج کی طرف دیکھ رہی تھی.....

ساتھ ساتھ ہونٹوں ہی ہونٹوں میں بڑبڑا رہی تھی۔ میں نے اندازہ لگایا کہ اسکے جسم کے ڈھلنے میں یقیناً اس بات کا دخل ہے کہ اب اس کی

پراسرار قوتیں پورے ایک سال بعد نئی توانائی چاہتی تھیں یقیناً اس کا اصل جسم یہی تھا جو اس وقت مجھے نظر آ رہا تھا مگر وہ ہر سال اپنی پراسرار قوتوں کو تازہ کرنے کے لئے اپنے جسم کو جوان اور حسین اور پرکشش بنا لیتی تھی جیسا کہ مجھے ہمزاد بھی بتا چکا تھا کہ اس کی عمر زیادہ ہے مگر لگتی نہیں ہے حویلی کی چھت کی منڈیریں خاصی اونچی تھیں اس لئے مہ پارہ کو اپنے دیکھے جانے کا خدشہ نہیں تھا اس کے علاوہ آس پاس کوئی آدمی بھی حویلی میں نہیں تھا جہاں اسے کوئی چھت پر دیکھ سکتا مہ پارہ بڑے سکون سے اپنے عمل میں مصروف تھی کہ اچانک میں نے اس کے قریب ہمزاد کو دیکھا نہ جانے ہمزاد نے کیا کیا کہ ایک دم مہ پارہ بہت زور سے اچھلی وہ اوندھے منہ گرتے گرتے بچی مگر میں نے دیکھا کہ اس کی نظریں اس کے باوجود سورج کی طرف سے نہیں ہٹی پھر دوسرے ہی لمحے مجھے ہمزاد کی چیخ سنائی دی اسی لمحے میں نے دیکھا

کہ مہ پارہ کے چاروں طرف اچانک دودھیاں روشنی کا ایک حصار سا کھینچ گیا تھا اور اب اس حصار کے اندر ہمزاد بھی تھا مجھے اس کا وجود جلتا ہوا سا محسوس ہوا لیکن میرے دیکھتے ہی دیکھتے ہمزاد نے اچانک اس حصار سے باہر چھلانگ لگا دی اور وہ اوندھے منہ چھت پر گرا میں نے دیکھا کہ وہ بمشکل اٹھ سکا اس کے پاؤں بری طرح کانپ رہے تھے اس کا چہرہ جلسا ہوا تھا.....مہ پارہ اپنے عمل میں بدستور مصروف تھی جیسے کچھ ہوا ہی نہیں پھر میں نے ہمزاد کے چہرے پر غصے کے آثار دیکھے.....چند لمحوں بعد ہی میرے سامنے ایک عجیب اور نا قابل یقین منظر تھا.....ہوا یہ تھا کہ ہمزاد نے جھنجھلا کر وہ چھت ہی گرا دی جس کے اوپر مہ پارہ کھڑی تھی چھت گرنے سے بڑے زور کی آواز ہوئی تھی مگر شاید گھر میں طبیب خاص ارشاد احمد خان بھی موجود نہ تھے۔لیکن میں نے دیکھا کہ.....آس پاس

کی حویلیوں کے لوگ باہر نکل کر اس دھماکے کے بارے میں آپس میں پوچھ گچھ کر رہے تھے مہ پارہ کی حویلی کا دروازہ بھی کھٹکھٹایا گیا لیکن ظاہر ہے کہ جواب کون دیتا لوگ مایوس ہو کر پھر اپنے اپنے گھروں کو لوٹ گئے.....خیر یہ سب کچھ تو تھا ہی مگر سب سے حیرت انگیز بات جو میں نے دیکھی کہ چھت گرنے کے باوجود مہ پارہ کے عمل میں کوئی فرق نہیں آیا تھا.....

اس کے پاؤں اب فضا میں لٹکے ہوئے تھے اور وہ اسی طرح سیدھی کھڑی سورج کے روبرو اپنا عمل پڑھنے میں مصروف تھی اس کے چاروں طرف دودھیاں روشنی کا حصار بدستور قائم تھا.....میں نے ایک مرتبہ پھر ہمزاد کو روشنی کے حصار کے پاس دیکھا اس نے اس مرتبہ حصار پر پتھروں کی بارش کر دی مگر مہ پارہ کے استغراق میں کوئی فرق نہیں پڑا اور نہ ہی کوئی پتھر حصار کے اندر داخل ہو سکا ہمزاد نے

اس پر اپنا ہر حربہ استعمال کر دیا مگر وہ روشنی کا حصار اس کے لئے مصیبت بنا ہوا تھا۔ دوپہر بارہ بجے تک یہی کھیل جاری رہا اسکے بعد میں نے دیکھا کہ مہ پارہ نے ایک دم آنکھیں بند کر لیں اور اس کا جسم آہستہ آہستہ نیچے اترنے لگا میں نے دیکھا کہ ہمزاد اب وہاں سے غائب ہو گیا اس کے ساتھ اچانک میری نظروں سے سارا منظر غائب ہو گیا اور آنکھوں کے سامنے صرف اندھیرا رہ گیا میں نے گھبرا کر آنکھیں کھول لیں اور فوراً ہمزاد کو طلب کیا۔

یہ کیا ہوا۔ اب کیا ہو گا؟.....تم تو کہہ رہے تھے کہ تم اسکے عمل میں رکاوٹ ڈال سکو گے میں نے ہمزاد سے کہا۔

ہمزاد نے تھکی تھکی آواز میں جواب دیا ابھی دو دن اور باقی ہیں جو ہو گا دیکھا جائے گا میں نے اپنی تمام قوتیں صرف کر دیں کہ کسی بھی طرح اس کا عمل رک جائے مگر آپ نے خود دیکھ لیا کہ مجھے الٹا نقصان ہی

پہنچا اگر میں اس حصار میں سے باہر چھلانگ لگانے میں ذرا سی بھی دیر کرتا تو میرا وجود جل کر خاک ہو جاتا۔.....آپ دیکھ رہے ہیں کہ میرا جسم اور چہرہ بری طرح جھلس گئے ہیں ہمزاد بات کرتے کرتے رکا تو میں نے اس سے ایک اور سوال کیا۔

اس عمل کے بارے میں تمہیں اور کیا کیا تفصیلات معلوم ہیں۔

ہمزاد نے مجھے بتایا یہ عمل جیسا کہ میں نے آپ کو پہلے بھی بتایا کہ سورج طلوع ہونے کے کچھ دیر بعد شروع ہوتا ہے اور مسلسل تین دن تک کیا جاتا ہے اب تک کہ سورج نصف النہار تک نہ پہنچ جائے اس کے بعد پراسرار قوتیں عامل کو اپنی حفاظت میں لے لیتی ہیں اس دوران نہ تو مہ پارہ کسی سے ملے گی اور نہ بات کرے گی اور نہ ہی اسے کوئی نقصان پہنچایا جا سکتا ہے بلکہ اس کے برعکس اگر کوئی قوت اس دوران اس پر حملہ کرے تو اس کی جان خطرے میں پڑنے کا احتمال

ہوتا ہے اس لئے میں واپس آ گیا جو کچھ ہوسکتا ہے وہ صرف اس کے عمل پڑھنے کے دوران ہوسکتا ہے ہمزاد خاموش ہو گیا۔

شاید اسی لئے اس کے بعد میری تصور کی قوت بھی اسے دیکھنے میں ناکام ہوگئی.....؟ میں نے ہمزاد سے سوال کیا۔

جی ہاں یہی وجہ ہوگی۔

مگر جب تم وہاں سے چلے تھے تو تم نے کیا دیکھا۔

میں نے دیکھا کہ مہ پارہ آنکھیں بند چھت کے گرے ہوئے ملبے پر اتری پھر وہ اسی طرح آنکھیں بند کئے ہوئے ملبے سے گزر کر اپنے کمرے کی طرف بڑھنے لگی اسی وقت میں نے دیکھا کہ اسے کے چاروں طرف سے بے شمار سانپ نہ جانے کہاں سے رینگتے ہوئے آئے اور اس کے جسم پر رینگنے لگے پھر اس نے اپنے کمرے میں داخل ہو کر اندر سے دروازہ بند کر لیا اس کے بعد میں چلا آیا۔ ہمزاد

ایک لمحے کے لئے رکا اور پھر ٹھنڈی سانس بھر کر بولا کاش ہم دو ہوتے میں ہمزاد کی بات نہ سمجھ سکا.....دو سے تمہاری کیا مراد ہے میرا مطلب ہے دو ہمزاد سے تھا دو اشخاص کے ہمزاد مل کر بڑی قوت بن سکتے ہیں اگر کسی شخص کے بس میں اس کا ہمزاد ہوتا اور وہ شخص ہمارا دوست ہوتا تو اس وقت صورت حال یکسر مختلف ہوتی ہم..... دو مل کر یقیناً مہ پارہ پر بھاری پڑتے۔

ہمزاد کی بات سن کر میں بولا۔.....تم نے مجھے یہ بالکل نیا خیال سمجھا دیا.....کاش تم پہلے مجھے بتاتے تو کوئی نہ کوئی انتظام ہو سکتا تھا؟

یعنی؟ ہمزاد نے پوچھا۔

یعنی یہ کہ کسی کو اس بات پر آمادہ کیا جا سکتا تھا کہ وہ اپنے ہمزاد کو قابو میں کرے عمل اسے میں بتا سکتا تھا.....میں نے کہا۔

لیکن ایسا کون شخص ہوسکتا ہے۔؟اب بھی کیا بگڑا ہے ہمیں تو بہر حال بقول آپ کے اسی شہر میں رہنا ہے اور اگر نہیں بھی رہنا تو مہ پارہ سے تو ٹکرانا ہی ہے.....ایسی صورت میں ہمارے لئے یہ بات بے حد سود مند ثابت ہوسکتی ہے ہمزاد نے کہا۔

لیکن اب اس کے لئے وقت بھی چاہیے 41 دن سے پہلے تو کسی بھی صورت میں کوئی شخص اپنے ہمزاد کو قابو میں نہیں کرسکتا اور پھر یہ خدشہ بھی ہے کہ اس کا عمل پورا ہو پائے یا نہیں میں بولا۔

لیکن آپ اس شخص کا نام تو بتایئے جس سے آپ یہ عمل شروع کرانا چاہتے ہیں کون ہے وہ.....ہمزاد نے پوچھا۔؟

میرے ذہن میں جبار کا نام تھا وہ یوں بھی میری بہت عزت کرتا ہے پھر میں اسکا محسن بھی ہوں اس کے علاوہ جب وہ ہمزاد کے بارے میں سنے گا اور اس کی پراسرار قوتوں کا اسے علم ہوگا تو یقیناً عمل کرنے

کے لئے تیار ہو جائے گا میں نے ہمزاد نے کہا۔

ہمزاد نے میرے خیال سے اتفاق کیا۔

پھر اسی دن جبار میرے پاس بیٹھا ہوا نہایت سنجیدہ گی سے ہمزاد کی پر اسرار قوتوں کے بارے میں سن رہا تھا میں نے اس کے سامنے چند عملی مظاہرے بھی کئے وہ بے انتہا متاثر ہوا اور ہمزاد کا عمل کرنے پر راضی ہو گیا میں اسے عمل کے بارے میں ضروری ہدایات دینے لگا۔

سنو تمہیں عمل کے بارے میں کسی کو کچھ بتانا نہیں ہے کہ تم ہمزاد کو قابو میں کرنے کے لئے عمل کر رہے ہو اور اسکے علاوہ تمہیں عمل کے دوران جو واقعات درپیش ہوں ان کا ذکر بھی کسی سے نہیں کرنا البتہ مجھے ضرور بتا سکتے ہو..... عمل کے دوران شراب اور دیگر نشہ آور اشیا سے مستقل دور رہنا ہے اور گوشت کھانا قطعی ترک کر دینا پڑے گا اور تم کسی بھی دن پیٹ بھر کر کھانا نہیں کھا سکو گے ہمیشہ عمل کے دوران اپنی

اصل خوراک سے کچھ کم ہی کھاؤ گے اس کے علاوہ اس دوران تم عورت سے قطعی دور رہو گے بلکہ بہتر یہ ہے کہ تم ان دنوں میں کسی سے ملو ہی نہیں تمہیں اپنے مکان میں ایک الگ کمرہ عمل کرنے کے لئے منتخب کرنا پڑے گا اس کمرے کو پہلے صاف ستھرا کرنا اور اگر ہو سکے تو بہتر یہ ہے کہ اس کمرے کی دیواروں پر قلعی کرالو جب اس سے فارغ ہو جاؤ تو عمل سے پیشتر کمرے کو اچھی طرح دھوپ وغیرہ دے لینا۔

اس کمرے میں سوائے تمہارے اور کوئی داخل نہیں ہونا چاہیے۔

صرف ایک لنگوٹ باندھو گے عمل روزانہ مقررہ وقت پر بلاناغہ کرنا پڑے گا۔ جب تم یہ تمام تیاریاں مکمل کرلو گے تو میں تمہیں وہ دن بتاؤں گا جس دن سے تمہیں عمل شروع کرنا ہے اس لئے کہ چاند کی پہلی تاریخوں میں یہ عمل شروع کرنے سے عمل کی کامیابی کے زیادہ امکانات ہوتے ہیں بلکہ چاند کی پہلی تاریخوں ہی میں عمل شروع کرنا

درست بھی ہے میں کافی دیر تک جبار کو ہمزاد کے عمل سے متعلق ہدایات دیتا رہا۔ اور کافی دیر بعد اسے رخصت کیا میں نے اسے ابھی وہ عمل نہیں بتایا تھا جس کے ذریعے وہ اپنے ہمزاد کو قابو میں کر سکتا تھا اس لئے کہ ابھی چاند کی پہلی تاریخوں میں کم از کم دس دن باقی تھے۔

دوسرے دن صبح میں پھر مہ پارہ کو دیکھ رہا تھا اب وہ اپنی حویلی کی دوسری قریبی چھت پر عمل میں مصروف تھی میں نے دیکھا کہ ہمزاد نے اس دن بھی اپنی انتہائی کوشش کی کہ مہ پارہ کی توجہ کسی طرح سورج کی طرف سے ہٹا دے لیکن انہیں کوششوں میں دوپہر کے بارہ بج گئے اور ہمزاد ناکام میرے پاس لوٹ آیا۔

اب صرف کل کا آخری دن ہے اگر تم کل بھی ناکام رہے تو وہ اپنے عمل سے فارغ ہونے کے بعد جانے میرے لئے کیا مصیبت کھڑی کرے میں نے ہمزاد سے کہا۔

جی ہاں صرف ایک دن باقی ہے مجھے نظر آ رہا ہے کہ ہمیں یہ شہر چھوڑ کر بھاگنا ہی پڑے گا۔ ہمزاد نے مایوسی سے کہا۔

ابھی سے کیوں ہمت ہارتے ہو۔ آخری کوشش تو کر لو۔

پھر تیسری صبح بہت قیامت خیز تھی جب ہمزاد روانہ ہوا تو میں نے اس سے کہا..... اگر تم اس کا کچھ بگاڑ نہیں سکتے تو کم از کم اسے رسوا تو کر ہی سکتے ہو۔

میری بات سن کر ہمزاد چونکا..... میں آپ کا مطلب نہیں سمجھا میرے کہنے کا مطلب یہ ہے کہ اگر آج بھی خدانخواستہ تم ناکام ہونے لگو تو طبیب خاص کی پوری حویلی کو کھنڈر میں تبدیل کر دو۔ ظاہر ہے کہ اس طرح مہ پارہ فضا میں معلق رہ جائے گی اور پھر سارا میرٹھ نظارہ دیکھے گا۔

پھر واقعی ایسا ہی ہوا تھا..... جب بارہ بجنے میں کوئی آدھا گھنٹہ

باقی رہ گیا اور ہمزاد کو پورا یقین ہو گیا کہ وہ مہ پارہ کا کچھ نہ بگاڑ پائے گا تو اس نے پہلے وہ چھت گرادی جس پر مہ پارہ کھڑی تھی پھر ساری حویلی دیکھتے ہی دیکھتے کھنڈر بن گئی.....سارا میرٹھ ہی یہ عجیب وغریب منظر دیکھنے امنڈ پڑا تھا.....خوش قسمتی سے اس دن بھی طبیب خاص ارشاد احمد خان حویلی میں نہیں تھے ورنہ ملبے میں دب جاتے مہ پارہ.....اپنی حویلی کے ملبے کے اوپر فضا میں معلق تھی اور اسکے چاروں طرف دودھیاں روشنی کا حصار قائم تھا شاید طبیب خاص کو بھی کسی نے اس حادثے سے مطلع کر دیا تھا وہ بھی نیچے سڑک پر مجمع کے ساتھ سہمے ہوئے شرمندہ سے کھڑے تھے۔

.....لوگوں کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ یہ سب کیا ہو رہا ہے؟ ایک عجیب وغریب اور نا قابل یقین منظر ان کے سامنے تھے وہ سب مبہوت سے بنے مہ پارہ کی طرف دیکھ رہے تھے یہ خبر شاید آگ کی

طرح پورے میرٹھ میں پھیل چکی تھی بیگم پل میں ہجوم بڑھتا جا رہا تھا .....کچھ دیر میں ہی وہاں مجھے کلکٹر جارج نواب صاحب اور دیگر معززین شہر بھی نظر آئے .....سبھی حیرت زدہ اور دم بخود تھے آدھے گھنٹے میں اچھا خاصا ہنگامہ گرم ہو گیا میرے جذبہ انتقام کو مہ پارہ کی رسوائی سے کافی سکون مل رہا تھا.....لیکن یہ آدھا گھنٹہ ہوا کی طرح گزر گیا اسی کے ساتھ مجھے اپنے تصور کی قوت ختم ہوتی محسوس ہوئی میں نے دیکھا کہ مہ پارہ کا جسم آہستہ آہستہ نیچے اتر رہا تھا پھر وہ ملبے پر اتر کر سیدھی کھڑی ہو گئی تھی۔.....اب اس کا جسم پھر پہلے ہی کی طرح حسین پر کشش اور جوان دکھائی دینے لگا تھا۔

.....میں نے دیکھا کہ مجمع سے کئی نوجوان بے خود سے ہو کر اس کی طرف بڑھے جنہیں موقع پر موجود پولیس کی بھاری نفری نے

روک دیا مہ پارہ نے مجمع کی طرف ہاتھ اٹھا کر کسی سے کوئی چادر مانگی اس وقت فوراً ایک چادر اسے مہیا کر دی گئی جس سے اس نے اپنے جسم کو ڈھانپ لیا اب وہ کلکٹر جارج اور نواب صاحب کے درمیان کھڑی تھی اسکے بعد اچانک میرے تصور کا سلسلہ منقطع ہو گیا اسی لمحے ہمزاد اپنے قریب نظر آیا میں نے دیکھا کہ وہ کچھ گھبرایا ہوا ہے میرے کہنے سے پہلے اس نے جلدی سے کہا۔

پولیس کی ایک بھاری نفری اس طرف آنے والی ہے مہ پارہ نے اس سارے ہنگامے کی ذمہ داری آپ پر ڈال دی ہے.....اس نے نواب صاحب، کلکٹر جارج اور دوسرے اعلیٰ حکام سے آپ کے بارے میں کہا کہ آپ چند پراسرار قوتوں کے مالک ہیں جن کے ذریعے آپ نے اسے اس حال کو پہنچایا اور یہ سارا ہنگامہ ہوا ہے اس نے پولیس کو بیان دیا ہے کہ وہ اپنے کمرے میں اچھی بھلی لیٹی ہوئی تھی

کہ اسے ایک دم حویلی گرتی ہوئی محسوس ہوئی.....وہ اپنے کمرے سے باہر نکلی اور پھر اچانک اس پر بے ہوشی طاری ہوگئی اسے کچھ نہیں معلوم کہ اسے کس نے اسے بے ہوش کیا لیکن بے ہوش ہونے سے پہلے اس نے حویلی میں آپ کو داخل ہوتے دیکھا تھا پھر کیا اور کیسے ہوا۔ اسے کچھ معلوم نہیں.....مہ پارہ نے پولیس کو یہ بھی بتایا کہ آپ بہت دن سے اس کے پیچھے پڑے ہوئے ہیں اور کئی مرتبہ اسے زبردستی اپنی حویلی میں بھی لے گئے ہیں جہاں اس نے نرگس کو بھی دیکھا ہے اس نے پولیس کو حویلی کا پتہ بھی بتا دیا ہے۔

ہمزاد کی بات سن کر میں بھی کھڑا ہو گیا۔

اب کیا ہو سکتا ہے؟ میں نے ہمزاد سے پوچھا۔

سوائے فرار ہونے کے علاوہ اور کوئی راستہ نہیں پولیس اب یہاں تک پہنچنے والی ہوگی۔

ہمزاد کسی طرح مجھے لیکر ریلوے اسٹیشن تک پہنچ گیا اور میں پلیٹ فارم پر رینگتی ہوئی ایک مسافر گاڑی میں بھاگ کر چڑھ گیا چند ہی لمحے بعد ٹرین نے اسپیڈ پکڑ لی۔.....میں اتنی روا روی میں بھاگا تھا کہ ٹکٹ بھی نہ لے سکا نہ میرے علم میں یہ تھا کہ یہ ٹرین کہاں جا رہی ہے؟ میں نے ایک سیٹ پر بیٹھتے ہی ہمزاد کو طلب کر کے اس سے اس سلسلے میں پوچھا اس نے مجھے بتایا کہ ٹرین کس طرف جا رہی ہے۔

میں اپنی سرگزشت پڑھنے والوں کو یہ بتا دوں کہ اس زمانے میں علی گڑھ کا نام کول تھا۔ اور میں وہاں جا رہا تھا۔ اور اس کی حیثیت ضلع کی نہیں ایک تحصیل کی تھی اسے تحصیل کول کہا جاتا تھا ہمزاد کے رخصت ہوتے ہی مجھے ڈبے میں ٹی ٹی داخل ہوتا ہوا نظر آیا ٹرین اس وقت ایک چھوٹے سے اسٹیشن پر کھڑی تھی جہاں سے یہ ٹی ٹی سوار ہوا تھا.....ٹرین مشکل سے اس اسٹیشن پر دو منٹ ٹھہر کر پھر چل

دی ٹی ٹی۔ مسافروں کے ٹکٹ چیک کرتا ہوا مجھ تک پہنچ گیا۔

ٹکٹ۔ اس نے سوال کیا اور میں چکرا گیا لیکن اسی وقت میں پھر ہمزاد کو طلب کر چکا تھا میں نے ٹی ٹی کی طرف دیکھ کر کہا۔..... کتنے ٹکٹ چاہئیں.....

میں محسوس کر چکا تھا کہ ہمزاد نے میری جیب میں لاتعداد ٹکٹ بھر دیئے ہیں وہ شاید پوری ٹرین کے مسافروں کے ٹکٹ اڑا لایا تھا ٹی ٹی میری بات سن کر بوکھلا گیا..... مجھے یہ سوچ کر بڑی ہنسی آئی کہ بقیہ مسافروں کا کیا حال ہوگا جن کے ٹکٹ ہمزاد اڑا لایا تھا میں ابھی یہی سوچ رہا تھا کہ پھر ایک مرتبہ ٹرین کے بریک لگے لوگ آپس میں چہ میگوئیاں کرنے لگے وہ ریلوے کے محکمے پر لعنت ملامت کر رہے تھے کہ اس چھوٹے اسٹیشن پر یہ ٹرین کبھی نہیں رکتی مگر آج خلاف توقع یہاں بھی رک گئی تھی..... ٹرین آہستہ ہوتے ہوتے بالکل رک

گئی.....لوگوں نے نیچے اترنا چاہا کہ معلوم کرسکیں کہ ٹرین یہاں کیوں رکی ہے مگر کسی کو بھی ڈبے سے اترنے کی اجازت نہیں ملی

.....ہر ڈبے کے دونوں دروازوں پر مسلح سپاہی متعین تھے جنہوں نے مسافروں کو اپنی اپنی سیٹوں پر بیٹھے رہنے کی تلقین کی تھی

.....کچھ مسافروں کے استفسار پر میرے ڈبے پر متعین پولیس والے نے بتایا۔

ہمیں میرٹھ سے حکم ملا ہے کہ اس ٹرین کو روک دیا جائے کیونکہ اس میں ایک نہایت خطرناک مجرم سفر کر رہا ہے میرٹھ کے افسران بالا کا حکم ہے کہ ان کے پہنچنے سے پہلے کسی بھی مسافر کو ٹرین سے نہ اترنے دیا جائے وہ خود آ کر مجرم کو شناخت کرینگے جب تک اعلیٰ افسران یہاں تک نہ پہنچ جائیں ٹرین یہیں کھڑی رہے گی آپ لوگوں سے درخواست ہے کہ اطمینان سے اپنی سیٹوں پر بیٹھے رہیں اگر آپ میں

سے کسی نے ڈبے سے اترنے کی کوشش کی تو.....نتیجے کے ذمہ دار ہم نہیں ہوں گے۔

پولیس والا یہ کہہ کر خاموش ہو گیا.....میری نظر اس کے ہاتھ پر تھمی ہوئی بندوق پر تھی جس کا رخ ڈبے کی طرف تھا۔

حالات سے نبرد آزما ہونے کے لئے میرا ذہن تیزی سے کام کرنے لگا میں سمجھ گیا کہ مہ پارہ نے اپنی پراسرار قوتوں سے کام لے کر پولیس کے اعلیٰ حکام کو میرے فرار سے آگاہ کر دیا ہے.....ورنہ یہ ممکن ہی نہیں تھا کہ پولیس کو یہ علم ہو جاتا کہ میں اس ٹرین میں سفر کر رہا ہوں یہ سوچ کر مجھے مہ پارہ پر شدید غصہ آیا اور اپنے بچنے کی فکر بھی لاحق ہوئی میں نے بغیر وقت ضائع کئے ہمزاد کو طلب کیا ظاہر ہے کہ مجھے اس سنگین صورت حال سے صرف وہی بچا سکتا تھا پھر چند ہی لمحوں بعد میری آنکھوں نے وہ عجیب معرکہ دیکھا جسے میں آج تک فراموش

نہیں کر سکا۔ اور شاید وہ لوگ بھی ایک طویل عرصے تک اس واقعے کو نہ بھول سکے ہوں جو اس ٹرین میں سفر کر رہے تھے واقعہ اپنی نوعیت کے اعتبار سے اتنا عجیب تھا کہ کسی کی سمجھ میں نہ آیا کہ اچانک یہ سب کیا ہو گیا دیکھنے والوں نے تو صرف اتنا دیکھا کہ اچانک پولیس کے سپاہیوں نے ایک دوسرے پر گولیاں چلانا شروع کر دی۔

ان میں سے کئی موقع پر ہی دم توڑ گئے گولیوں کی مسلسل آوازوں اور چیخ و پکار نے لوگوں کے حواس معطل کر دیئے تھے گولیوں کی زد سے اب ڈبوں میں بیٹھے ہوئے مسافر بھی محفوظ نہیں تھے نتیجہ یہ کہ وہ اپنی جان بچانے کی خاطر ڈبوں سے اتر کر جدھر منہ اٹھتا بھاگ نکلتے تھے میرے ڈبے کے سامنے متعین پولیس والے بھی یا تو گولیوں کی نذر ہو چکے تھے یا وہاں سے بھاگ کھڑے ہوئے تھے اب میرے فرار کا راستہ قطعی صاف تھا میں خاموشی سے پلیٹ فارم کی دوسری سمت اترا

اور تیزی سے ایک طرف بھاگ لیا عجیب افراتفری کا عالم تھا کسی کو کسی کا ہوش نہیں تھا میں نے دانستہ اس چھوٹے سے اسٹیشن کی قریبی آبادی کی طرف جانے سے گریز کیا جہاں ٹرین رکی تھی اس لئے کہ مجھے خطرہ تھا کہ حالات سنبھلتے ہی سب سے پہلے مجھے وہیں تلاش کیا جائے گا۔

میں امرودوں کے ایک باغ کے قریب سے گزر رہا تھا کہ اسی وقت ہمزاد مجھ تک پہنچ گیا وہ آتے ہی بولا۔ وہ اس قدر بدحواس تھا کہ ہمیں پوری طرح سنبھلنے کے لئے تین چار گھنٹے چاہئیں میں چاہتا ہوں کہ اس سے پہلے کہ کسی محفوظ تک پہنچ جائیں۔

میں نے ہمزاد کی طرف دیکھ کر اظہار ممنونیت سے کہا تم نے واقعی زبردست معرکہ انجام دیا ہے مجھے بتاؤ کہ یہاں سے سب سے نزدیک کون سی آبادی ہے اس جگہ کو چھوڑ کر جہاں ٹرین رکی تھی۔

میری بات سن کر ہمزاد نے فوراً جواب دیا اس کے علاوہ تو قریبی

آبادی صرف ایک ہے مگر وہ ایک چھوٹا سا گاؤں ہے میرا خیال ہے کہ وہاں رہائش وغیرہ کا معقول انتظام نہیں ہوگا۔ میرا مشورہ ہے کہ آپ یہاں سے کول چلیں وہ بھی یہاں سے کوئی زیادہ دور نہیں۔ اچھی خاصی بڑی تحصیل ہے۔

میں نے ہمزاد کی رائے سے اتفاق کرتے ہوئے کہا ٹھیک ہے تو پھر مجھے وہیں لے چلو پھر چند لمحوں بعد ہی میں ہمزاد کے ہمراہ فضا میں تیر رہا تھا نیچے دور تک ہرے بھرے لہلہاتے کھیت اتنی بلندی سے بہت خوبصورت لگ رہے تھے میں ان کے حسن میں کھویا ہوا ہمزاد کے ساتھ سفر کر رہا تھا وہ جان بوجھ کر آہستہ چل رہا تھا کہ میں اپنے ہوش و حواس نہ کھو بیٹھوں۔ شام سے کچھ پہلے اس نے مجھے آبادی کے باہر اتار دیا میرے اردگرد کھیتوں اور باغوں کے طویل سلسلے پھیلے ہوئے تھے جلد ہی ہم آبادی تک پہنچ گئے یہ جگہ میرے لئے قطعی اجنبی تھی میں

ریلوے اسٹیشن سے گزرتا ہوا آگے بڑھا اس لئے کہ مجھے توقع تھی کہ اسٹیشن کے آس پاس یقیناً کوئی سرائے ہوگی اور میرا اندازہ غلط نہیں تھا میں ایک سرائے تک پہنچنے میں کامیاب ہوگیا یہ سرائے چھوٹی ہونے کے باوجود بظاہر صاف ستھری نظر آرہی تھی میں صبح سے اب تک کی بھاگ دوڑ کر نتیجے میں خاصی تھکن محسوس کررہا تھا میں سرائے کے ایک قریبی ہوٹل میں کھانے سے فارغ ہوکر اپنے کمرے میں آکر لیٹ گیا میں اب اپنے آئندہ اقدام کے بارے میں غور وفکر کرنا چاہتا تھا مہ پارہ سے شکست کھا کر میرٹھ سے فرار ہو جانا میرے لئے توہین آمیز تھا لیکن حالات نے اتنی تیزی سے کروٹ بدلی تھی کہ سوائے اس کے اور کوئی راستہ ہی نہیں تھا جب انسان کا ذہن سوچتے سوچتے تھک جاتا ہے اور وہ کوئی نتیجہ اخذ نہیں کر پاتا تو فرار کے راستے ڈھونڈنے لگتا ہے میرے اوپر بھی کچھ ایسی ہی کیفیت ہوئی تھی۔

میں رات ڈھلنے کا انتظار کرنے لگا آہستہ آہستہ سرائے پر سکوت طاری ہونے لگا تھا لیکن مکمل سناٹے کا منتظر تھا تا کہ ہمزاد کو طلب کر کے اپنے تھکے ہوئے اعصاب کو سکون پہنچانے کے لئے کسی ریشمی زلفوں میں پناہ لے سکوں آخر مجھ سے صبر نہ ہو سکا میں نے ہمزاد کو بلا کر اپنی خواہش کا اظہار کر ہی دیا میری بات سن کر وہ بولا۔

غالباً آپ ابھی میرٹھ کی سرائے والا واقعہ نہ بھولے ہوں گے ابھی کچھ لوگ جاگ رہے ہیں میری تو یہ رائے ہے کہ آج رات آپ اور صبر سے کام لیں کل دن میں کوئی محفوظ جگہ تلاش کرنے اور وہاں منتقل ہونے کے بعد جو آپ کا جی چاہے کیجئے گا میں سمجھتا ہوں کہ آپ کا یہ عمل احتیاط کے تقاضوں کے منافی ہے۔

میں ہمزاد کی بات سن کر جھنجھلا گیا میں نے تم سے اس بارے میں کوئی رائے طلب نہیں کی میں تم سے جو کچھ کہہ رہا ہوں اس پر عمل کرو آپ

اس نے میری بات سن کر سر جھکا لیا اور بجھے ہوئے لہجے میں بولا جو آپ کا حکم یہ کہہ کر وہ غائب ہو گیا اور میں بے چینی سے کمرے میں ٹہلنے لگا ٹہلتے ٹہلتے کافی دیر ہو گئی مگر ہمزاد نہ لوٹا میں غصے کے عالم میں کبھی چارپائی پر بیٹھتا اور کبھی ٹہلنے لگتا۔ آخر خاصے انتظار کرنے کے بعد وہ آیا اس کے ہاتھوں پر جو جسم تھا اسے دیکھ کر میں یہ بھی بھول گیا کہ میں اس کے آنے سے پہلے سخت بیزاری اور غصے کی حالت میں تھا وہ کوئی حسین خواب دیکھ رہی تھی اس کے ہونٹوں پر عجیب سی مسکراہٹ تھی جیسے تازہ کھلے ہوئے گلاب کی پنکھڑیاں لرز رہی ہوں ہمزاد ابھی تک کمرے میں موجود تھا میں نے دبی زبان میں اس کے دیر سے آنے کی وجہ دریافت کی۔ ایسا پہلے تو کبھی نہیں ہوا کہ تمہیں اتنی دیر لگی ہو۔

میں دو مرتبہ یہاں آ کر لوٹ چکا ہوں اور جب مجھے قطعی اطمینان ہو

گیا کہ اب تمام لوگ نیند کی آغوش میں پہنچ گئے ہیں تو میں اسے لے آیا ہوں میرے دیر سے آنے کا سبب صرف احتیاط تھی ہمزاد نے جواب دیا اس کا جواب سن کر میرا غصہ جو پہلے ہی لڑکی کو دیکھ کر کسی قدر کم ہو گیا تھا اب قطعی ختم ہو گیا تھا۔

ٹھیک ہے تم جا سکتے ہو۔ میں نے ہمزاد کو رخصت کر کے کمرے کا دروازہ بند کر لیا اور پھر پلٹ کر چارپائی کے قریب آ گیا میرا رویہ بہت محتاط تھا کیونکہ مجھے تجربہ تھا کہ عموماً لڑکیوں پر ان حالات میں دو طرح کے ردعمل ہوتے ہیں یا تو وہ جاگتے ہی خود کو ایک اجنبی جگہ اور ایک نجانے شخص کے ساتھ دیکھ کر ایک دم حیرت زدہ سی رہ جاتی ہیں اور ان کی زبان گنگ ہو جاتی ہے یا وہ جاگتے ہی اچانک ڈر کے چیخنے لگتی ہیں میری اپنی حویلی ہوتی یا الگ کوئی رہائش گاہ ہوتی تو میں اتنا فکرمند نہ ہوتا مگر یہاں معاملہ برعکس تھا میں خود ایک اجنبی علاقے میں

تھا ذرا سی لاپرواہی میرے لئے مصیبتیں کھڑی کر سکتی تھی ممکن تھا کہ یہ لڑکی جاگتے ہی چیخنا چلانا شروع کر دیتی اچانک مجھے دروازے پر دستک سنائی دی اور اس کے ساتھ کسی کی گرجتی ہوئی آواز بھی۔

دروازہ کھول دو ورنہ توڑ دیا جائے گا۔ ان الفاظ کے ساتھ ہی جیسے میرے حواس پر بجلی سی گری میں نے پلٹ کر کھڑکی کی طرف دیکھا اس میں سلاخیں تھیں مجھے چند ہی لمحوں میں کوئی فیصلہ کرنا تھا میں نے گھبرا کر کمرے میں چاروں طرف نظر دوڑائی ممکن ہے کوئی گھڑا یا بالٹی موجود ہو جس میں مجھے پانی مل جائے لیکن کمرے میں کوئی گھڑا یا بالٹی نہیں تھی لڑکی اس عرصے میں اپنے بے ترتیب لباس کو درست کر کے اٹھ بیٹھی تھی دروازہ اب پہلے کی نسبت اور زور سے دھڑ دھڑایا جا رہا تھا جیسے اگر میں نے دروازہ نہ کھولا تو واقعی وہ دروازہ توڑ کر اندر داخل ہو جائیں گے میرے لئے اس وقت سب سے نازک بات یہ تھی کہ میں

اپنی مدد کے لئے ہمزاد کو بھی طلب نہیں کر سکتا تھا کیونکہ اس وقت میں ناپاکی کی حالت میں تھا میں نے آنکھیں بند کر کے اپنے تصور کی قوت کو بروئے کار لانے کی کوشش کی مگر وہ بھی رائیگاں گئی اسی وقت کمرے کا دروازہ بہت زور سے چرچرایا اور اندر آرہا کمرے میں سب سے پہلے داخل ہونے والے شخص کو پہچان گیا، یہ میرٹھ کا کلیکٹر جارج تھا اس کے ہاتھ میں پستول تھا اور اس کے پیچھے دس پندرہ باوردی پولیس والے نظر آرہے تھے جارج نے کمرے میں گھستے ہی میری طرف اشارہ کر کے اپنے پیچھے کھڑے ہوئے ایک پولیس انسپکٹر کو اشارہ کیا۔

یہی ہے گرفتار کر لو اسے پھر اس کی نظر ایک دم لڑکی پر پڑی اس نے لڑکی سے سوال کیا۔ کون ہو تم؟ اور یہاں کیسے آئیں؟

لڑکی نے پولیس والوں کی طرف رحم طلب نظروں سے دیکھتے ہوئے

بھرائی ہوئی آواز میں کہا میں دلاری ہوں میں اپنے گھر میں سوئی تھی پر میری آنکھ کھلی تو میں یہاں تھی مجھے نہیں معلوم کہ یہ مجھے یہاں کیسے اٹھا لایا۔؟

ٹھیک ہے جارج نے انسپکٹر کی طرف مڑ کر کہا جو مجھے ہتھکڑیاں پہنا چکا تھا اسے بھی تھانے لے چلو۔.....

اس پر لڑکی گھگھیائی پر جور میں کھتا۔؟

لڑکی کی بات سن کر جارج نے اسے تسلی دی۔

تم سے کچھ نہیں کہا جائے گا چند ضروری باتیں پوچھ کر تمہیں چھوڑ دیا جائے گا رہتی کہاں ہو تم۔؟

جے گنج۔لڑکی نے جواب دیا۔

سرائے میں ٹھہرنے والے دوسرے مسافر بھی اس ہنگامے سے جاگ گئے تھے پولیس جب مجھے لے کر سرائے سے نکلی تو ہر طرف ہلکا ہلکا

دھند لکا پھیل رہا تھا صبح ہونے والی تھی مجھے اور لڑکی کو کچھ پولیس والوں کے ہمراہ سرائے کے سامنے کھڑے ہوئے ایک تانگے میں بٹھا دیا گیا جارج بھی اس تانگے میں بیٹھا تھا بقیہ پولیس والے پیدل ہی ہمارے تانگے کے پیچھے آ رہے تھے کچھ دور جا کر نیم دھند لکے میں مجھے ایک مسجد کے مینار نظر آئے جلد ہی ہمارا تانگہ وہاں تک پہنچ گیا مسجد کے بالکل سامنے چھوٹی اینٹوں سے بنی ہوئی ایک عمارت میں تانگہ داخل ہوا اور اس کے صحن میں جا کر رک گیا جارج نے تانگے سے اترتے ہی انسپکٹر کو حکم دیا۔

بند کر دو اسے حوالات میں اور لڑکی کو میرے پاس لاؤ اور ہاں حوالات کے دروازے پر دو پولیس والے تعینات کر دو جو بہت چاق و چوبند ہوں یہ مجرم بے انتہا خطرناک ہے یہ کہہ کر وہ سامنے بنے ہوئے ایک کمرے کی طرف بڑھ گیا ایک پولیس والا لڑکی کو اپنے ساتھ لئے اس

کے پیچھے پیچھے چل دیا اور بقیہ مجھے لے کر بائیں طرف بنی ہوئی حوالات کی کوٹھڑی کی طرف بڑھے۔ مجھے حوالات میں بند کرنے سے پہلے انسپکٹر نے ہتھکڑیاں کھول دیں تھیں مجھے حوالات کی تنگ اور اندھیری کوٹھڑی میں دھکیل کر حوالات کا آہنی دروازہ بند کر دیا گیا انسپکٹر اپنے ساتھیوں میں سے دو کو حوالات کے باہر چھوڑ گیا تھا ان دونوں کے پاس بندوق تھی وہ دونوں حوالات کے دروازے پر پہرہ دینے لگے جیسے انھیں ڈر ہو کہ میں اتنے سخت پہرے کے باوجود بھی فرار ہو جاؤں گا۔

جو ہونا تھا وہ ہو چکا تھا میری بے احتیاطی رنگ لا چکی تھی اگر میں ہمزاد کے مشورے پر عمل کر کے صرف ایک رات اور صبر کر لیتا تو ممکن تھا کہ حالات یہ نہ ہوتے میں حوالات کے فرش پر بیٹھا ہوا سوچ رہا تھا کہ پولیس یہاں تک کیسے پہنچ گئی۔ کافی دیر غور و خوض کرنے کے بعد میں

اس نتیجے پر پہنچا کہ اسمیں بھی مہ پارہ کا ہاتھ ہے یہ سب اسی کا کیا دھرا ہے جب اسے یہ اطلاع ملی ہوگی کہ میں نے پولیس کے ہاتھ لگنے سے پہلے بھاگنے میں کامیاب ہوگیا ہوں تو اس نے اپنی پراسرار قوتوں کے ذریعے یہ پتہ لگالیا ہوگا کہ میں کہاں چھپا ہوا ہوں کہ پھر اس نے نواب صاحب کے ذریعے یہ خود پولیس کو اس سے مطلع کر دیا ہوگا میری نظر میں اس کی اس انتقامی کاروائی کا سبب یہ تھا کہ میں نے اسے دھوکے میں رکھ کر ہمزاد کے ذریعے اس کے عمل میں رکاوٹ ڈلوانے کی کوشش کی تھی اور پھر اس میں ناکام ہوکر مہ پارہ کو بدنام کرنے کا آخری موقع بھی ہاتھ سے نہ جانے دیا تھا حالانکہ اب میں اس شہر کو چھوڑ کر فرار ہو چکا تھا لیکن شاید وہ مجھے سزا دیئے بغیر نہیں چھوڑنا چاہتی تھی غالباً اسی لئے اس نے یہاں تک میرا پیچھا کیا تھا۔ یہ صورتحال ظاہر ہے میرے لئے بہت خطرناک تھی مجھے بہ حیثیت شیخ

کرامت پہچان لیا گیا تھا اور اس کا مطلب تھا کہ مجھے سزا سے کوئی نہیں بچا سکتا تھا میری فرد جرم بہت طویل تھی انھی ہولناک خیالات کے حصار میں میرا ذہن چکرانے لگا میں رات بھر کا جاگا ہوا تھا میرے ذہن پر غنودگی سی طاری ہوتی گئی نہ جانے میں کب تک اونگھتا رہا حوالات کا آہنی دروازہ کھلا اور میں چونک پڑا میرے سنبھلنے سے پہلے ہی میرے ہاتھوں میں ہتھکڑیاں ڈال دی گئی۔

تھانے کے صحن میں ہر طرف دھوپ پھیلی ہوئی تھی میرا غنودہ ذہن یہ سوچنے سے قاصر تھا کہ مجھے کہاں اور کیوں لے جایا جا رہا ہے؟ مجھے حوالات سے نکال کر ایک بڑے سے پیڑ کے نیچے کھڑے ہوئے یکے میں چند پولیس والوں کے ہمراہ بٹھا دیا گیا جن میں تھانے دار بھی تھا یکہ تھانے سے نکل کر آبادی کی کچی پکی سڑکوں سے گزرتا ہوا ایک طرف چلا جا رہا تھا کچھ دیر بعد یکہ آبادی سے باہر نکل گیا میرے ذہن

میں پھر وہی سوال ابھر آیا کہ یہ لوگ مجھے کہاں لے جا رہے ہیں؟ لیکن میں نے ان سے پوچھا نہیں جب یکہ آبادی سے دور نکل آیا تو مجھے کچھ فاصلے پر ایک بڑی سی چار دیواری والی طویل عمارت دکھائی دی جو آہستہ آہستہ قریب ہوتی جا رہی تھی غالباً میری منزل وہی تھی اس لیے کہ یکے کا رخ اسی طرف تھا آبادی سے باہر اس عمارت کا مطلب جلد ہی مجھے معلوم ہو گیا جب پولیس والے مجھے لے کر اسکے بڑے سے پھاٹک نما دروازے تک پہنچے مجھے حوالات سے جیل میں منتقل کر دیا گیا تھا ضروری کاغذات کی خانہ پری کے بعد مجھے اس چقندر نما بڑی مونچھوں والے نے گھورا جسے تمام لوگ جیلر صاحب جیلر صاحب کہہ کر مخاطب کرتے تھے۔

ہوں تو تم ہو بڑے خطرناک مجرم۔ مگر میرے پاس آ کر اچھے اچھے پانی مانگ جاتے ہیں اس کا لہجہ کافی توہین آمیز تھا اگر کوئی اور وقت ہوتا تو

میں اس کے لہجے کا جواب دیتا مگر اس وقت میرا خاموش رہنا ہی بہتر تھا پھر تھانیدار اور پولیس والے چلے گئے میں جیلر کے ساتھ اکیلا رہ گیا۔

رحیمو! جیلر دھاڑا۔ اس کی آواز کے ساتھ ہی ایک خوفناک چہرے والا بھاری بھرکم ڈنڈا بردار کمرے میں داخل ہوا اس کے آتے ہی جیلر پھر غرایا، اس کے بارے میں معلوم ہوا ہے کہ بہت بڑا بدمعاش ہے اسے لے جا کر اندر والی بیرک میں بند کر دو۔

اس کا حکم سن کر رحیمو نے میرا بازو پکڑا اور بولا چل ابے مجھے اس کا رویہ سخت ہتک آمیز محسوس ہوا میں نے جیلر کی طرف دیکھ کر کہا کیا آپ لوگ تمیز سے بات نہیں کر سکتے؟ آپ مجھے پڑھے لکھے معلوم ہوتے ہو؟

یہ سن کر جیلر نے مجھے ایک موٹی سی گالی دی اور رحیمو سے کہا سنتا ہے یہ

حرامی مجھے یعنی خاں صاحب بندے علی کو تمیز سکھانے آیا ہے اسے ذرا بتا کے تمیز کسے کہتے ہیں۔

میں ابھی کچھ بھی سمجھ نہ پایا تھا کہ رحیمو کا الٹا ہاتھ گھوم گیا۔

تڑاخ، تھپڑ میرے منہ پر اتنی زور سے پڑا تھا کہ میرا سر چکرا گیا۔

کیوں اب سمجھا۔ جیلر کی منحوس آواز میرے کانوں سے ٹکرائی اب چلے گا یا سر پھاڑ دوں یہ.....یہ رحیمو تھا۔

میں جلدی سے آگے بڑھ گیا جی تو یہ چاہ رہا تھا کہ ان دونوں کو کچا چبا جاؤں مگر صرف چاہنے سے کیا ہوتا ہے میں بے دست و پا تھا جیلر کے کمرے سے نکل کر رحیمو مجھے ایک طرف دھکے دیتا ہوا لے جانے لگا۔ سامنے ہی ایک بڑی سی بیرک تھی جس اس وقت غالباً خالی تھی کچھ لوگ ادھر اُدھر آ جا رہے تھے جن کے پاؤں میں بیڑیاں پڑی ہوئی تھیں وہ مختلف کام کرتے نظر آ رہے تھے کوئی رسی بٹ رہا تھا کوئی پانی

بھر بھر کر سامنے کیاریوں میں ڈال رہا تھا کوئی چار پائیاں بن رہا تھا بائیں طرف کنواں تھا جس میں کچھ قیدی ڈول ڈال کر پانی بھر رہے تھے میں نے چلتے چلتے رحیمو سے نہایت نرم لہجے میں کہا بھائی رحیمو کیا مجھے نہانے کی اجازت دو گے؟ میں تمہارا یہ احسان زندگی بھر نہیں بھولوں گا۔

وہ میری بات سن کر طنزیہ لہجے میں بولا۔ واہ بیٹا اسے اپنے باپ کا گھر سمجھا ہے؟.....ابے یہ جیل ہے جیل سیدھا چلا چل ورنہ تو تو مجھے جانتا ہی ہے میں اس کی بات سے مایوس ہو کر پھر تھکے تھکے قدموں سے اس کا ساتھ دینے لگا۔ وہ مجھے لے کر ایک طرف بنے ہوئے بڑے سے کمرے میں داخل ہوا جہاں مجھے جیل کے کپڑے دیئے گئے اور میرے کپڑے اتروا کر رکھ لئے گئے پھر رحیمو ایک شخص سے مخاطب ہوا۔

یہ بھی کھتہ ناک نکلا۔ مجلو بیٹا چل اٹھا اپنا ہتھوڑا اور سنسی ۔اس جملے کے معنی مجھ پر اس وقت کھلے جب میرے پاؤں میں بھاری بیڑیاں ڈال دی گئیں اس کے بعد رحیمو مجھے اس کمرے سے لے کر پھر باہر نکلا میرے لئے بیڑیاں پہن کر تیز چلنا دوبھر ہو رہا تھا اس کمبخت کی رفتار تیز تھی مجھے آہستہ چلتے دیکھ کر وہ بولا۔ لگاؤں لات کمر پر، نکھرا تو ایسا کر رہا جیسے پہلی مرتبہ جیور پہنا ہو.....

میں قہراً جبراً بمشکل اس کے ساتھ چلتا رہا۔ چار دیواری کے قریب بڑی بڑی بیرکوں سے کافی فاصلے پر ذرا ذرا فاصلے سے چار پانچ نہایت تنگ کوٹھڑیاں بنی ہوئی تھیں جن میں سے ایک بھری ہوئی تھی جس میں مجھے ایک نیم وحشی سا شخص نظر آیا جس کی آنکھوں میں بلا کی بے بسی تھی میں اسے دیکھ کر کانپ گیا اس کے سر اور داڑھی کے بال بے تحاشہ بڑھے ہوئے تھے یہیں ایک خالی کوٹھڑی کے سامنے اسٹول

پر ایک پولیس والا بیٹھا تھا جو ہمیں قریب آتے دیکھ کر اٹھ کھڑا ہوا اور رحیمو سے بولا۔ یہ تو مجھے بالکل نیا لگے ہے پر اسے سیدھے ادھر ہی کیوں لے آئے؟ یہ کہہ کر اس نے اپنی بجھتی ہوئی بیڑی کا کش لگایا اور رحیموں کی طرف سوالیہ نظروں سے دیکھنے لگا۔

بہت کھترناک ہے جرا اس کی کھترنا کی دور ہووے تو ادھر جنرل میں آوے۔ اچھا جیاستی بات نہ کر کھول اپنا ڈربا۔.....

رحیمو کی بات سن کر پولیس والے نے اپنے ہاتھ میں تھاما ہوا گچھا گھمایا اور ایک قریبی کوٹھڑی کھول دی اور جیسے ہی میں نے اندر قدم رکھا اس نے مجھے اندر دھکا دے کر ایک دم سلاخوں دار دروازہ باہر سے بند کر دیا اور میں اس تنگ کوٹھڑی میں کھڑا رہ گیا۔

اس لئے کہ اس میں اتنی بھی گنجائش مجھے نظر نہیں آ رہی تھی کہ بیٹھ سکوں پھر اس کے ساتھ ہی مجھے بدبو کا احساس ہوا کوٹھڑی کے اندر مچھروں کا

ایک جم غفیر چھپا ہوا تھا جو میرے اندر داخل ہوتے ہی بھنبھنانے لگا جیسے اسے میری آمد گراں گزری ہو میں نے سلاخوں سے باہر دیکھا تو رحیمو دور جاتا ہوا نظر آیا اور جس پولیس والے نے مجھے اندر دھکیلا تھا وہ بھی دکھائی نہ دیا شاید وہ اپنا اسٹول دور کھسکا کے لے گیا تھا جہاں میری نظر اس پر نہ پڑ سکے۔

قید تنہائی! میرے ذہن نے سوچا یہ تو بہت برا ہوا ان ظالموں نے مجھے تو اس کا موقع بھی نہیں دیا کہ میں غسل کر سکوں مجھے جیل میں داخل ہوتے ہوئے یہ امید بندھی تھی کہ میں یہاں غسل تو کم از کم کر ہی سکوں گا مگر تھانیدار کمبخت نے اس خبیث جیلر کے کان میں نہ جانے کیا پھونکا تھا کہ اس نے مجھے چھوٹتے ہی قید تنہائی میں ڈلوا دیا تھا۔

جسمانی اور روحانی اذیت سے میرا برا حال تھا ذہن بوجھل جسم نڈھال اس پر یہ قید و نہد اور صعوبتیں کیا میں یہیں اسی حال میں سسک

سسک کر مر جاؤں گا۔.....؟یقیناً یہ ایک ہولناک موت ہوتی میں یہ سوچ کر لرز گیا کاش ایک مرتبہ صرف ایک مرتبہ مجھے اتنا موقع مل جائے کہ میں غسل کر سکوں پھر تو میں ان تمام تکلیفوں سے نجات حاصل کر سکتا تھا کھڑے کھڑے میرے پاؤں شل ہونے لگے میں نہیں بتا سکتا کہ پاؤں کی بیڑیوں کے باوجود میں کس طرح اس تنگ کوٹھڑی میں دونوں پاؤں آگے پھیلا کر بیٹھنے میں کامیاب ہوا۔ایک طرف میری کمر دیوار سے لگی ہوئی تھی اور دوسری طرف سامنے میرے پاؤں دیوار کو چھو رہے تھے لیکن بیڑیاں پڑے ہونے کی سبب پاؤں سمیٹ کر بیٹھنا میرے لئے ناممکن تھا اسطرح بیٹھ کر مجھے کچھ سکون ملا۔میرا تھکا ہوا ذہن بوجھل ہوتا گیا اور اسی حالت میں میری آنکھ لگ گئی۔

اس کال کوٹھڑی میں پورا ایک ہفتہ میں نے انتہائی اذیتوں اور دکھوں

میں گزارا مجھے کھانے کے لئے بدمزہ بدبودار شوربہ اور انتہائی خراب آٹے کی روٹی ملتی تھی میرا معدہ بہ مشکل ہضم کر پاتا تھا چائے بھی کالی اور جیسے ہفتوں کی پکی ہوئی معلوم ہوتی تھی۔

غالباً آٹھویں دن جب مجھے اس کوٹھڑی سے نکالا گیا تو میرے لئے اپنے پیروں پر کھڑا ہونا مشکل تھا مجھے وہاں سے نکال کر ایک جنرل بیرک میں منتقل کر دیا گیا اس دن میری حالت اس قابل نہیں تھی کہ دو قدم بھی چل سکوں مگر رحیمو کے ڈنڈے کے خوف نے جیسے میرے جسم میں بجلی دوڑا دی مجھے توقع تھی کہ کم از کم آج مجھ سے کوئی کام نہیں لیا جائے گا میں بیرک کے فرش پر پورے ایک ہفتے کے بعد سیدھا لیٹ گیا میرا کمر تختہ ہو رہی تھی میں پورے سات دن نہ لیٹ سکا تھا جیسے ہی میں بیرک کے فرش پر لیٹا میری آنکھیں بند ہونے لگیں مگر اسی وقت کسی نے لات مار کر مجھے اٹھا دیا۔

اٹھو شہزادے یہاں تمہیں حرام کی توڑنے کے لئے نہیں رکھا گیا یہ رحیمو نہیں تھا مگر اسی کی قبیل کا کوئی لگتا تھا اس کے ہاتھ میں بھی ڈنڈا تھا وہ مجھے تقریباً گھسیٹتا ہوا بیرک سے باہر لایا اور کچھ قیدیوں کے ساتھ پانی بھرنے اور قریبی کیاریوں میں ڈالنے پر لگا دیا یہ صبح چھ بجے کا وقت تھا چھ بجے سے لے کر گیارہ بجے تک میں گرتا پڑتا پانی کے بھاری ڈول اٹھاتا رہا پھر گیارہ بجے ہم سب کو کھانا دیا گیا وہی بدمزہ برا کھانا۔ اس عرصے میں میں نے کئی بار کوشش کی کہ پانی سے بھرا ہوا ڈول اپنے جسم پر ڈال لوں مگر اس میں کامیاب نہ ہوا اس لئے کہ وہ ڈنڈا بردار ہم سب قیدیوں کے سر پر سوار تھا اس دن بھی مجھے نہانے کا موقع نہیں ملا لیکن دوسرے دن صبح ہی جب میں دوسرے قیدیوں کے ساتھ اٹھا تو ان کے ہمراہ بیرک کا دروازہ کھلتے ہی کنویں کی طرف لپکا، بیرک سے کنویں کا فاصلہ میں نے انتہائی بے تابی اور بے صبری سے طے کیا پھر

میں نے یہ ضرورت بھی محسوس نہ کی کہ قمیض تو اتار دیتا میں نے پانی سے بھرا ہوا ڈول اپنے اوپر ڈال لیا۔ میرا سارا جسم پانی سے بھیگ گیا پھر دوسرا ڈول بھی میں نے اپنے اوپر اوندھ لیا میری یہ حرکت دیکھ کر ایک دوسرا قیدی بھنا گیا، ابے اب دوسروں کو بھی نہانے دے گا کہ سب پانی اپنے اوپر ہی ڈال لے گا۔

مگر میں اس کی بات سنی ان سنی کر گیا، میرے لئے یہ لمحے انتہائی اہم اور پر مسرت تھے جیسے میں نے پانی کے ساتھ ہی اپنے سارے مصائب بہا دیئے ہوں دوسرے ہی لمحے میں ہمزاد کو طلب کر چکا تھا اس کے آتے ہی میں بولا۔ تم میری حالت دیکھ رہے ہو، میں تم سے بچھڑ کر کن حالوں کو پہنچ گیا مجھے ایک ایک ظالم سے بدلا لینا ہے اب تم اس وقت تک میرے ساتھ رہو گے جب تک میں تمہیں اجازت نہ دوں جانے کی۔

میری بات سن کر ہمزاد نے سر تسلیم خم کیا اور خاموشی سے سر جھکائے میرے حکم کا منتظر رہا مجھے اس کے چہرے کے تاثرات سے اندازہ ہوا کہ یقیناً اسے بھی میری حالت دیکھ کر دکھ ہوا ہے۔

مجھے کسی ان دیکھے وجود سے باتیں کرتے دیکھ کر ایک قیدی نے ہنس کر دوسرے کو کہنی ماری اور بولا۔ اندر والی بیرک میں رہ کر اس کی یہ حالت ہوگئی ہے وہ اسے باتیں کرنے لگا ہے۔

اسی وقت مجھے ڈنڈا بردار چوکیدار آتا دکھائی دیا اس نے سب قیدیوں کو مخاطب کر کے کہا ابے اب چلو بھی یا سارا دن یہیں کھڑا کر دو گے کام پر نہیں لگنا۔

اس کی بات سن کر قیدی جلدی جلدی اپنی بیرکوں کی طرف چلے جہاں برآمدے میں چائے بٹ رہی تھی لیکن میں چوکیدار کی بات سے بے خبر جیلر اور رحیمو سے انتقام لینے کے بارے میں منصوبے بنا رہا تھا اس

نے مجھے اپنی جگہ کھڑا دیکھ کر ڈنڈا اٹھایا کیوں ابے کیا بہرہ ہے۔؟
میرے اشارے پر ہمزاد نے اس کے ہاتھ سے ڈنڈا چھین کر اس کے
سر پر اس زور سے رسید کیا کہ وہ تیورا کر زمین پر گر گیا اس کے سر سے
خون بہہ رہا تھا ایک قیدی نے گزرتے ہوئے جو چوکیدار کو زخمی
حالت میں پڑے دیکھا تو وہ سمجھا کہ یقیناً میں نے اس کا ڈنڈا چھین کر
اسکے سر پر مارا ہے چند ہی لمحوں میں ہنگامہ کھڑا ہو گیا ہر طرف یہی
چرچا تھا کہ نئے قیدی نے چوکیدار کا سر پھاڑ دیا۔
میں اب وہاں سے چل کر بیرک کے برآمدے میں آ گیا تھا جہاں
دوسرے قیدی کھڑے چائے پی رہے تھے زخمی چوکیدار بمشکل اٹھ کر
جیلر کے کمرے کی طرف بھاگ گیا تھا تمام قیدی میرے آس پاس
جمع تھے اور ان میں سے کچھ کا خیال تھا کہ مجھے پھر چوکیدار کا سر
پھاڑنے کے جرم میں قید تنہائی میں ڈال دیا جائے گا مجھے ان سب کے

لہجے سے اپنے لئے احترام محسوس ہوا وہ آپس میں میرے بارے میں طرح طرح کے تبصرے کر رہے تھے کسی کا خیال تھا کہ میں بہت بڑا ڈاکو ہوں کوئی کہہ رہا تھا کہ شاید میں نے کئی قتل کئے ہیں لیکن میں نے ان میں سے کسی کی بات کی نہ تو تائید کی اور نہ تردید، نہ ہی ان کے کسی بے تکے سوال کا جواب دیا میں ہمزاد کی طرف متوجہ ہو گیا جو کہہ رہا تھا۔

اگر آپ حکم دیں تو میں ابھی آپ کو یہاں سے نکال لے چلوں پر نہیں ابھی مجھے اس خبیث جیلر اور اس کے بے تھے بیل رحیمو کو دیکھنا ہے۔

میں نے ہمزاد کی بات کا جواب دیا قیدی میری طرف حیرت سے دیکھ رہے تھے میں ان سے ذرا الگ ہٹ کر کھڑا ہو گیا اور اب پہلی مرتبہ مجھے اپنے پاؤں میں پڑی ہوئی بیڑیوں کا خیال آیا جو میرے چلنے میں رکاوٹ بنی ہوئی تھیں اور جن کی آہنی گرفت نے مجھے جسمانی اذیت

میں مبتلا کر دیا تھا پھر چند لمحے بعد ہی قیدیوں نے ایک حیرت انگیز منظر دیکھا اور ان کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں میری آہنی بیڑیاں خود بہ خود ٹوٹ کر میرے قدموں میں گر پڑی تھیں جنھیں ٹھوکر مار کر میں نے برآمدے سے نیچے گرا دیا اور اسی وقت میری نظر جیلر اور رحیمو اور تین چار ڈنڈے بردار چوکیداروں پر پڑی جو بیرک سے اب صرف چند قدم کے فاصلے پر رہ گئے تھے جیلر کے چہرے سے انتہائی غصے کا اظہار ہو رہا تھا اس کا چقندر جیسا چہرہ کچھ اور سرخ ہو گیا تھا اس سے پہلے کہ وہ مجھ تک پہنچنے میں کامیاب ہوتا میں ہمزاد کو اشارہ کر چکا تھا پھر دوسرے ہی لمحے بیرک کے سامنے ایک عجیب و غریب اور حیرت انگیز تماشا شروع ہو چکا تھا چوکیداروں کے ڈنڈے ان کے ہاتھ سے چھوٹ کر زمین پر گر پڑے۔ ان میں سے ایک اوندھے منہ گرا۔ یہ رحیمو تھا اس کے گرتے ہی میں نے ہمزاد کو اشارہ کیا کہ یہی

ہے ہمزاد نے میرے اشارے پر رحیمو کے تلووں پر ڈنڈے برسانا
شروع کر دیئے جب دوسرے چوکیداروں نے یہ نا قابل یقین منظر
دیکھا کہ ڈنڈا خود بخود فضا میں بلند ہو ہو کر رحیمو کی مرمت کر رہا ہے تو
وہ جیلر کے روکنے کے باوجود بھوت بھوت کہتے ہوئے بھاگ نکلے مگر
جیلر اپنی جگہ کھڑا حیرت سے یہ منظر دیکھ رہا تھا دوسرے تمام قیدی بھی
سہمے کھڑے تھے اچانک نہ جانے جیلر کو کیا سوجھی کہ وہ تیزی سے اپنا
رول لہراتا ہوا میری طرف بڑھا لیکن مجھ تک پہنچنے سے پہلے ہمزاد اس
کے ہاتھ سے رول چھین چکا تھا اور خود جیلر کے رول نے اس کی پٹائی
شروع کر دی جیلر بار بار رول پکڑنے کی کوشش کرتا مگر رول اس کے
ہاتھ نہ آتا کئی بار اس کی پیٹھ پر برسا اور وہ تڑپ اٹھا وہ بری طرح
گالیاں بک رہا تھا موقع سے فائدہ اٹھا کر اس عرصہ میں رحیمو بھی
کھسک گیا تھا اب ہمزاد کے لئے صرف جیلر بچا تھا جس کو پیٹتے پیٹتے

برا حال ہو گیا تھا اچانک اس کے حواس بھی جواب دے گئے وہ بھاگ کھڑا ہوا مگر کچھ دور چل کر ہی اوندھے منہ گرا گرنے سے اس کا نچلا ہونٹ پھٹ گیا تھا جس سے اب خون بہہ رہا تھا اس کے گرتے ہی ہمزاد نے میرے حکم پر اس کے تلووں کو نشانہ بنایا وہ تڑپتا رہا اور پٹتا رہا آخر وہ بری طرح چیخنے لگا۔ بچاؤ۔ بچاؤ۔

تمام قیدی دائرے کی صورت میں اسکے چاروں طرف حیرت زدہ کھڑے اسے پٹتے دیکھ رہے تھے وہ کچھ کچھ سمجھ چکے تھے کہ اس معاملے کا تعلق میری ذات سے ہے اور معاملہ یقیناً پراسرار ہے اسی لئے وہ مجھ سے ذرا کچھ فاصلے پر کھڑے ہوئے تھے یہ ان کا خوف تھا یا عقیدت میں نہیں کہہ سکتا جب پٹتے پٹتے جیلر لہولہان ہو گیا اور چلاتے چلاتے اس کی آواز بیٹھنے لگی تو میں نے ہمزاد کو رکنے کا اشارہ کیا اور آگے بڑھ کر جیلر سے مخاطب ہوا۔

کیوں کیسے مزاج ہیں خاں صاحب۔طبیعت درست ہوئی یا ابھی اور میں نے اپنا جملہ ادھورا چھوڑ کر زمین پر پڑے ہوئے زخمی جیلر کا ہاتھ پکڑا اور وہ بمشکل اٹھ کر بیٹھا۔

جاؤ! تمہارے لئے آج اتنا ہی سبق کافی ہے اپنی مرہم پٹی کراؤ۔ پھر میں قیدیوں کی طرف پلٹ کر بولا آج کام کی چھٹی کوئی کام نہیں کرے گا۔

میرا یہ جملہ سن کر جیسے انھیں ہوش آ گیا۔ان میں سے تین چار تندرست وتوانا قیدیوں نے مجھے اپنے کندھوں پر بیٹھالیا۔اور خوشی سے نعرے لگانے لگے جیلر لڑکھڑاتے قدموں سے اپنے کمرے کی طرف سر جھکائے چلا جا رہا تھا جیسے اب وہ اپنے عہدے سے مستعفی ہو چکا ہو جیسے وہ اس جیل کا جیلر نہ ہو انھیں میرا نام نہیں معلوم تھا اس لئے نیا ساتھی زندہ باد کے نعرے لگانے لگے انھوں نے مجھے کندھوں

پر بٹھائے بٹھائے ساری جیل کا چکر لگایا جیل کی پولیس اور چوکیدار نہ جانے کہاں غائب ہو گئے تھے جیل پر اب پوری طرح قیدیوں کا قبضہ تھا ہمزاد اب بھی میرے ہمراہ تھا اچانک اس نے مجھے مخاطب کیا جیلر نے پولیس لین کو مطلع کیا ہے کہ قیدیوں نے بغاوت کر دی ہے وہاں سے پولیس کی ایک بھاری نفری جیل کی طرف روانہ کر دی گئی ہے اس لئے آپ قیدیوں کو پر امن رہنے کی تلقین کریں اور حالات کو مزید بگڑنے نہ دیں۔

میں نے اس کی بات سن کر قیدیوں کو اس نئی اطلاع سے آگاہ کیا اور کہا۔ آپ لوگ قطعی نہ گھبرائیں میں ابھی خود جا کر جیلر سے بات کرتا ہوں لیکن آپ سب قطعی پر امن رہیں گے اور اس وقت تک پولیس کے خلاف کوئی کارروائی نہیں کریں گے جب تک میں نہ کہوں۔

ان سب نے میری تائید کی اور میں وہاں سے سیدھا ہمزاد کے ہمراہ

جیلر کے کمرے کی طرف روانہ ہوگیا جیلر اب تک اسی زخمی حالت میں اپنے کمرے میں تنہا ٹہل رہا تھا میں نے اس کے کمرے میں داخل ہونے سے پہلے دیکھا کہ اس نے جیل کی تمام پولیس اور چوکیداروں کو جیل کے بڑے دروازے پر متعین کر دیا ہے میرے کمرے میں داخل ہوتے ہی وہ اچھل پڑا۔ جیسے اسے بچھو نے ڈنک مار دیا ہو میں نے اسے مخاطب کیا۔

خاں صاحب۔ مجھے معلوم ہے کہ آپ نے پولیس لین سے مدد مانگی ہے اور پولیس کی ایک بھاری نفری یہاں آنے والی ہے لیکن اگر انھوں نے قیدیوں کو چھیڑا یا کوئی نازیبا حرکت کی تو حالات کی ذمہ داری آپ پر ہوگی دوسری صورت آپ کے اور ہم سب کے لئے بہتر مصالحانہ ہے آپ اگر اس پر آمادہ ہو جائیں تو یہ سبھی کے لئے سودمند ہوگا کان کھول کر سن لیجئے قیدی آج کام نہیں کریں گے نمبر دو یہ کہ وہ

آپ کا اور آپ کے ہرکاروں کا بے جا ظلم وستم اور غیر انسانی سلوک برداشت نہیں کریں گے تیسری اور آخری شرط یہ کہ وہ آپ کا یہ غلیظ اور بدمزہ کھانا نہیں کھائیں گے انھیں عمدہ اور اچھا کھانا فراہم کیا جانا چاہیے میں کہتا رہا۔ اور جیلر خاموشی سے میری بات سنتا رہا اگر آپ نے میری باتیں نہ مانیں تو نہ صرف آپ کے ساتھ کوئی رحم رکھا جائے گا بلکہ پولیس کو بھی اس بدسلوکی کا مزہ چکھا دیا جائے گا آپ دیکھ ہی چکے ہیں کہ مجھے خود کچھ کرنے کی ضرورت نہیں آپ کے پولیس والے خود بخود پٹنے لگیں گے ان کے ہتھیار جو انھیں کے خلاف استعمال ہوں گے بولو کیا کہتے ہیں آپ۔ میں نے سوالیہ نظروں سے جیلر کی طرف دیکھا۔

کیا تمام قیدی حسب معمول کل سے کام کرنے لگیں گے۔؟ جیلر کے سوال میں بے بسی تھی۔؟

ہاں مگر صرف اسی صورت میں جب کہ میرے تمام مطالبات تسلیم کر لئے جائیں میں نے جواب دیا۔

مجھے تمہاری شرط منظور ہیں، جیلر نے کہا مگر وہ کھانے کے بارے میں کوئی عملی قدم فوراً نہیں اٹھایا جا سکتا اس میں دو تین دن لگیں گے۔

ٹھیک ہے اس وقت تک قیدیوں کو کھانا سپلائی ہی نہ کیا جائے میری بات سن کر جیلر چکرا گیا۔

تو کیا سارے قیدی تین دن بھوکے رہیں گے؟ اس نے حیرت سے کہا۔

نہیں انھیں بہترین کھانا فراہم کیا جائے گا جس کی ذمہ داری مجھ پر ہے اس سلسلے میں فکر چھوڑ دیں میں نے جواب دیا جیلر حیرت سے میری صورت دیکھ رہا تھا میں نے چلتے ہوئے کہا تو پھر میں مطمئن رہوں۔

ہاں! جیلر کے لہجے میں بے بسی تھی۔

ہمزاد کی بروقت اطلاع اور جیلر سے میری گفت وشنید سے ایک بڑا ہنگامہ ٹل گیا تھا جیلر نے پولیس کو واپس کر دیا اس نے حکام سے کہا تھا کہ اس نے حالات پر قابو پالیا ہے کچھ دیر بعد کھانے کا وقت ہو گیا قیدی میرے اردگرد جمع تھے جن میں سے کچھ میرے پاؤں دبا رہے تھے میری حیثیت اب ان کے سربراہ کی سی تھی میں نے جیلر سے ہونے والی تمام گفتگو سے قیدیوں کو آگاہ کر دیا تھا وہ سب بھی جیلر کی طرح اس بات پر حیران تھے کہ اب تین دن تک انھیں جیل سے کھانا سپلائی نہیں کیا جائے گا لیکن ان میں سے کسی کی اتنی ہمت نہیں ہو رہی تھی کہ مجھ سے سوال کرتا کہ میں ان کے لئے کھانا کہاں سے اور کس طرح فراہم کروں گا۔؟

میں نے ہمزاد کو کھانا لانے کے لئے روانہ کر دیا تھا اس کے کچھ دیر بعد

ہی قیدیوں نے نہایت حیرت سے اس دیگ کو دیکھا جو فضا میں تیرتی ہوئی چلی آ رہی تھی پھر وہ دیگ آہستہ سے بیرک کے فرش پر اتر گئی اسی کے ساتھ گرم گرم تندوری روٹیاں تھیں صرف میں ہی دیکھ سکتا تھا کہ ہمزاد نے دیگ زمین پر رکھی ہے وہ سب پتھر بنے یہ عجیب و غریب منظر دیکھ رہے تھے میرے حکم پر دو تین قیدی اٹھے اور جیل کے باورچی خانے سے برتن لے آئے قیدیوں ہی میں سے ایک نے دیگ میں سے قورمہ نکالنا شروع کیا کھانا سب سے پہلے میرے سامنے رکھا گیا پھر کچھ دیر بعد ہی وہ سب یہ بھول گئے کہ یہ کھانا انھیں کتنے پراسرار طور پر ملا ہے وہ قہقہے لگا رہے تھے اور آپس میں خوش فعلیوں میں مصروف تھے اب انھوں نے حیرت زدہ ہونا چھوڑ دیا تھا وہ سمجھ گئے تھے کہ ان کے درمیان خدا یا بھگوان نے کوئی صاحب کرامت یا رشی منی بھیج دیا ہے ان میں سے بیشتر کھانے وغیرہ سے

فارغ ہوکر میرے ہاتھ پیر چومنے لگے میں نے انھیں ایسا کرنے سے نہیں روکا، آج ایک طویل عرصے کے بعد میری انا کو تسکین ملی تھی بدایوں سے نکلنے کے بعد آج پہلی مرتبہ مجھے یہ مسرت حاصل ہوئی تھی میں نے خوش ہوکر ان سب کے لئے ہمزاد سے پھلوں کے ٹوکرے منگائے وہ آموں کے دن تھے ہمزاد کئی قلمی آموں کے ٹوکرے اٹھالایا سب نے سیر ہوکر آم کھائے نہ جانے انھیں کتنے عرصے بعد یہ نعمتیں نصیب ہوئی تھیں وہ سب ہی بے انتہا خوش وخرم نظر آرہے تھے جیسے انھوں نے کبھی دکھ اٹھائے ہی نہ ہوں ان کے قہقہوں میں زندگی تھی اب ان کی باتوں میں رس تھا ان کے چہرے شاداب تھے وہ کھانے اور آموں سے پورا انصاف کرنے کے بعد لمبی تان کر سو گئے کیونکہ آج انھیں کام تو کرنا نہیں تھا جیل میں دوپہر کا کھانا کھا کر شاید وہ پہلی مرتبہ سوئے تھے میں بھی ان کے برابر ہی لیٹ کر غافل ہوگیا۔

آنکھ کھلی تو میں نے دیکھا کہ ہمزاد میرے سرہانے اب تک کھڑا تھا اس نے مجھے بیدار دیکھ کر مخاطب کیا آئندہ کے لئے میں نے ایک بات سوچی ہے اگر آپ اس سے متفق ہوں میری یہ تجویز موجودہ حالات کو مدنظر رکھتے ہوئے نہایت مناسب ہے۔

میں اٹھ کر بیٹھ گیا اور بولا۔ ہاں بتاؤ میں سن رہا ہوں میں خود اس سلسلے میں تم سے مشورہ کرنا چاہتا تھا۔

حالات ایسے ہیں کہ فی الحال میرٹھ واپس ہونا قطعی ناممکن ہے اس کا پہلا سبب تو مہ پارہ ہے اور دوسری وجہ یہ ہے کہ میرٹھ کی پولیس آپ کو پہچان چکی ہے آپ اس کی نظر میں مجرم ہیں اس صورت حال میں اگر یہاں سے فرار ہو کر کسی دوسرے شہر میں رہائش اختیار کی جائے تو وہ بھی خطرے سے خالی نہیں یہ بات مہ پارہ سے چھپی نہ رہ سکے گی کہ آپ جیل سے فرار ہونے میں کامیاب ہو گئے ہیں ہمزاد نے میری

طرف دیکھا۔

تم ٹھیک کہتے ہو اور ایسی صورت میں جب تک وہ مجھ سے ناراض ہے اور انتقام لینے کے درپے ہے تو وہ اپنی پراسرار قوتوں کے ذریعے سے معلوم کر کے بتا سکتی ہے کہ میں کہاں چھپا ہوا ہوں پولیس کو مطلع کر سکتی ہے پھر ایک بھاگ دوڑ شروع ہو جائے گی میں نے ہمزاد کی تائید کی لیکن اس کا حل کیا ہو سکتا ہے یہ بات میری سمجھ سے باہر ہے میں نے ہمزاد کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے کہا۔

وہی حل تو میں نے تلاش کیا ہے اسی لئے تو اس سلسلے میں آپ کی تائید چاہتا ہوں ہمزاد نے جواب دیا اور پھر بولا۔ حل یہ ہے کہ آپ یہیں جیل میں رہیں اور ..... میں نے ہمزاد کی بات کاٹ کر فوراً سوال کیا مگر کب تک؟

صرف اس وقت تک جب تک دوسرا ہمزاد پیدا نہ ہو جائے دو ہمزاد

مل کر مہ پارہ کو بخوبی زیر کر سکتے ہیں جیل میں رہنے سے ایک فائدہ تو یہ ہوگا کہ مہ پارہ آپ سے مطمئن رہے گی دوسرے یہ کہ یہاں اب آپ کا راج ہے ہی۔ آپ نہایت سکون و اطمینان سے جب تک یہاں رہنا چاہیں رہیں کیونکہ آپ تو جانتے ہی ہیں کہ میرے ہوتے ہوئے آپ کا یہاں سے نکلنا کوئی مسئلہ نہیں آپ جب کہیں گے آپ کو جیل سے رہائی مل جائے گی پولیس کو ابھی آپ کے خلاف شہادتیں جمع کرنے اور مقدمہ قائم کرنے میں کم از کم ایک دو ماہ لگیں گے پھر مقدمے کا فیصلہ اتنی جلد ہونا ممکن نہیں ہے۔ ہمزاد نے تفصیل سے تمام باتیں مجھے سمجھائیں۔

مگر تم نے تو یہ بتایا ہی نہیں کہ ہمزاد کا عمل کون کرے گا یہاں تو مجھے کوئی ایسا دکھائی نہیں دیتا پھر ان جیسے لوگوں پر اعتماد کرنا بھی ایک مسئلہ ہے یہ کیا ضروری ہے کہ ہمزاد کو قابو میں کرنے کے بعد وہ ہمارا دوست ہی

رہے گا۔ میں نے ہمزاد سے پوچھا۔

آپ شاید عبدالجبار کو بھول گئے ہیں۔ ہمزاد نے کہا۔

مگر وہ تو میرٹھ میں ہے اس کا یہاں جیل میں آنا میری سمجھ سے باہر ہے۔

یہ بندوبست ہوسکتا ہے یہ ممکن تھا کہ میں اسے سیدھا یہیں اٹھالاتا مگر اس صورت میں جیل کے حکام سے کیا کہا جائے گا اسلئے میں نے سوچا کہ وہ کسی جرم میں ماخوذ ہو کر جیل بھیجا جائے ہمزاد نے جواب دیا۔

میں ہمزاد سے باتیں کرتا ہوا جیل کی بڑی بیرکوں کے پیچھے تنہائی میں چلا گیا تھا تاکہ دوسرے قیدی جو مجھے حیرت سے دیکھ رہے تھے میری باتیں نہ سن لیں وہ ہمزاد کو نہ تو دیکھ سکتے تھے اور نہ اس کی باتیں سن سکتے تھے مگر میری گفتگو تو وہ سن سکتے تھے اس لئے میں نے یہ احتیاط برتی تھی ہمزاد کی بات نے میرے ذہن میں ایک اور سوال کھڑا کر دیا

جس کا اظہار میں نے اس بات سے بھی کر دیا کہ تم کہتے ہو کہ عبدالجبار کو کسی جرم میں ماخوذ کرا دو گے لیکن شاید تم یہ بھول گئے ہو کہ وہ میرٹھ میں ہے اس لئے اگر وہ پکڑا گیا تو اسے میرٹھ میں ہی رکھا جائے گا کیوں کیا میں غلط کہہ رہا ہوں؟ میں نے ہمزاد کی طرف سوالیہ نظروں سے دیکھا۔

میں نے جب آپ کے سامنے اپنی تجویز رکھی تھی تو اس کے تمام پہلوؤں پر غور کر لیا تھا یہ بات میرے ذہن میں بھی آئی تھی میں نے اس کا حل یہ سوچا تھا کہ عبدالجبار کو میں میرٹھ سے یہاں لے آؤں گا یعنی کول میں اور پھر اس کے ہاتھوں کوئی جرم سرزد کرا دوں گا جرم بھی خطرناک نوعیت کا مثلاً کسی کا قتل وغیرہ تاکہ وہ ہر طرح ہمارے رحم و کرم پر ہو اور ہمزاد کو حاصل کرنے کے عمل پر تیار ہو جائے اور آئندہ بھی ہمارے اس احسان سے سر نہ اٹھا سکے۔ ہمزاد نے بتایا۔

اب تمام بات میرے لئے صاف تھی ہمزاد نے واقعی معاملے کے تمام پہلوؤں پر خوب غور کرنے کے بعد مجھ سے یہ گفتگو کی تھی اس کی یہ تجویز نہایت مناسب اور کارگر تھی ایک طرف تو مہ پارہ میری طرف سے یہ سوچ کر مطمئن رہتی کہ میں جیل میں ہوں اور کچھ دن بعد مجھے سخت ترین سزا ہو جائے گی دوسری طرف میں اس سے انتقام لینے کے لئے عبدالجبار سے ہمزاد کا عمل پورا کر سکوں گا اب جیل کی تمام صورتحال میرے حق میں تھی جیلر نے میرے آگے ہتھیار ڈال ہی دیئے تھے۔

تمہاری تجویز سے مجھے پورا پورا اتفاق ہے میرا خیال ہے کہ تم کل صبح ہی یہ کام انجام دے لو۔ میں نے ہمزاد سے کہا۔

دوسرے دن صبح ہمزاد جب تمام قیدیوں کے لئے بہترین ناشتہ فراہم کر چکا تو میں نے اسے میرٹھ کے لئے روانہ کر دیا۔

قیدی آج ناشتہ کرنے کے بعد میری ہدایت کے مطابق اپنے اپنے کاموں میں لگ گئے تھے اس عرصہ میں جیلر بھی مجھ سے ملنے میری بیرک میں آیا وہ قیدیوں کو کام کرتا دیکھ کر خوش تھا اس نے میرا بہت بہت شکریہ ادا کیا اسے اپنے ہرکاروں کے ذریعے یہ پراسرار اطلاع مل چکی تھی کہ قیدیوں نے بہترین کھانا کھایا ہے اور ناشتہ بھی انھیں نہایت عمدہ ملا ہے وہ یہ تمام باتیں سن کر حیرت زدہ تھا کچھ دیر مجھ سے باتیں کرنے کے بعد اس نے بیرک میں ادھر اُدھر نظر دوڑائی اور جب اسے یقین ہو گیا کہ اس کے اور میرے علاوہ یہاں کوئی نہیں تو اس نے اچانک آگے بڑھ کر میرے ہاتھ چوم لئے اس کی آواز بھرا رہی تھی۔

اے درویش، میں تمہیں نہیں سمجھ پایا تھا مجھے معاف کر دو خدا کے لئے مجھے معاف کر دو۔

میں نے دیکھا کہ جیلر کی پلکیں بوجھل تھیں۔

میں اس وقت تک آپ کے پیر نہیں چھوڑوں گا جب تک آپ مجھے معاف نہ کر دیں جیلر نے میرے پاؤں پکڑ لئے تھے مگر میں اسی طرح بیٹھا رہا میں نے اپنے پاؤں کھسکائے نہیں جب وہ میرے پاؤں پر جھکا تو میں نے اس کے سر پر ہاتھ رکھ کر کہا۔ خاں صاحب۔ ہم نے تمہیں معاف کیا آج سے تم ہمارے مرید، بس اب تو خوش ہو۔

جیلر نے سر اٹھایا اور خوش ہو کر ایک مرتبہ میرے ہاتھ چوم لئے اور پھر بولا۔ یا مرشد! میرا دل کہتا ہے کہ آپ بیگناہ پھانسے گئے ہیں مجھ سے جو ہو سکا آپ کی خدمت کروں گا۔ دوسرے مجھے آپ سے یہ عرض کرنا ہے کہ آپ آج سے یہاں تکلیف میں قیدیوں کے ساتھ نہیں سوئیں گے آپ کے لئے میں اپنے کمرے میں پلنگ ڈلوا دوں گا جیلر کی بات سن کر میں نے تائید میں سر ہلایا مجھے خود بھی یہاں سکون و

آرام نہیں تھا۔

جیلر کچھ دیر خاموش رہ کر بولا۔ مرشد! جہاں آپ نے مجھ پر اتنا کرم کیا ہے ایک عنایت اور چاہتا ہوں یہ کہ جیل کے سپرنٹنڈنٹ ہردیال شرما سے میری بالکل نہیں بنتی وہ بہت ذلیل اور متعصب ہے اور پرسوں جیل کے معائنے پر بھی آرہا ہے وہ انگریز حکام کا منہ چڑھا ہے اس لئے کچھ کام دھام نہیں کرتا اس کا سب کام مجھے کرنا پڑتا ہے حالانکہ اسے یہاں رہنا چاہیے مگر نہیں رہتا ہفتے میں بس ایک دفعہ آتا ہے اور مجھے الٹی سیدھی سنا کر کر چلا جاتا ہے ہو سکے تو اس کا یہاں سے کہیں اور تبادلہ کرا دیجئے یا اسے نوکری سے نکلوا دیجئے میں اس سے بہت تنگ ہوں جیلر نے میری طرف رحم طلب نظروں سے دیکھتے ہوئے کہا.....

ابھی ہم کچھ نہیں کہہ سکتے پرسوں اسے آنے تو دو پھر دیکھا جائے گا میں

نے جیلر کی بات کا جواب دیا اور پھر بولا۔ اچھا اب تم جاؤ ہم ذرا ذکر الٰہی کریں گے میں نے اسے رخصت کرنے کے بعد آنکھیں بند کیں اور اپنے تصور کی قوت کو بروے کار لایا میں نے اس وقت ہمزاد کا تصور کیا تا کہ معلوم کر سکوں کہ کس حد تک اپنا کام نمٹا چکا ہے۔

میں نے دیکھا کہ بہت سے لوگوں کی بھیڑ میں ہمزاد عبدالجبار کے ساتھ ساتھ چلا جا رہا ہے یہ جگہ مجھے کچہری کا احاطہ معلوم ہوتا تھا اچانک میں نے دیکھا کہ ایک فٹن کچہری کے احاطے میں داخل ہوئی اور ایک برآمدے کے سامنے ہی ایک بڑا ہال نظر آ رہا تھا غالباً یہ عدالت تھی فٹن رکتے ہی ایک ضعیف سا انگریز اترا اس کے اترتے ہی برآمدے میں مستعد کھڑے ہوئے اردلیوں اور سپاہیوں کے ساتھ ایک دم ماتھے سے چپک گئے میں نے دیکھا کہ عبدالجبار تیزی سے انگریز کی طرف لپکا۔ وہ مجھے بالکل سحر زدہ کی طرف لگ رہا تھا جیسے

کوئی شخص نیند میں چل رہا ہو میں سمجھ گیا کہ وہ اس وقت ہمزاد کی پر
اسرار قوتوں کے قبضے میں ہے پھر میں نے دیکھا کہ عبدالجبار کا ہاتھ
تیزی سے شیروانی کی جیب میں گیا اور اس کے ہاتھ میں خنجر لہرا رہا تھا
اس سے پہلے کہ کوئی کچھ سمجھ سکتا اس انگریز کا بچاؤ کر سکتا جو فٹن سے اتر
کر کمرہ عدالت کی طرف جا رہا تھا عبدالجبار کا ہاتھ فضا میں بلند ہوا اور
اس نے پورا خنجر انگریز کے سینے میں اتار دیا ایک دم کچہری میں ہنگامہ
کھڑا ہو گیا لوگ چیخ رہے تھے کہ کسی نے مجسٹریٹ تھامس کو قتل کر دیا
دیکھتے ہی دیکھتے عبدالجبار کو گرفتار کر لیا گیا اس زمانے میں کسی انگریز
کا قتل انتہائی سنگین جرم تھا حالانکہ قتل بذات خود ایک سنگین جرم ہے مگر
حکومت جبکہ انگریزوں کی تھی اس صورت میں تو کسی انگریز کا قتل بہت
بڑی بات تھی میں نے دیکھا کہ ہمزاد اب وہاں سے چل دیا۔
عبدالجبار سپاہیوں کی گرفت میں جیسے ایک دم چونک پڑا جیسے وہ ابھی

سوتے سوتے اٹھا ہوا اس نے سپاہیوں کی گرفت سے نکلنا چاہا
مگر کامیاب نہ ہوا۔

میں نے اپنی آنکھیں کھول دیں مجھے یقین تھا کہ آج شام تک یا کل صبح تک عبدالجبار کو جیل بھیج دیا جائے گا میں اپنی جگہ سے کچھ سوچ کر اٹھا اب میرا رخ جیلر کے کمرے کی سمت تھا میں اس کے کمرے میں پہنچا تو وہ کرسی سے اٹھ کھڑا ہوا۔

مجھے تم سے کچھ ضروری بات کرنی ہے میں نے اس کے سامنے ایک کرسی پر بیٹھتے ہوئے کہا۔

ارشاد ہو مرشد! اس نے نہایت عقیدت سے کہا آج شام تک یا کل صبح ہمارا ایک مرید جیل آنے والا ہے اس پر قتل کا الزام ہے اس نے مجسٹریٹ تھامس کو قتل کر دیا ہے۔

میری بات سن کر جیلر اچھل پڑا مجسٹریٹ تھامس قتل کر دیا گیا مگر کب؟

میرے پاس ایسی کوئی اطلاع نہیں۔

اسے اب سے چند منٹ پہلے قتل کیا گیا ہے تمہیں یہ بتانے کی ضرورت نہیں کہ تم تک یہ اطلاع کسی طرح پہنچی ہم اپنے مریدوں سے غافل نہیں رہتے ہم ان کی ایک ایک حرکت سے ہر وقت باخبر رہتے ہیں۔

بے شک! جیلر نے گردن ہلائی۔

مگر ہم تمہیں صرف یہی اطلاع دینے نہیں آئے بلکہ تمہیں یہ بتانے آئے ہیں کہ وہ ہمارا بہت چہیتا مرید ہے یہاں اسے جیل میں ہر طرح آرام ملنا چاہیے وہ ہمہ وقت ذکر الٰہی میں مصروف رہنے والا شخص ہے اس لئے ضروری ہے کہ اس کے لئے کسی الگ جگہ کا انتخاب کیا جائے کوئی الگ صاف ستھری کوٹھڑی اس کے لئے فراہم کی جائے تاکہ اسے یاد الٰہی میں کوئی تکلیف نہ ہو کیا تم کسی الگ کوٹھڑی کا انتظام کر سکتے ہو؟ میں نے جیلر کو تمام بات سمجھا کر سوال کیا

کیوں نہیں یہ قطعی ممکن ہے میں ابھی ان کا انتظام کئے دیتا ہوں جیلر نے جواب دیا۔

یہ تمام بندوبست میں نے عبدالجبار کے لئے کرایا تھا تا کہ وہ ہمزاد کا عمل اطمینان کے ساتھ کر سکے۔

رات گئے تک عبدالجبار نہ آیا ہمزاد نے بتایا کہ اس کے بیانات لئے جا رہے ہیں اور تحقیق جاری ہے۔

تیسرے دن بہت خراب وخستہ حالت میں عبدالجبار کو جیل بھیجا گیا اعلیٰ حکام کے سخت احکامات تھے کہ عبدالجبار کو سب سے الگ قید تنہائی رکھا جائے اور ہر ممکنہ تشدد کیا جائے ہمزاد نے مجھے اس کی اطلاع فوراً دے دی میں جیلر کے کمرے کی طرف لپکا تا کہ اسے بتا سکوں کہ یہی وہ میرا مرید ہے جس کے بارے میں میں نے اسے بتایا تھا حالانکہ میں اسے یہ بتا ہی چکا تھا کہ اس نے تھامس کا قتل کیا ہے میں جیسے ہی

جیلر کے کمرے میں داخل ہوا عبدالجبار مجھے دیکھ کر حیرت زدہ رہ گیا۔

آپ.....آپ خورشید صاحب یہاں۔عبدالجبار ہکلایا۔جیلر متعجب تھا کہ عبدالجبار نے مجھے میرے نام سے نہیں پکارا تھا کیونکہ میرٹھ میں وہ مجھے بحیثیت خورشید احمد خان شیروانی کے نام سے جانتا تھا پھر وہ آگے بڑھا اور میرے گلے سے لگ کر رونے لگا میں نے اسے تسلی دی پھر جیلر سے بولا۔

مجھے معلوم ہے کہ عبدالجبار کے لئے تمہیں سخت احکامات دیئے گئے ہیں مگر ہوگا وہی جو تمہیں پہلے بتا دیا گیا ہے۔

آپ کا جو حکم مرشد مگر.....جیلر کچھ کہتے کہتے رک گیا۔

بولو کیا کہنا چاہتے ہو میں نے پوچھا۔

وہ.....وہ ہردیاں شرما سپرنٹنڈنٹ.....وہ یقیناً حکام کی خیر خواہی کے لئے اس معاملے میں ٹانگ اڑائے گا جیلر نے صاف

گوئی سے کہا اگر اس نے حکام کو اس سے باخبر کر دیا کہ عبدالجبار کو قید تنہائی میں نہیں رکھا گیا تو میری نوکری خطرے میں پڑ سکتی ہے ویسے مجھے آپ کے حکم کے آگے سب کچھ منظور ہے۔

ہردیاں شرما کو تم میرے اوپر چھوڑ دو میں اسے پلک جھپکتے ہی سیدھا کر لوں گا اگر کچھ گڑبڑ زیادہ ہوئی تو اسے اس قابل نہ چھوڑوں گا کہ وہ جیل کے معائنے پر آ سکے میں نے جیلر کو سمجھایا اور عبدالجبار کو اپنے ساتھ لے کر اندر چلا گیا کچھ دیر میں نہا دھو کر اس کے حواس ذرا درست ہوئے تو میں نے اسے اپنی پچھلی گفتگو یاد دلائی۔

تمہیں یاد ہو گا عبدالجبار میں نے تم سے ہمزاد کے بارے میں کہا تھا اب تو یہ اور ضروری ہو گیا ہے کہ تم اپنے ہمزاد کو اپنے قبضے میں کر لو ہاں میں اب تمہیں صاف صاف بتا دوں کہ میرا اصل نام شیخ کرامت ہے اور میں یہاں جیل میں اپنی مرضی سے ہوں میرے علم میں یہ تھا کہ

عنقریب اس الزام میں گرفتار ہونے والے ہو اس لئے میں تم سے پہلے ہی تمہاری مدد کے لئے یہاں پہنچ گیا تمہارے لئے یہ سارا انتظام کر دیا گیا ہے تم ایک الگ کوٹھڑی میں آرام سے ہمزاد کا عمل پورا کرو گے اور میری ہدایات پر پوری طرح چلنے کی کوشش کرو گے۔

پھر میں نے اسے اس کی کوٹھڑی دکھائی ہمزاد ایک چراغ تیل اور اگر بتیاں لے آیا تھا پھر وقت ضائع کئے بغیر اسی رات میں عبدالجبار کو ہمزاد کے بارے میں ہدایات دے رہا تھا۔

تمہاری کوٹھڑی میں مٹی کا چراغ اور سرسوں کا تیل موجود ہے اس کے علاوہ اگر بتیاں اور ماچس بھی ہے پہلے تو تم کمرے کو اگر بتیوں کی خوشبو دو گے اور پھر چراغ روشن کر کے اپنی پشت سے اونچا رکھ دینا اور ہاں اندر سے کنڈی لگانا نہ بھولنا۔

اپنی قمیض کو لنگوٹ کی طرح جسم پر باندھ لینا۔ اس کے بعد چراغ کی

طرف پشت کر کے پالتی مار کر زمین پر بیٹھ جانا اور دیوار پر اپنے سائے کو کامل ایک گھنٹے تک دیکھنا اور اپنی نظر کو سائے کی پیشانی پر رکھنا جب نظر کو تھکان معلوم ہو اور پلکیں گرنے لگیں تو فوراً نظر کو اوپر اٹھا لینا اس وقت تمہیں دورانِ عمل روشنی کا محیط یعنی دائرہ سا نظر آئے گا ابتدائی مشق میں سایہ کبھی ظاہر کبھی غائب نظر آئے گا اور اکثر تمہیں مختلف رنگ اور عجیب و غریب چیزیں بھی نظر آئیں گی مگر مستقل مزاضی سے بلا خوف و خطر اپنی مشق جاری رکھنا تم سمجھ رہے ہو میری بات؟ میں نے عبدالجبار کو سوالیہ نظروں سے دیکھا۔

وہ بولا۔ مگر دورانِ عمل مجھے کیا پڑھنا ہوگا۔

اب میں تمہیں وہی بتانے والا ہوں میں نے عبدالجبار کی بات کا جواب دیا۔

میں جو کہہ رہا ہوں اس کا ایک ایک لفظ غور سے سنو؟ میں نے عبدالجبار

کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے کہا۔

جو کچھ میں اب تمہیں بتلانے والا ہوں اسے میرے ساتھ دہراؤ تا کہ تمہیں حفظ ہو جائے پھر میں نے دو تین بار وہ وظیفہ جبار کو سنایا اور جبار میرے ساتھ دہراتا رہا۔

کیوں جبار کیا تمہیں وظیفہ یاد ہو گیا۔

جی ہاں۔عبدالجبار نے جواب دیا۔

میں نے اسے بتایا کہ اپنے سائے پر نظر جمائے ہوئے اسے ہر رات عشاء کی نماز کے بعد صبح تک یہ عمل ۳۱۲۵ مرتبہ پورے ۴۱ دن پڑھنا ہے پھر ہمزاد نے ایک فلیتہ دیا اور میرے ہاتھ میں روئی تھما کر بولا کہ اس فلیتے پر یہ روئی لپیٹ کر چراغ میں ڈالی جائے گی اس نے بتایا کہ اس روئی کو پاکدامن روئی کہتے ہیں جو اس عمل کے دوران بہت ضروری ہے ہمزاد پہلے ہی یہ روئی لے آیا تھا پاکدامن روئی سے

مراد یہ ہے کہ کپاس کے جس کھیت سے روئی توڑ کر لائی جائے اس سے پہلے اس کھیت سے کسی نے کپاس کے پھول نہ توڑے ہوں پھر میں نے ہمزاد کا دیا فلیتہ پڑھا۔ اس پر اس قسم کی عبارت تھی۔

جھمروت جمھارات یا ابلیس الاسماع والا رض
والنادو المقرالیٰ یوح القیمته
الحضراحضراحضریاھمزادبحرمت آریا گویاعدی
نیں جوگی الوھاالوحاالوھا

میں نے فلیتہ اور روئی عبدالجبار کو دی جس نے میری ہدایات کے مطابق فلیتے پر روئی لپیٹ کر اسکو چراغ میں ڈال دیا کچھ ہی دیر بعد میں عبدالجبار کو تنہا چھوڑ کر چلا آیا مجھے اب اس سے صبح ملنا تھا میرے

کہنے کے مطابق اس نے آج ہی رات عمل کرنا شروع کر دیا تھا مجھے پورا یقین تھا کہ عبدالجبار اپنے عمل میں ضرور کامیاب ہوگا کیونکہ اس وقت صورت حال میں مختلف تھی جب میں نے ہمزاد کو قابو میں کرنے کا عمل کیا تھا تو میں اکیلا تھا میرا کوئی مددگار نہیں تھا جس کی وجہ سے میں دو تین بار اپنے عمل میں ناکام ہوا۔ عبدالجبار کو خود میری اور میرے ہمزاد کی پوری معاونت حاصل تھی اس لئے یہ سوال ہی نہیں تھا کہ وہ کامیاب نہ ہو خود ایک ہمزاد اس کا مددگار معاون تھا اس مسئلے سے نمٹنے کے بعد میرے سامنے ایک اور دوسرا مسئلہ تھا۔

جس کے بارے میں خان صاحب بندے علی یعنی جیلر نے مجھے پہلے ہی متوجہ کر دیا تھا کہ انکے کہنے کے مطابق سپرنٹنڈنٹ جیل ہردیال شرما کل صبح معائنہ کرنے آنے والا تھا اور ان کی فراہم کی ہوئی اطلاع کے مطابق خاں صاحب سے اول تو اس کی بنتی نہ تھی دوسرے یہ کہ وہ

سخت متعصب قسم کا بندا تھا اس کا کل کا جیل کا معائنہ بہر صورت مجھے ملتوی کرنا تھا اور نہ صرف یہ مسئلہ کل کا تھا بلکہ میری نظر میں ضروری یہ تھا کہ جب تک عبدالجبار عمل کرنے میں مصروف رہے ہردیال شرما جیل کا رخ ہی نہ کرے میں اس وقت جیلر کے کمرے کی طرف جا رہا تھا جہاں اس نے میرے لئے چارپائی اور بستر کا انتظام کرا دیا تھا میں جیسے ہی اسکے کمرے میں داخل ہوا وہ احتراماً اپنی چارپائی سے اٹھکر بیٹھ گیا۔

تشریف لائیے۔ وہ اپنی چارپائی سے اٹھ کر مودب کھڑا ہو گیا تھا۔

آرام کرو۔ آرام کرو۔ میں نے ہاتھ اٹھا کر اشارے سے اسے بیٹھنے کے لئے کہا اور برابر رکھی ہوئی چارپائی پر بیٹھ گیا پھر کچھ سوچ کر اسے مخاطب کیا تم نے مجھے کل بتایا تھا کہ سپرنٹنڈنٹ ہردیال شرما کل معائنے پر آنے والا ہے۔

جی۔اس نے جواب دیا۔

وہ نہ صرف کل بلکہ کافی دن جیل کے معائنے پر نہ آ سکے گا میں نے مضبوط لہجے میں کہا۔

حضور جو چاہیں وہ ممکن ہے خاں صاحب نے کمال عقیدت سے ہاں میں ہاں ملائی۔

میں نے اسی وقت ہمزاد کو طلب کیا دوسرے ہی لمحے وہ سر جھکائے میرے سامنے کھڑا تھا سنو پہلی بات تو یہ کہ تمہیں ہر طرح عبدالجبار کی خبر گیری رکھنی ہے اس کے کھانے پینے کی تمام ذمہ داریاں تمہارے سپرد ہیں اس کے علاوہ یہ کہ سپرنٹنڈنٹ ہردیال شرما کل جیل کے معائنے پر آنے والا ہے ہم چاہتے ہیں کہ وہ کم از کم ڈیڑھ ماہ اس قابل نہ ہو کہ جیل کا رخ کر سکے اس کے لئے تم جو مناسب سمجھو کرو اور مجھے آ کر اطلاع دو کہ تم نے کیا کیا؟ اب تم جا سکتے ہو۔

ہمزاد خاموشی سے سر جھکائے میری باتیں سنتا رہا میں آپ کا مقصد سمجھ گیا میں اس سلسلے میں خود آپ سے گفتگو کا خواہش مند تھا آپ کا یہ فیصلہ قطعی درست ہے میں کچھ دیر بعد حاضر ہوتا ہوں یہ کہہ کر ہمزاد غائب ہو گیا۔

خاں صاحب حیرت سے مجھے تکتے رہے کہ میں کس نادیدہ وجود سے مخاطب ہوں؟ وہ ہمزاد کا جواب سننے کے اہل نہیں تھے مگر میں نے جو کچھ ہمزاد سے کہا انہوں نے ضرور سنا تھا میں نے خاں صاحب کو حیرت زدہ دیکھ کر کہا ہم نے ہردیال شرما کا انتظام کر دیا ابھی کچھ دیر بعد تمہیں کوئی خوشخبری سنائیں گے۔

بے شک۔ بے شک حضور! کہ دسترس میں سب کچھ ہے خان صاحب نے اپنی گردن ہلائی وہ بے حد مرعوب دکھائی دے رہے تھے اس کے بعد.....

﴿جاری ہے﴾